EDUCATION DEPARTMENT
PUNJAB.

TALES FROM INDIAN HISTORY, 2.

قصص ہند

حصّۂ دوم

RAI SAHIB M. GULAB SINGH & SONS,
Mufid-i-Am Press
LAHORE.

تعداد ۵۰۰۰ دفعہ ۳۶ قیمت بلا جلد ۶/ ۱۱ پائی

071512

فہرست مضامین

قصصِ ہند

دُوسرا حصّہ

غزنوی خاندان کی ابتدا

سلاطینِ سامانیہ جو توران اور ایران وغیرہ میں بڑے با اقتدار بادشاہ گذرے ہیں - اُن میں سے عبدُ الملک ابنِ نوح پانچویں بادشاہ کی خدمت میں الپتگیں نام ایک غلام تھا کہ بادشاہ کو بھان متی کے تماشے دکھا کر اور نقلیں سُنا کر خوش کیا کرتا تھا - رفتہ رفتہ مجلس عشرت سے نکلکر دربارِ سلطنت میں داخل ہُوا - اور پھر اپنی دانش و دانائی کی بدولت حاکمِ خراسان ہو گیا + جب عبد الملک مر گیا - تو امرائے دربار نے اسے بھی خط لکھا - کہ تخت نشین کس کو کرنا چاہیئے ہ اس تقدیر کے مارے نے منصور کے برخلاف رائے دی - کہ وہ نوجوان یہاں تخت نشین ہو چکا تھا + منصور نے اُس کا خط دیکھ کر بہت پیچ تاب کھایا - اور اس کے درپے ہو گیا + دُشمن بھی اس کی تاک میں لگے

ہی تھے۔ فوراً دربار میں طلب ہوئی۔ چنانچہ ایسے نازک وقت میں اگر جان نہ جاتی۔ تو قید ہو جانے میں تو شبہ ہی نہ تھا ناچار سپاہیانہ پیچ کھیلا + اس کے پاس خاصے کے غلاموں اور نوکروں کا جتھا خوب تھا۔ انہی کی آڑ میں جان بچا کر مقام غزنی میں کہ عین کوہ سلیمان کے بیچوں بیچ میں ہے۔ جا پہنچا۔ غرض ادھر کے بہادر اور قوی ہیکل خود سروں کو سمیٹ کر دشمنوں کے قابو کا نہ رہا۔ مگر پھر بھی اپنے آقا کے گھرانے کی اطاعت ہی کرتا رہا + تین ہزار غلام اُس کے وطن کا ہمراہ آیا تھا۔ اس کے علاوہ ادھر کے افغان اگر دل سے تابع نہ ہوئے۔ تو وقت پر نوکر ہو گئے۔ غرض اُس قطعے پر قابض ہو گیا۔ کہ جس میں بلخ۔ ہرات۔ سیستان وغیرہ شامل ہیں + سبکتگین ایک فلک زدہ ایران کے شاہی خاندان کا لڑکا تھا۔ کہ الپتگین نے اُسے ایک بخاری سوداگر سے خریدا تھا۔ اور ایسے مرتبے پر پہنچایا تھا۔ کہ بعد اس کے دربار میں رکنِ اعظم وہی ٹھیرا۔ چنانچہ الپتگین کے بعد جب اُس کا بیٹا جانشین ہوا۔ اور اطراف کے لوگوں نے زور دیا۔ تو سبکتگین اُسے بخارا سے حکومت کی سند دلوا کر لایا۔ جس میں نیابت سبکتگین کے نام پر تھی + دو برس کے بعد وہ بھی مر گیا۔ اور ایک دو اُتار چڑھاؤ کے بعد جب اہل دربار نے ملک غیروں کے ہاتھ جاتا دیکھا۔ تو بالاتفاق سبکتگین کی اطاعت پر رضامند ہو گئے + چونکہ صاحبِ ہمت اور باتدبیر شخص تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی ایک ہمسائے کے حاکم نے اُس سے مدد لے کر دشمن کے ہاتھ سے اپنا ملک بچایا

مگر احسان نہ مانا - اس لیئے ملک سبکتگین کے حوالے کرنا پڑا +
سبکتگین نے الپتگین کی بیٹی سے شادی بھی کر لی - اور
یہیں سے ستارہ اقبال کا طلوع شروع ہؤا +

پنجاب کی حد اُن دنوں میں غزنی کی حد تک پھیلی ہوئی تھی
اور راجہ یہاں کا جیپال تھا - جب مسلمانوں کے قدم آگے بڑھتے
معلوم ہوئے - تو اُس نے غزنی پر ایک بھاری فوج سے
چڑھائی کی - چنانچہ دفعتہً لمغان پر جا کر ڈیرے ڈال دیئے -
اور پشاور سے کابل تک برابر لشکر پھیلا دیا + اُودھر سے
سبکتگین بھی نکلا - چنانچہ دونو فوجیں آمنے سامنے پڑی
تھیں - ایک دوسرے کی پیش دستی کا منتظر تھا - کہ دفعتہً
آسمانی گولا بڑنے لگا - یعنی بے موسم برف گرنی شروع ہوگئی
وہ لوگ تو برف کے کیڑے تھے - اُنہیں خبر بھی نہ
ہوئی - ہندوستانی بیچارے اپنے لحاف اور رضائیاں ڈھونڈنے
لگے - مگر وہاں رضائی کا گزارہ کہاں - سینکڑوں اکڑ کر
مر گیئے - ہزاروں کے ہاتھ پاؤں رہ گیئے - جو بچے - اُن
کے اوسان جاتے رہے + گھروں میں جو کہانیاں سُنا کرتے
تھے - کہ ان پہاڑوں میں ایک چشمہ ہے - کہ جب اُس
میں کچھ ناپاک چیز ڈالتے ہیں - تو اتنی برف پڑتی ہے -
کہ شہر کے شہر دب جاتے ہیں - جانا کہ یقیناً ان لوگوں نے
ہمارے مارنے کے لیئے کچھ ایسا ہی عمل کیا - بس اب گھر جانا
اور گھر والوں کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا + راجہ جیپال نے جب
ان پہاڑوں میں بارش کی ایسی شدت دیکھی - اور سردی کے
مارے فوج کو بیکار پایا - تو پیغام صلح کا بھیجا + سبکتگین نے

اُسی وقت ارکان دولت کو جمع کرکے صلاح کی + سب نے صلح کو غنیمت جانا - مگر ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات - محمود - کہ نوجوانی کے زور میں بھرا ہوا تھا - اُس نے نہ مانا اور راجہ کے وکیلوں کو ناکام پھیر دیا + راجہ سُن کر بہت خفا ہوا - اور پھر دوبارہ کہلا بھیجا - کہ معلوم ہوتا ہے - ہمارے لشکر کے بھاری بھاری سامانوں کی لوٹنے کی طمع تم کو صُلح نہیں کرنے دیتی - مگر یاد رکھنا ہم راجپوتوں کا قاعدہ ہے - کہ جب ایسا موقع آپڑتا ہے - تو اوّل ہم تمام بال بچّوں کو اپنے ہاتھ سے فنا کرتے ہیں - مال و دولت - نقد و جنس کو جلا کر خاک کرتے ہیں - ہاتھی گھوڑوں اور مواشی کو اندھا کر دیتے ہیں - بعد اس کے آپس میں ایک دوسرے کے گلے مل - تلواریں کھینچ دشمنوں پر جا پڑتے ہیں - پھر جو کرے سو خدا - اگر مار لیا - تو دم کے ساتھ پھر سب کچھ موجود ہے مر گئے - تو دُنیا میں سُرخ رو ہوئے - عاقبت میں بہشت پائی - اور خاکستر کے سوا دشمن کے ہاتھ خاک بھی نہ آئی - اس پیغام کو سُن کر محمود بھی خاموش ہو رہا - اور سب نے کہا - کہ جس جان کے لینے میں مال ہاتھ سے جائے - اُس جان کے لینے سے کیا حاصل - بہرحال صلح بہتر ہے - کہ روپیہ آئے - تو مسلمانوں کے کام آئے - جب سب کے اتّفاق رائے سے صُلح ٹھیر گئی - تو راجہ نے اپنا ایک معتبر یہاں چھوڑا - اور سبکتگین کے آدمی ساتھ لئے - کہ اپنی تخت گاہ میں جا کر بموجب عہدنامے کے ہاتھی - گھوڑے - مال و دولت سب سپرد کر دیگا مگر جب اپنے ملک میں پہنچ کر برف و باراں کی سردی اور تلوار کی آنچ سے خاطر جمع ہوئی - تو دربارِ عام کیا + اُس

زمانے میں دستور تھا - کہ دائیں ہاتھ پر دھرم کے مالک برہمن
اور بائیں طرف صاحبِ شمشیر چھتریوں کے بڑے بڑے سردار
کھڑے رہتے تھے - اُن کی صلاح کے بموجب سلطنت کے کام
طے ہوتے تھے ؞ برہمنوں نے کہا - کہ مہاراج ! اس طرح
مسلمانوں کو خراج دینے میں حضور کی بدنامی اور بے عزتی ہے
آپ بادشاہ کے آدمیوں کو روک لیجئے اور کہہ دیجئے - کہ جب
تک ہمارا آدمی وہاں سے نہ آئیگا - ہم ان آدمیوں کو نہ جانے
دینگے - مگر چھتریوں نے کہا - کہ مرد کو بات کا پاس ضرور
ہے - دوست سے ہو - یا دشمن سے - دوسرے ترکوں کی
فوج جس کے سامنے سے ایک دفعہ فوج ہماری ہٹ آئی ہے
اب اس کے مقابلے پر تھمنا بہت مشکل ہوگا - اگر وہ لوگ
ادھر چڑھ آئے - تو تمام ہندوستان کو تہ و بالا کر دینگے - پھر
اس خلقِ خدا کا خون اور ننگ و ناموس کا گناہ کس پر ہوگا !
غرض چھتریوں نے ہزار جتن سے جتایا - برہمنوں کے بچن کے
آگے اُن کی تلوار کاٹ نہ کر سکی - آخر وہی ہوا - کہ بادشاہی
آدمیوں کو روک لیا - غزنی میں فوراً خبر اُڑی - کہ بادشاہ کے
آدمی قید ہو گئے - مگر سبکتگین کو یقین نہ آیا - اور کہا - کہ یہ
خبر ہوائی ہے - لوگوں نے اُڑائی ہے - جب تحریریں پہنچیں -
اور تحقیق ہوا - تو اُسی وقت مع ضلع سے فوجیں سمیٹ کر
برستی گھٹا کی طرح شمال سے اُٹھا - اور آتے ہی سرحد کے
ملکوں پر آفت برسا دی - بہت سا مال و دولت لوٹا - اور
ہزاروں کو لونڈی غلام بنا لیا ؞ راجہ کو جب یہ خبر پہنچی - تو
تمام ہندوستان میں چٹھیاں دوڑا دیں - خلاصہ اُن کا یہ -

کہ دشٹوں کا بادشاہ اور ملیچھوں کا سلطان جنگل پہاڑ کے راجھسوں کی فوج لے کر چڑھ آیا ہے - پنجاب کا ملک قدیم الایام سے سب بھائی بندوں کی سپر بنا ہوُا ہے - چنانچہ اگلے سال میں نے خود اُس کے گھر پر جا کر ایک ٹکّر کو روکا - مگر اب دھرم کی لاج رکھنے کا وقت ہے - نہیں تو اس سرے سے اُس سرے تک تمام ہندوستان پر پانی پھر جائیگا + ان چٹھیوں نے بڑا کام کیا - یعنی علاوہ اَور ملکوں کے دلّی - اجمیر - قنوّج - کالنجر کی عظیم الشّان سلطنتوں نے اپنی اپنی انتخابی فوج بے تعداد خزانوں کے ساتھ بھیجی - اور اڑے وقت پر خود بھی آنے کا وعدہ کیا + سارے لشکروں کی چھاؤنی پشاور پر ہوئی - بادشاہ کو اس دھوم دھام کی خبریں ایک سے دہ چند ہو کر پہنچیں - گھبرایا - اور شیر کی طرح پھر جھپٹ کر آیا - پاس پہنچا - تو ایک پہاڑ کے ٹیکرے پر چڑھ کر نظر دوڑائی - جہاں تک آنکھ نے کام کیا - فوج ہی فوج پائی - اُترا - اور اپنے سرداروں کو بلایا - اُن کے بھی ہوش اُڑے پائے - اوّل تو بہت سے مضمون ثوابِ جہاد اور تائیدِ غیبی کے سنائے - پھر شجاعوں کی الوالعزمیاں اور کارنامے کہہ کر دل بڑھائے - بعد اس کے کہا - کہ دیر کا موقع نہیں - لڑائی شروع کر دینی چاہیئے - لیکن چال نئی چلا - یعنی اگر آج کل کی جنگی قواعد پر نظر کریں - تو موٹی سی بات ہے - مگر اُس وقت کے ایک نکتے ہیں تھوڑی سی فوج نے دل بادل لشکر کو توڑ دیا - چنانچہ حکم دیا - کہ پانچ پانچ سو سوار کا رسالہ ایک ایک سردار کے نیچے مقرر ہو - باری باری سے جائیں - اور ہمّت

آزمائیں - جب وہ تھک جائیں - تو اُن کی جگہ اور تازہ دم جاکر مورچہ جمائیں - اس ترکیب سے ہندو شام تک لڑتے لڑتے دق ہوگئے - تو بھی لشکر کی بہتات سے دل قوی رکھتے تھے - سب نے جمع ہوکر ایک حملہ ایسا کیا - جس میں لڑائی دو ٹوک ہو جائے - چنانچہ کیا سوار کیا پیادے نرسنگے بجاتے اور کڑکے گاتے غول کے غول نکلے - اور اس طرح بے جگر ہوکر گرے - کہ تیر اور نیزے کا گزارہ نہ رہا - خنجر کا تلوار سے اور کھانڈے کا کٹار سے مقدمہ آ پڑا - پیادے پیادوں سے لپٹ گئے - سوار گھوڑوں سے کود کود پڑے ہاتھیوں نے اپنا پرایا کچھ نہ دیکھا - سب کو چکّی کی طرح دل ڈالا - مگر خدا کی خدائی ایسے وقت پر نظر آتی ہے - اُسے ہر بات میں اپنی قدرت کا دکھانا ہے - ہندو مسلمان کا بہانہ ہے - آخر ہزاروں کا کھیت پڑا اور خاتمہ ہندوؤں کی شکست پر ہوا - فتحیاب لُوٹتے مارتے اٹک تک آئے اور دو سو ہاتھی اور لاکھوں کا زر و مال لے کر گھر کو چلے گئے + بادشاہ کی حکومت اُس وقت غزنی سے قندھار کے آگے تک تھی - اُس کی درستی میں جاکر مصروف ہوا - اور چند روز کے بعد ۹۹۷ء / ۳۸۷ھ میں مرگیا +

محمود غزنوی

محمود اور اسمٰعیل دو بیٹے سبکتگین کے تھے - مگر محمود کا لڑکپن سے یہ حال تھا - کہ فوج کشی اور لڑائیوں میں باپ کے ساتھ ہی رہتا تھا - بلکہ ہر مہم میں ایسا اپنی

بساط سے بڑھ کر قدم مارتا تھا - کہ تجربہ کار سپہ سالار دیکھتے رہ جاتے تھے - جب باپ مرا - تو یہ نیشا پور میں حاکم تھا - تئیس برس کی عمر تھی - اور لیاقت - شجاعت کی رُو سے ہر طرح جانشینی کے قابل تھا + اتنی بات ضرور تھی - کہ ماں کی طرف سے داغ دار تھا + چھوٹے بیٹے کو باپ بہت چاہتا اور اپنے پاس ہی رکھتا تھا - اُس نے جب باپ کے مرنے سے تخت کے ساتھ میدان خالی پایا - تو فوراً تاج سر پر رکھ جابجا فرمان جاری کیے - اور دربار میں امیروں وزیروں کے منصب - فوج کی تنخواہیں بڑھا کر جشن شاہانہ شروع کر دیئے - تاکہ سب کے دل میں گھر ہو جائے - اور دلاور بھائی کا خیال اُن کی طبیعتوں سے جاتا رہے + محمود نے یہ حال سُن کر پیغام بھیجا - کہ والد مرحوم نے خانۂ سلطنت کو آراستہ چھوڑا - مگر حال اس کا یہ ہے - کہ چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے - اگر تمہاری عمر اور تجربہ اس کے سنبھالنے کے لائق ہوتا - تو عین آرزو تھی - کہ تم باپ کے جانشین ہوتے - مگر مجھے مصلحت یہی معلوم ہوتی ہے - کہ دولت اور خزانوں کو شریعت کے بموجب تقسیم کر کے دار السلطنت کو میرے سپرد کر دو - تمہاری حکومت کے لئے بلخ اور خراسان کا ملک میں صاف کر دیتا ہوں +

جب تاج سر پر اور خوشامدی گرد ہوتے ہیں - تو ایسی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں - محمود کی یہ بات پیش نہ گئی + جب اُس نے دیکھا - کہ میری نصیحت نے نہ اُس کو دولت کو اثر کیا - نہ ارکان دولت نے میرے حق کو حق سمجھا - تو سوائے

اس کے چارہ نہ دیکھا - کہ خاص دار الخلافے پر حملہ کرکے اس جھگڑے کا فیصلہ کرے ×

اسمٰعیل بھی اُدھر سے فوج لے کر آیا - اور اس میں شک نہیں - کہ کوئی دقیقہ سپاہ گری کا باقی نہ چھوڑا - مگر فتح شکست خدا کے اختیار ہے - اخیر کو قید ہوا - اور محمود کے نام کا نقارہ غزنی کے نوبتخانے میں بج گیا × اس کے اقبال سے ایران اور توران کے ملک اس وقت اپنے اپنے حال میں گرفتار تھے - چنانچہ محمود نے پہلے اپنے گھر کا بندوبست کیا - اور پھر آہستہ آہستہ سب کو زیر قلم کیا - ہندوستان جنّت نشان جس کا دروازہ باپ نے کھولا ہوا تھا - اُسے قنوج اور کالنجر تک گیارہ دفعہ زیر و زبر کیا - اور اپنے نام کو سلطان کے لقب سے تاجدار کیا - کہ اُس وقت تک کبھی بادشاہ اسلام کو نصیب نہ ہوا تھا × ایک دن مصاحبوں کے ساتھ بیٹھ کر اِدھر اُدھر نظر دوڑائی - صدہا کوس تک کوئی مملکت نظر نہ آئی جس کی فتح سے پُر مال خزانے کو مالا مال کرے - ارکان دولت کو جمع کیا - سب نے خیال کے عیّار اور فکر کے ہرکارے چاروں طرف دوڑائے - آخر معلوم ہوا - کہ اسی خراب آباد ہندوستان میں جسے گیارہ دفعہ پامال کر دیا ہے - ملک گجرات میں سمندر کے کنارے ایک شہر عظیم الشان ہے - اور اُس میں ایک عبادت خانہ ہنود کا ہے - کہ اپنے دیوتا کے نام سے سومناتھ کہلاتا ہے - اور چونکہ ہزاروں برس ہوئے - راجہ سے لے کر پرجا تک ملک ملک کی خلقت اُسے صدق دل سے مانتی ہے - اس لئے نہ مال و دولت کا ٹھکانا ہے - نہ زر

و جواہر کی کچھ انتہا ہے ÷ حسن میمندی نے زمین خدمت کو بوسہ دیا - اور عرض کی - قبلۂ عالم! میں نے وہاں کے حالات عجیب و غریب سُنے ہیں - کہتے ہیں - کہ جس مکان میں سومناتھ دیوتا ہے - باہر کی روشنی کو وہاں دخل نہیں - جواہرات اور الماس جو در و دیوار میں جڑے اور جڑاؤ قندیلوں میں لگے ہیں - اُن کی جگمگاہٹ سے دن رات برابر ہے ÷ بیچ میں ایک بڑی بھاری سونے کی زنجیر لٹکتی ہے - کہ اُس میں گھنٹے اور گھڑیاں آویزاں ہیں - جب پوجا کا وقت ہوتا ہے - تو جس طرح ہم اذان دیتے ہیں - وہ اُسے ہلاتے ہیں - کہ سب کو خبر ہو جائے ÷ ملک ملک کے راجاؤں نے جو جاگیریں دے رکھی ہیں - انہیں جمع کریں - تو دو ہزار گاؤں ہوتا ہے - ہر چند کہ گنگا وہاں سے چھ سو کوس پر ہے - مگر روز تازے گنگا جل سے اُس کا اشنان ہوتا ہے - دو ہزار برہمن فقط وہاں کے پجاری ہیں - پانسو لونڈیاں گائنیں اور تین سو گویّے ہیں - کہ پوجا کے وقت بھجن گاتے ہیں - اور ناچتے ہیں - زیور - لباس - خرچ اخراجات اُن کا سب وہیں سے ملتا ہے - یہ سب تو اُن کی باتیں ہیں - مگر ہمارے مطلب کی یہ بات ہے - کہ مال و زر اور زیور و جواہر کا وہاں یہ عالم ہے - کہ اس کا عشرِ عشیر بھی کسی بادشاہ کے خزانے میں نہیں سما سکتا ÷

یہ سن کر محمود کے دہانِ طمع میں پانی بھر آیا - اور دل سانپ کی طرح لہرانے لگا - اُسی وقت سپہ سالار کو حکم پہنچا کہ ہاں لشکر تیار ہو ÷ ہر علاقے سے سپاہ طلب ہوئی - میدانِ

شہر خیموں ڈیروں سے پٹ گیا - فوج فوج کے نشان جُدا جُدا لہرانے لگے - لشکرِ خاصہ کے علاوہ تاتار کے ترک اور کوہستان کے افغان جو لوٹ مار کی نیّت باندھے شب و روز روزے سے بیٹھے رہتے تھے - ہزاروں کی جگہ لاکھوں جمع ہو گئے + اس ٹڈی دل کو لے کر اُڑا - اور ملتان میں آ کر دم لیا + ٹوٹے پھوٹے کی مرمّت - ساز و سامان کی درستی کی + یہ بھی معلوم ہوا - کہ رستے میں ایسے ایسے ریگستان اور چٹیل میدان ہیں - کہ جہاں کوسوں تک پانی کا پتا اور گھاس کا پتّا نہیں ملتا - اس لئے حکم دیا - کہ ہر شخص کئی کئی دن کا کھانا پانی اپنے اپنے ساتھ اُٹھا لے - اور سرکار شاہی سے بھی دو ہزار اونٹ رسد کے دانے - پانی اور گھاس پات سے لدوا کر ساتھ لئے + ۷

غرض ان لق و دق میدانوں کو لپیٹ سپیٹ کر دفعتہً اجمیر پر جا پہنچا + اگرچہ کوئی راجہ محمود کے حال سے غافل نہ تھا - مگر یہ بھی خیال نہ تھا - کہ ایسے میدان طے کر کے یہ طوفان یوں یکایک بجلی کی طرح آن گریگا - اب سوا کنارہ کرنے کے اور کیا ہو سکتا ہے - راجہ اور شہر کے لوگ جو بھاگ سکے - وہ جان لے کر بھاگ گئے - مگر اس آندھی سے شہر میں چراغ اور باہر تنکا تک نہ رہا + تارا گڑھ کا قلعہ سامنے پہاڑ پر چمک رہا تھا - مگر دیکھا کہ اس کے محاصرے میں خدا جانے کتنے دن لگیں - اور کیا پیش آئے - اس لئے سیدھا منزل مقصود کا رُخ کیا + رستے میں جو جو قلعے اور شہر نظر آئے - اُنہیں ٹھکراتا اور سامان

دادا داد سمیٹتا دو منزلہ اور سہ منزلہ کرتا چلا جاتا تھا - کہ سمندر کے کنارے پر ایک قلعہ عالیشان نمودار ہؤا - جس کا ایک ایک برج سر بفلک تھا - اور دریا کی لہریں پاؤں میں لوٹ رہی تھیں + معلوم ہؤا - کہ شہر سومناتھ یہی ہے + اہل شہر بے خبر گھروں میں پڑے آنند کر رہے تھے - دیکھا - تو یہی دیکھا کہ فوج کا دل بادل چھا گیا ہے - اور نشانِ محمودی لہرا رہا ہے - سب گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے + پانڈے بچارے بھولے بھالے جنہوں نے کبھی ننگی تلوار نہ دیکھی تھی - فصیل پر چڑھ کر حیرت سے دیکھنے اور چلاّنے لگے - کہ اے مسلمانو! تم اپنی فوج اور لشکر کے گھمنڈ پر ہمیں لوٹنے آئے ہو - یہ خبر تمہیں نہیں - کہ دھرم پرماتما ہمارا اسی واسطے تمہیں لایا ہے - کہ جو جو مندر شوالے تم نے ہندوستان میں توڑے ہیں - سب کی سزا یہاں دیگا + قاصد آئے - انہوں نے بھی ایسے ہی پیغام سُنائے - مگر محمود ان باتوں کو کب خاطر میں لاتا تھا - تیوری بدل کر منہ پھیر لیا - اور کہا - کہ خیر جو کچھ ہوگا - کل معلوم ہو جائیگا +

وہ دن تو جوں توں کرکے کاٹا - دوسرے دن جب مشرق کا شہسوار ستاروں کی فوج کو شکست دے کر شعاع کا نیزہ ہاتھ میں لئے نکلا - محمود سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق ہوا کے گھوڑے پر سوار - چتر لگائے میدانِ جنگ میں آ کر کھڑا ہؤا + نقارے پر چوٹ پڑی - کہ دل سینوں میں دہل گئے - دلیروں نے قلعے کی طرف بڑھ کر ایسے تیر برسانے شروع کئے - کہ ہندوؤں کو فصیل چھوڑتے ہی

بن آئی - قلعے سے مندر میں بھی راہ تھی - سب گھبرا کر اُدھر گھس گئے - مسلمان جھٹ سیڑھیاں لگا کمندیں ڈال فصیلوں پر چڑھ گئے - اور اللہ اکبر - اللہ اکبر کے نعرے مارنے شروع کئے - کہ قلعے سے لے کر کوہ و دشت تک گونج اٹھا + تکبیر کی آواز سے برہمنوں اور پانڈوں کے دلوں میں گیان دھرم کی آگ سے ایک دُھواں اُٹھا - اور راجپوتوں کے دلوں میں خون غیرت نے جوش مارا - دفعتہً آگ بگولا ہو کر دوڑے جو تیر انداز فصیل پر کھڑے تھے - اُن سے آتے ہی چھری کٹاری ہو گئے - اور سب کو کاٹ کر نیچے گرا دیا - پھر تو اُدھر سے آتشبازی کے بان اور رال کی ہانڈیاں تھیں - اور اِدھر سے تیروں کی بوچھاڑ اور برچھیوں کی بجلیاں + عالم گرد و غبار سے اندھیرا ہو گیا - اور لڑائی برابر ترازو کے تول تلی ہوئی تھی - مگر قلعے کا پلّہ بھاری تھا - کہ اتنے میں شام نے آ کر اندھیرے کی سپر بیچ میں رکھ دی + دونو لشکر اپنے اپنے مقام پر آئے - شبخون کی روک تھام کا بندوبست ہوا - حکم تھا - کہ چراغ کا تو کیا ذکر ہے - آگ کی چنگاری تک نہ چمکنے پائے - مگر دلوں کی بیقراری اور مایوسی کچھ کہی نہ جاتی تھی - اِدھر تو محمود کے لشکری سناٹے میں تھے - کہ کہاں وہ کوہ و دشتِ پُر بہار اور خدائی گلزار - کہاں یہ ریگستان بیابان! گھروں سے ہزاروں کوس آن پڑے - اللہ ہے - جو پھر بھی اہل و عیال کا منہ دیکھنا نصیب ہو! روے طمع سیاہ جس نے یہ دن دکھایا! لوٹ کا لالچ نہ ہوتا - تو کیوں اس بلا میں پڑتے!

کرنے تو کر بیٹھے - مگر دیکھئے - کہ اب اُونٹ کس کروٹ بیٹھے!
اُدھر قلعہ بند بچارے مصیبت کے مارے جانوں سے ہراس
بیٹھے تھے - اور کہتے تھے - ہے نرنکار! یہ آسمانی بلا کہاں سے
آگئی - ہم تو اپنے گھروں میں آرام سے رام رام کی سمرن جپتے
تھے! تو ہی اس آفت کو ٹالے تو ٹالے! تیرے سوا کس
کا آسرا ہے۔ غرض دونو طرف سناٹے کا عالم تھا - اندھیری
رات میں سنسان جنگل سائیں سائیں کرتا تھا - اور گھوڑے
سے لے کر اونٹ تک سانس نہ لیتا تھا - ہاں
تدبیروں کے قاصد اور کاغذ کے گھوڑے دوڑ رہے تھے -
قلعے والوں کو رات بھر نیند نہ آئی - دیس دیس کے ٹھاکروں
اور راجاؤں کو چٹھیاں لکھیں - کہ یہی وقت ہے - اگر
آج دھرم کی لاج نہ رکھی - تو کب رکھوگے + اِدھر
آدھی رات تھی - جو محمود کی آنکھ کھلی - دِل گھبرایا -
اور اُسی وقت سردارانِ لشکر کو بلا کر کہا - کہ صبح سر پر
کھڑی ہے - بندوبست کرنا چاہئے - کہ میدانِ جنگ کس ڈھنگ
پر ڈالا جائے + وزیر نے ہاتھ باندھ کر عرض کی - کہ جس طرح
ہو سکے - اس لڑائی کا فیصلہ جلد کرنا چاہئے - ملک بیگانہ ہے
اور عرصہ دور کا ہے - جس قدر دیر ہوگی - ہیبت ہماری
کم اور جمعیت گھٹتی جائیگی - اور دشمن کی امدادیں پہنچ کر
قوت بڑھتی جائیگی - ایک ایک سپاہی کے دل پر غلام کی
نظر ہے - دیکھتا ہوں - کہ رفیقوں کے جی چھوٹے جاتے
ہیں + محمود نے اس رائے کو نہایت پسند کیا - اور سب
نے تائید کی - اُسی وقت پس و پیش اور یمین و یسار

کی تقسیم ہو کر ڈیرے ڈیرے میں حکم پہنچ گیا - کہ صبح نور کے تڑکے قلعے پر دھاوا ہو جائے ÷ راتوں رات سینکڑوں سیڑھیاں اور کمندیں اور ہزاروں فولادی میخیں تیار ہو گئیں ÷ تمام رات بہادروں نے ہتھیاروں کی تیاری میں کاٹی - جب پچھلی پہر رات باقی رہی - تو ستاروں کے پہرہ دار اپنے اپنے پہروں پر قائم تھے - جو محمود نے وضو کر کے دوگانہ نماز کا ادا کیا سلاحِ جنگ زیب بدن کرتے ہی سواری کا حکم دیا + اُدھر صبح کی سپیدی مشرق سے نمودار ہوئی - اِدھر سُرخ پھریرا نشان جنگ کا ہوا میں لہرایا ÷ جب سپہ سالار کو تیسرا حکم پہنچا - تو اُس نے خود کرنا ہاتھ میں لے کر مُنہ پر رکھی - اور جس طرف سے کہ دھاوے کا موقع تھا - اُدھر سے پہلو دے کر دوسرے رُخ سے لڑائی ڈالی + محمود بذاتِ خاص ایک رسالہ لے کر الگ کھڑا ہوا - کہ جب قلعے والے فوج کی طرف جھکیں - تو یہ اُدھر سے کمندیں ڈال کر اندر جا پڑے + قلعے میں بھی تمام رات آنکھوں میں کٹی تھی - پانڈے - پُجاری - برہمن - راجپوت دھاوے کا غل سُن کر گھبرا گئے - پہلے تو سب مندر کی طرف دوڑے اور سومناتھ کی پرماتما سے لپٹ کر زار زار روئے - کوئی پاؤں میں لوٹتا تھا - کوئی راز و نیاز سے کھڑا دعا مانگ رہا تھا - آخر روتے دھوتے باہر نکلے - جدھر کو دھاوے کا زور دیکھا سب کے سب اُدھر ہی اُمنڈ پڑے - اور لڑائی شروع ہو گئی ÷ چاروں طرف سے خبریں چلی آتی تھیں - اور تدبیر کی نظر ہر طرف برابر دوڑ رہی تھی - اتنے میں ایک بکٹ پہرے کے سپاہی نے محمود کو ہیبت دی - کہ اُدھر سے غبار نمودار ہوا

ہے - اور رُخ اُس کا اسی طرف معلوم ہوتا ہے - عجب نہیں - کہ کوئی راجہ قلعے کی مدد کو پہنچا ہو - اُسی وقت سانڈنی سوار اور ہرکارے دوڑ گئے - دم کے دم میں پھر کر آئے - اور خبر لائے - کہ فلاں فلاں شہر کے راجا اس اس قدر فوج کی جمعیت سے آن پہنچے + شاہِ باتدبیر نے اس خبر کو یہیں بند رکھا - کہ اگر لڑتی ہوئی فوج کو یہ خبر وحشت ناک پہنچی - تو سارے لشکر میں ہل چل پڑ جائیگی - فوراً اپنی رکاب کی فوج لے کر برق و باد کی طرح لپکا - اور اُس کالی آندھی کے سامنے جا کر پہاڑ کی طرح ڈٹ گیا + اوّل پیغام بھیجا - کہ اس وقت قلعے والوں سے ہمارا مقابلہ ہو رہا ہے - شایان جوانمردی یہ ہے - کہ جب تک ہم اُدھر سے فارغ نہ ہو لیں - تم ہم پر حملہ نہ کرو + انہوں نے کہلا بھیجا - کہ قلعہ اور ہم کچھ جدا نہیں - زبانی باتیں نہ بناؤ - مرد ہو - تو تلوار لے کر سامنے آؤ + محمود کو اتنی فرصت بھی کافی تھی - یہ دایاں بایاں سرداروں کو بانٹ فوج کا قلعہ باندھ تلب میں قائم ہو چکا تھا - اِدھر سے کرنا اور اُدھر سے نرسنگا لڑائی کا پھونکا گیا + پہلے تو تیر و خدنگ سے پیغام و سلام موت کے آئے - مگر اُدھر ہندوستان کے سور بیر - اِدھر ترک طرّار اور افغان خونخوار بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے - جنگ کا ہنگامہ گرم ہوا + تلوار کی آنچ سے خود و زرہ کے نیچے بدن بہادروں کے جل اُٹھے - اور خون پانی ہو کر بہ گئے - کہ دفعۃً ایک طرف سے پھر غبار اُٹھا - سب کی آنکھیں اُدھر لگ گئیں + جب غبار کے دامن کو مقراضِ ہوا نے چاک کیا - اور گرد کے گریبان سے نشان

لشکر نے سر نکالا - تو معلوم ہوا - کہ نہر والے کا راجہ بھی آیا +
اس خبر کو سن کر کیا ترک کیا افغان سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے
اور محمود کے بھی اوسان کھول گئے - اور پھر سنبھلا + اُدھر تو جو
فوج قلعے پر لڑ رہی تھی - اُسے پیغام بھیجا - کہ قلعے کا پیچھا چھوڑ دو
اور یہاں کی خبر لو - اِدھر گھوڑے سے کود جبین نیاز کو اپنے خدا
کے سامنے خاک عجز پر رکھ دیا - اور دیر تک درگاہ الٰہی میں
بہ گریہ و زاری دعا مانگتا رہا + بعد ازاں اُٹھا - اور فوج کی طرف
مخاطب ہو کر کہا - کہ اے شیرو! دلیرو! دیکھو - دشمن نے
چاروں طرف سے گھیر لیا ہے - خراسان اور ترکستان یہاں سے
سینکڑوں نہیں - ہزاروں کوس کا پلہ ہے - اگر پر بھی لگا کر
اڑو گے - تو بھی جان لیکر وہاں نہ پہنچ سکو گے + اے مسلمانو!
با ایمانو! اب سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کے کسی کا سہارا نہیں
یا اس کا آسرا ہے - یا ہمت مردانہ اور بازوے دلیرانہ کا -
بھاگ کر مرنے سے مار کر مرنا بہتر ہے - نام تو رہیگا - کہ غازی
بھی ہوئے اور شہید بھی + دیکھو - اس میدان سے گھر دور ہے -
مگر بہشت قریب ہے - شہادت کا تاج لو اور بہشت میں داخل
ہو + اس تقریر کا افسوں اس وقت پر ایسا کام آیا - کہ ٹوٹی
ہوئی کمریں پھر بندھ گئیں - سب یک دل و یک جان ہو کر
ٹوٹ پڑے - اور ایسا جی توڑ کر حملہ کیا - کہ ایک دھاوے میں
پانچ ہزار کا کھیت ڈال دیا - جو باقی رہے - اُن کے پاؤں اُکھڑ گئے
فتحیابوں نے کئی کوس تک پیچھا کیا - زخمیوں کی کمریں ٹٹول
ٹٹول کر اور مُردوں کی ہمیانیاں کھول کھول کر کمریں خوب
ٹھوک ٹھوک کر بھرے + قیدیوں کو کون پکڑتا - کہ

پہلے ہی غزنی کے گھر بار اور ایران - توران کے بازار لونڈی غلاموں سے بھرے پڑے تھے - اس فتح کا حال دیکھ کر قلعے والوں کی رہی سہی آس بھی ٹوٹ گئی + محمود مع فوج کے فتح کا نقارہ بجاتا قلعے میں داخل ہوا - اور دروازے پر نشانِ محمودی لہرانے لگا + اب دل کو تاب کہاں تھی - سیدھا مندر میں پہنچا + عمارت کی شان و شوکت دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں + چھپن ستونوں پر گنبدی چھت بیضۂ عنقا کی طرح دھری تھی کہ ہر ستون ایک ڈال سنگ مرمر کا تراشا ہوا تھا - اور سر سے پاؤں تک جواہرات سے مرصع تھا + پچی کاری کی گلکاری چین کے نقش و نگار مٹاتی تھی - اور کندن کی ڈلک ستاروں پر آنکھ مارتی تھی + بیچوں بیچ میں ایک جڑاؤ زنجیر لٹکتی تھی - اس میں ایک سونے کا چراغ دن رات دھڑ دھڑ جلتا تھا + خدا جانے کن وقتوں سے اسی طرح روشن چلا آتا تھا - جس کی قسمت میں آج کے دن اس آندھی سے گل ہونا لکھا تھا دروازے کے سامنے سومناتھ دیوتا کھڑے تھے - جن کا قد پورا پانچ گز کا تھا - کہ دو گز زمین میں اور تین گز باہر نمودار تھے - محمود نے خود ایک تیر کمان میں جوڑ کر اُس کی ناک پر مارا - اور توڑنے کا حکم دیا - تمام پجاری بچارے دوڑ کر پاؤں پر گر پڑے - اور کہا - کہ اسے نہ توڑو اور بہت سے خزانے نذرانے لو + وزیر نے بھی سفارش کی - مگر بادشاہ نے سوچ کر کہا - کہ میرے نزدیک بت فروش نام پانے سے بُت شکن ہونا بہتر ہے - یہ کہ کر گرز فولادی جو ہاتھ میں تھا - اس زور سے مارا -

کہ وہ پرتما جو سونے کی ڈھی اور اندر سے کھوکھلی تھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑی + اقبال کے خزانے پر نظر کرو۔ کہ جو روپیہ پجاری دبتے تھے ۔ اُس سے چند درچند زیادہ کا جواہرات اُس میں سے نکل پڑا + محمود مارے خوشی کے باغ باغ ہو گیا + دو ٹکڑے اس کے کئے اور مدینے بھیجے ۔ اور دو غزنی کو بھجوائے ۔ کہ ایک جامع مسجد[1] اور ایک دیوان عام کے دروازے پر ڈال دیں + زر و جواہر اور مال و دولت اس قدر ہاتھ آیا ۔ کہ تمام عمر کی لوٹ کو بھول گیا ۔ اور چند روز کے بعد غزنی کو پھرا + جب ان لڑائیوں اور فتحیابیوں کی دفتر تقدیر میں جگہ نہ رہی ۔ تو خاتمے کا وقت آیا +

سنہ ۱۰۳۰ء ۲۱ ہمھ میں ۶۳ برس کی عمر ۳۲ برس کی سلطنت کے بعد پیمانۂ عمر لبریز ہوا ۔ اور مرض نے ایسا زور پکڑا ۔ کہ اُسے بھی زندگی کی آس نہ رہی + حکم دیا ۔ کہ سارے جواہر خانے اور دولت کے خزانے لاکر دربار میں سجاؤ + ان خدائی خزانوں کی کونسے مکان میں سمائی ہوتی ۔ باہر شہر کے ایک میدان میں خیمے ۔ ڈیرے ۔ شامیانے ۔ سراپردے کھڑے ہو گئے ۔ کشمیری + پشمینے ۔ بانات ۔ سقرلات ۔ اطلس فرنگی ۔ دیبائے رومی کاشانی مخمل ۔ ایرانی قالین ۔ فرش فروش ۔ پردوں اور آئین بندی سے نگار خانۂ چین کر دیا + ہزاروں لاکھوں روپے کے توڑے ۔ اشرفیوں کی تھیلیاں ۔ شیشے اور بلّور کی ڈبیوں

[1] تاریخ فرشتہ کا مصنف گیارھویں صدی ہجری میں لکھتا ہے ۔ کہ اب تک وہ ٹکڑا مقام مذکور پر پڑا ہے +

ہیں لعلِ بدخشاں - جواہرِ آبدار - گوہرِ شاہوار - تاجِ مرصع - جڑاؤ تخت - سونے چاندی کی کرسیاں - اس کے علاوہ ہزاروں نادر نفائس اور گراں بہا عجائب سے اس مقام کو ایسا سجایا - کہ طلسمات کا عالم ہوگیا + وہ محمود جس کی ران کے نیچے عمر بھر اقبال کا گھوڑا بجلی کی طرح چمکتا رہا - ایک نالکی میں تصویرِ بیجاں کی طرح بیٹھا ہوا آیا + گلاب سے چہرے پر مردنی چھائی تھی - اور آنکھوں سے حسرت ٹپکتی تھی - غلاموں نے بغلوں میں ہاتھ دیکر اُٹھایا - عصا کے آسرے سے آہستہ آہستہ آیا - اور تکیوں کے سہارے سے تخت زر نگار پر بیٹھ گیا - ضعف کے مارے پیشانی پر پسینہ آتا تھا - اور رومال سے پونچھتا جاتا تھا - وہ اُمرا کہ خونریزیوں کی مصیبتوں میں جان و تن سے شریک رہے تھے - سر جھکائے کھڑے تھے - اور سب پر ایک اداسی کا عالم چھایا ہوا تھا + محمود نے پہلے تمام دربار کو نظر یاس سے دیکھا - پھر جو نقد و جواہر خلق خدا کے کلیجوں میں ہاتھ ڈال ڈال کر اکٹھے کئے تھے - اُن پر نظر ڈالی - مگر جدھر نگاہ جا پڑتی تھی - اُٹھ نہ سکتی تھی - ٹھنڈے سانس بھرتا تھا - اور رہ جاتا تھا - پھر حکم دیا - کہ اصطبل اور فیل خانے اور شُتر خانے کے نادرات بھی لاؤ + وہ بھی زرکار جھولوں اور مرصع نگار زیور و ساز سے سجے ہوئے آئے + کثرت اُن کی کیا بیان ہو - کہ دور دور تک جنگل اور پہاڑ جگمگ جگمگ کرنے لگے - نالکی میں سوار ہو کر انہیں دیکھا - آہیں سرد بھریں - اور زار زار رودیا - مگر حیف! کہ ہاتھ نہ اُٹھا - جو ایک پیسہ کسی کو دیتا - آخر جان دی اور دُنیا سے کوچ کیا +

شہاب الدّین غوری

جب غزنوی حکومت میں ضعف آیا۔ تو غیاث الدّین اور شہاب الدّین دو بھائی غور کے خاندان سے نکل کر تخت غزنی پر قائم ہو گئے۔ ان میں سے غیاث الدّین تو تاجدار تھا۔ اور شہاب الدّین سپہداری کر کے بڑے بھائی کی اطاعت کا حق ادا کرتا تھا۔ شہاب الدّین نے پنجاب میں آ کر کئی معرکے مارے۔ اور سنا۔ کہ بٹھنڈا قدیم سے راجگان عظیم الشان کا دارالسلطنت چلا آتا ہے۔ چنانچہ اُس پر فوج کشی کی۔ اور جنگِ عظیم کے بعد فتحیاب ہؤا۔ سب بندوبستوں سے فارغ ہو کر ایک دن دربار عام کیا۔ امیر و وزیر۔ سپہ سالار۔ بخشی سب اپنے اپنے عہدوں پر حاضر تھے۔ اور گفتگو یہ ہو رہی تھی۔ کہ دارالخلافے کو چلنے کے لئے کونسی تاریخ مقرر کی جائے۔ دفعتہً سرحد کے سردار کا عریضہ پہنچا۔ کہ رائے پتھورا والئے اجمیر اپنے بھائی کھانڈے رائے حاکم دہلی کو ساتھ لیکر دو لاکھ فوج جرّار اور تین ہزار فیل جنگی سے بٹھنڈے کے چھڑانے کو آندھی اور بھونچال کی طرح چلا آتا ہے۔ اقبالِ خداوندی کی توجّہ واجب ہے۔ نہیں تو اس ملک ہند میں زن و بچّے مسلمانوں کے تباہ ہو جائینگے۔ بادشاہ نے اُسی وقت لشکر اسلام میں منادی کر دی کہ جب تک اس مہم کا فیصلہ خاطر خواہ نہ ہو جائے۔ مسلمان با ایمان کو غزنی کی طرف قدم اُٹھانا حرام ہے۔ ساتھ ہی لشکر کی تیّاری کا حکم اور رستے کے کارداروں کے نام سامان رسد کے حکمنامے جاری ہو گئے۔ لشکر جرّار نہ منزل بہ منزل

بلکہ یلغار کرتا جاتا تھا۔ جو انبالے کے ڈیروں پہ خبر لگی۔ کہ لشکر راجہ کا پانی پت کے مقام پر ہے۔ مگر فیل خانہ کرناں میں آگیا ٭ بادشاہ نے وہیں مقام کر دیا۔ اور فوج کو پس و پیش سے درست کرکے کوچ بکوچ آگے بڑھا۔ تلاوڑی[1] کے میدان میں دونو لشکروں کا آمنا سامنا ہوگیا ٭ دن مورچوں کی درستی میں گزرا۔ شام کو سب نے گھوڑوں کے تنگ ڈھیلے کردئے دانہ چڑھا زین پوش بچھا کر بیٹھ گئے۔ باگ ڈوریں زانوؤں سے باندھ لیں۔ اور خورجیوں سے روٹیاں نکال کر کھانے لگے۔ شہاب الدین ابھی خاصے ہی پر تھا۔ کہ گشت کے سواروں نے دشمن کی فوج کے چند گھسیارے اور لکڑہارے جنگل سے پکڑ کر حاضر کئے ٭ سواروں کو انعام دیکر رخصت کیا۔ اور اُن لوگوں کو مودھی کے سپرد کیا۔ کہ جو کچھ مانگیں۔ انہیں کھلاؤ پلاؤ ٭ آدھی بجے سامنے بلایا۔ سب کے سب جنگلی گنوار تھے۔ مگر دو بڈھے ہوشیار اور تجربہ کار نکلے۔ کہ جن سے لشکر کے اُتارے کا رُخ۔ فوج کی تعداد۔ پیچھے کی مدد۔ رسد کے بندوبست غرض ڈیرے ڈیرے کا حال معلوم کر لیا ٭ تمام رات فوج کی قسمت اور مورچوں کی تقسیم میں گزری۔ پچھلی پہر رات تھی۔ کہ کمر بندی کا حکم پہنچا۔ صبح ہوتے ہوتے تمام لشکر کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدان میں جم گیا ٭ آگے پیچھے۔ دائیں بائیں ہر ایک سردار اپنی اپنی فوج کو سنبھالے تھا۔ خود صاحبِ لشکر زرہ بکتر۔ چار آئینہ سجے۔ سر پر خودِ فولادی۔ کمر میں شمشیر اصفہانی۔ پشت پر سپر۔ کندھے پر کمان۔ زین پر

---

[1] اُس زمانے میں اسے ترائن کہتے تھے ٭

گرزِ گاؤ سر دھرا - کمندِ ابریشمی شکار بند میں آویزاں - علم
کے سائے کے نیچے نیزہ تانے کھڑا تھا - اور اسپِ عربی جس
پر پوست پلنگ کی پاکھر پڑی تھی - رانوں میں سے نکلا جاتا
تھا + اُدھر حریف کے لشکر میں پہلے ہاتھیوں کی قطار - بعد
اُس کے رتھیں اور بہلیاں - پیادہ اور سوار فوج تھی - کہ
جس کا شمار سوائے منشئ تقدیر کے کسی کو معلوم نہیں - ہاں
سلسلۂ انتظام اُس کا خاص ایک شخص کی چٹکی میں تھا - کہ
جدھر چاہے - اُدھر جھونک دے - بیچوں بیچ میں ہند کا سیناپتی
نگہ سر سے پاؤں تک اوپچی بنا ہوا - زرد دگلے پر چلتا اور اس
پر زرہ بکتر - چار آئینہ سجے - راجپوتی ایک پیچ بھون پر رکھے -
کمر میں ایک طرف سروہی کی تلوار - دوسری طرف کھانڈا اور کٹار
پشت پر گینڈے کی ڈھال - سورج مکھی کے سائے میں ہاتھی
پر بیٹھا - دونو لشکروں کو نظر غور سے دیکھ رہا تھا + آخر
نہ رہ سکا - اور تڑپ کر ہاتھی سے کود گھوڑے پر سوار ہوا -
بھائی کو ہاتھی پر بٹھا دیا - آپ دکھنی گھوڑی اُڑاتا - سپاہ گری
کا بانکپن دکھاتا - بھالے کے ہاتھ نکالتا ہوا دائیں سے بائیں
اور بائیں سے دائیں تک ایک چکّر لگایا - اور سامنے لشکر کے
کھڑے ہو کر اہلِ لشکر کے دلوں کو اس طرح بڑھایا - کہ
اے راجپوتوں کے سپوتو! پہاڑوں کے افغان اور تاتار کے
ترکوں کا سامنا ہے - ملیچھ مسلمان ہیں اور سب دھرم کے بھرشٹ
کرنے پر کمریں باندھ کر آئے ہیں - ابھی تک تمہاری
سرحد پر کھڑے ہیں - اگر ہمت کرو - تو کچھ مال نہیں خرگوشوں
کی طرح جھاڑیوں میں بھگا بھگا کر مار لوگے - اور اگر ایک

قدم تمہارا ہٹا - تو پاؤں اُن کے ہمارے تمہارے گھروں میں -
اور ہاتھ ننگ و ناموس میں رہیں - آج دھرم گیان کی لاج تمہاری
تلوار کی باڑ پر ہے - مارو مارو دم نہ لو اور جانے دو + راجہ ابھی
یہ تقریر تمام نہ کرچکا تھا - کہ اتنے میں لشکر شاہی کے بائیں
ہاتھ پر جو افغان پرا جمائے کھڑے تھے - آگے بڑھے - اور خلجیوں
نے بھی باگیں لیں + انہیں دیکھ کر راجپوت بہادروں کے
سپوت جن کی تلواریں میانوں میں مچھلی کی طرح تڑپی جاتی تھیں -
ہاتھیوں کی صف کو چیر کر نکل آئے - تیر برساتے ہوئے دوڑے - اور
ایک دم میں برچھیوں پر لے لیا + جب یہ حال دیکھا - تو افغان پیچھے
ہٹے - اور خلجیوں کے پرے نے بھی گونگٹ کھایا - مگر سپہ دار
نے سپاہ قلب میں اسی طرح جما ہوا تیر مارے جاتا تھا - جو
ایک مصاحب نے آکر عرض کی - کہ افغانوں اور خلجیوں نے
پیٹھ دکھائی - جن نمک خواروں سرداروں سے پسینے کی جگہ
خون گرانے کی امید تھی - وہ جان بچا کر بھاگ گئے - دشمن
چڑھا چلا آتا ہے - حضور اب کس کی راہ دیکھتے ہیں؟ برائے خدا
گھوڑے کی باگ پھیریئے - اب لاہور میں پہنچ کر بد اندیشوں کا
بندوبست قرار واقعی ہو جائیگا + یہ سنتے ہی بادشاہ شعلے کی
طرح بھڑک اُٹھا - رہی سہی فوج کو سمیٹ کر للکارا - اور گھوڑے
کو ڈپٹا کر برق کی طرح دشمن پر جا پڑا - نیزے اور شمشیر
سے گزر کر فقط خنجر اور کٹار پر نوبت آگئی - اتنے میں
کھانڈے راؤ کی نظر بادشاہ پر پڑی - فیلبان کو آواز دی -
کہ خبردار جانے نہ پائے + اس نے ہاتھی کو ریلا - شہاب الدین
بھی چمک کر اس طرح جھپٹا - کہ گھوڑے کے دونو ہاتھ ہاتھی کے

مستک پر بیٹھے - اور ہاتھی کے منہ میں ایسا نیزہ مارا - کہ کئی دانت اس کے ٹوٹ گئے - مگر خود زخم کاری کھایا - ڈگمگا کر گھوڑے سے گرا چاہتا تھا - ایک غلام باوفا جست کرکے پیچھے جا بیٹھا - اور گھوڑا اڑا کر برق کی طرح نظروں سے غائب ہوگیا + غرض بھاگے بھٹکے سپاہی اور ٹوٹا پھوٹا لشکر پھر لاہور میں آیا - اور یہاں کے ملک کا بندوبست کرکے غزنی کو روانہ ہوگیا - اس لڑائی میں تماشا یہ ہوا - کہ جن جن سرداروں کو بہادری اور جاں نثاری کے بڑے بڑے دعوے تھے - اور بادشاہ کو بھی ان پر بڑے بھروسے تھے - وہی میدان جنگ سے بھاگے تھے - چنانچہ غزنی میں پہنچکر علما سے فتوے طلب کیا - کہ جو مسلمان جہاد سے بھاگے - اُس کے لئے کیا حکم ہے ؟ سب نے کہا - کہ وہ گنہگار خدا ہے + بادشاہ نے حکم شرع ہاتھ میں لیا - اور تمام سرداروں کو گرفتار کیا - جَو اور چنے گھوڑوں کے توبڑوں میں ڈال کر انہیں چڑھوائے دئے - اور بازاروں میں چھوڑ دیا - کہ خاص و عام عبرت پکڑیں - اور جو نہ کھائے - اُس کا سر الگ پھر یہ سزا تو معاف ہوگئی - مگر دربار سے بند ہو گئے +

دوسرے برس سال نوروزی نے پلٹا کھایا - بادشاہ نے اندر ہی اندر سب سامان کر رکھے تھے - فہرست منگا کر دیکھی اور ہر کارخانے میں حکم کوچ کا بھیج دیا - آٹھویں دن خود سوار ہوا + جب پشاور میں پہنچا - تو ایک پیر مرد دیرینہ سال کہ غور ہی کے خاندان میں سے تھا - اور خلوت کی صحبتوں میں بے تکلف تھا - اُس نے عرض کی - کہ اس مہم میں سامان تو جنگ عظیم کا نظر آتا ہے - مگر کھلتا نہیں - کہ ارادہ کدھر کا ہے ؟ بادشاہ نے آہِ سرد

پھر کر کہا - کہ اے مردِ مسلم! عجب ہے - کہ اس سن و سال پر تیرا یہ سوال ہے - اگلے برس کی شکست تجھے یاد نہیں! آیا وہ صدمہ اسلام کے شیشۂ عزت کے لئے کچھ چھوٹا پتھر ہے؟ پھر قبا کے بند کھولے اور کہا - کہ دیکھ لے - اس دن سے آج تک نہیں نے کپڑے بدلے ہیں - نہ حرم سرا میں بستر پر سویا ہوں ÷ اس پیر مرد نے دعاے خیر دی - اور کہا - کہ اگر یہ بات ہے - تو اب مصلحت وقت کے بموجب کام کرنا چاہیئے - یعنی جو جو سردار غضبِ شاہی میں دربار سے بند ہوئے ہیں - اُنہیں پھر دربار میں بلا کر انعام دیجئے - اور ترقی کے وعدوں سے دل بڑھایئے کہ جان لڑا کر پہلے داغ کو دھوئیں - چنانچہ ملتان میں آکر چند مقام کئے - دربار عام کر کے سب سرداروں کو بلایا - اور کہا - کہ اے مسلمانو! سال گزشتہ میں جو داغ دامنِ اسلام پر آیا - سب پر روشن ہے - اور تدارک اُس کا ہر مومن مسلمان پر واجب ہے - وہ اگلی ندامت کے سبب سے کچھ کہہ نہ سکے مگر سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر سامنے سر جھکا دئے - غرض وہاں سے روانہ ہو کر لاہور پہنچا - اور سیّد قوام الملک رکن الدّین کو کہ تدبیر اور تقریر میں بے مثل تھا - ایلچی کر کے نامے کے ساتھ روانہ کیا ÷ نامے کا مضمون یہ - کہ میں بموجب حکم اپنے بڑے بھائی کے کہ میرے باپ کی جگہ ہے - اور خراسان سے پنجاب تک مسلمانوں کا بادشاہ ہے - فوج لیکر اس طرف آیا ہوں - راے پرتھی راج کہ راجگان ہندوستان میں مہاراجہ ہے - اُسے لکھا جاتا ہے کہ اسلام کی اطاعت کر کے اتفاق کا طریقہ قائم کرے - تاکہ خلقِ خدا کی آسائش میں خلل راہ نہ پائے - نہیں تو

ملک، خدا کا ہے - اور حکم خدا کا - تلوار دونو کا فیصلہ کریگی + جب، یہ مراسلہ راجہ کی نظر سے گزرا - تو بہت خفا ہؤا - اُدھر تو ایک جواب کہ پتھر اور لوہے سے بھی کڑا تھا - لکھ کر روانہ کیا - اور اِدھر راجگان ہندوستان کو جمع کر کے تین لاکھ راجپوت کا لشکر جن کی تلواروں سے خون ٹپکتا تھا - ہمراہ لے کر چلا + پہلی فتح کے بھروسے پر بہت سے راجا بہادرانہ رفاقت کے دم بھرتے مدد کو آئے + شہاب الدین بھی ادھر سے آگے بڑھا - اور نہر سرسوتی کو بیچ میں ڈال کر دونو لشکر آتر پڑے +

پرتھی راج نے بھی اوّل ایک خط اس مضمون کا لکھا - کہ حال اس فوج بیشمار کا سپہ دار اسلام کو معلوم ہؤا ہوگا - مگر اس کے علاوہ بھی تمام ہندوستان سے برابر فوجیں چلی آتی ہیں - ایک ایک راجپوت وہ من چلا بہادر ہے - جس کی تلوار کی کابل اور قندھار تک پناہ نہیں - یہ چند نامراد تنک بچّے اور افغان زادے جنہیں لوٹ کھسوٹ کا لالچ دے دے کر گھروں سے یہاں لایا ہے - چاہیئے - کہ ان کی جوانی اور ماں باپ کے بڑھاپے پر رحم کر کے یہیں سے پھر جائے - ہمیں بھی جوانمردی کی قسم ہے! کہ پیچھا نہ کرینگے - اور نہیں تو دیکھ لو - کہ آتش باری کے سامان بے شمار ہیں اور جنگی ہاتھی کچھ اوپر تین ہزار ہیں - اگر اس تحریر پر خیال کیا - تو بہتر ہے - نہیں تو یاد رہے - کہ ایک جاندار اس میدان سے جیتا نہ جائیگا + شہاب الدّین اس موقع پر دھیما ہؤا - اور جواب میں لکھا - کہ راجہ نے جو نیک صلاح دی - عین شفقت ہے - مگر سب پر روشن ہے - کہ اس لشکر کشی میں مجھے کچھ

اختیار نہیں - بھائی کے حکم سے اس مہم کا بوجھ سر پر لیا ہے
جب تک وہاں سے حکم نہ آئے - میں کچھ نہیں کر سکتا -
اس قدر مہلت ہو - کہ وہاں سے جواب آجائے - اس وقت
صلح اس عہد پر ہوجائیگی - کہ ملک پنجاب سرہند تک ہمارے
پاس رہے - باقی کل ہندوستان تمہارا + جب یہ کمزور جواب راجہ کے
پاس پہنچا - تمام اہلِ دربار ہنسنے لگے - اور لشکر میں فتح کی سی خوشیاں
ہوگئیں - بلکہ بےخبر ہو کر ڈیرے ڈیرے میں ناچ رنگ شروع
کر دئے - وہاں شہاب الدین نے سرِشام فوج کو کمر بندی کا
حکم دیکر خیمے ڈیرے سب قائم رکھے - اور راتوں رات کئی کوس
کا چکر دیکر دریا پار اتر گیا + صبح کو راجہ کے لشکر میں ابھی کوئی
بستر پر تھا - کوئی اشنان کو گیا تھا - کہ دفعتہً پہلو میں آدمامۂ
جنگی پر چوٹ لگا - اس زناٹے سے کرنا پھونکی - کہ سوتے جاگتے
سب اُچھل پڑے - تمام لشکر میں کھلبلی پڑ گئی + وہ لشکر بےشمار
ایسا دریا تھا - کہ ایک طرف کی ہل چل کی دوسری طرف خبر بھی
نہ ہوتی تھی - مگر راجہ نے اس وقت ہوش و حواس کو جمع کیا -
ذرا نہ گھبرایا - ایک فوج تو تیار کر کے سامنے کی اور باقی ساتی انبوہ
کو سمیٹ کر پھر میدان میں لا جمایا + ادھر شہاب الدین نے
فوج کے چار حصے کر کے چار سپہ سالاروں کے ماتحت قائم کر
دئے - کہ باری باری سے جائیں - اور اس لشکر کثیر کے
مقابل میں جان لڑائیں + راجپوت بہادر بھی اس میدان میں
دائیں بائیں سے درست ہو کر اس خوبصورتی اور بندوبست سے
ساتھ لڑے - کہ مسلمانوں کے جی چھوٹ چھوٹ گئے :: تب
شہاب الدین شکستہ کی صورت بنا کر پیچھے ہٹا - حریف نے پیچھا کیا جب

جمعیت ان کی بے انتظام ہوئی - تو دوسرے غول سے تازہ دم حملہ کیا - مگر جمعیت ہندوؤں کی بیشمار تھی - اس لئے اس سے بھی مطلب نہ حاصل ہوا + جب ٹھیک دوپہر ہوئی - تو رائے پرتھی راج ایک سو پچاس راجہ اور مہاراجہ کو لے کر ایک درخت کے سائے میں آیا - سب نے تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی - اور ایک ایک پیالہ شربت کا پی - پان کا بیڑا منہ میں - تلسی کی پتی زبان پر رکھ - کیسر کے ٹیکے پیشانیوں پر دئے + ادھر شہاب الدین بھی بارہ ہزار غلام خاص جن کے سروں پر فولادی خود جواہرات سے مرصع دھرے ہوئے تھے انھیں لیکر جدا ہوا + اوّل خود تاج شاہی اُتار کفن سر سے باندھا پھر شمشیر اصفہانی گھسیٹ میان اُس کا توڑ کر پھینک دیا + بادشاہ کا یہ حال دیکھتے ہی سب نے خود خورجیوں میں ڈال کر کفن سروں پر لپیٹ لئے - اور الیمانی تلواریں کھینچ ڈاڑھیاں منہ میں لے اس طرح جوش میں آکر حملہ کیا - کہ یا تو اپنی جگہ جمے کھڑے تھے - یا پلک مارنے خاص راجہ کے قلب لشکر میں جاکر دُھواں دھار ہوگئے - اور جو جو سرلشکر اِدھر اُدھر لڑ رہے تھے - وہ بھی دائیں بائیں زور دیکر گرے - اس گھمسان کا رن پڑا - کہ دم کے دم میں ہزاروں کا کھیت پڑ گیا - اگرچہ راجپوت تلوریوں نے بڑا ساکھا کیا - مگر انجام کو شکست کھائی + کھانڈے راؤ میدان جنگ میں بہادری کا حق ادا کرکے زندگی کے بوجھ سے سبکدوش ہوا - رائے پتھورا عربائے سرسوتی کے کنارے گرفتار ہوکر مارا گیا - تمام فوج پریشان ہوگئی - فتحیاب سپاہی شام تک قتل و غارت میں ہاتھ رنگتے رہے + بادشاہ نے راتوں رات لاہو

اور غزنی کو فتح نامے روانہ کرکے دوسرے دن لشکر کا انتظام کیا - اور آگے روانہ ہؤا + بعد ازاں اجمیر کو جو دارالخلافہ راجہ کا تھا - فتح کرتا ہؤا دلّی میں آیا - اور اِدھر ہی کے راجاؤں کو تاج بخشیاں کرتا کچھ اپنے حاکم بٹھاتا دلّی سے لاہور اور لاہور سے غزنی میں پہنچا + کئی برس کے بعد کو ہاٹ کے رستے ہندوستان سے پھرا ہؤا جاتا تھا - چند گکھڑ جن کی قوم کی کثرت اور غارتگری کا شہرہ اُس زمانے میں بڑے زور شور پر تھا - رات کو خیمہ پھاڑ کر چپکے سے اندر گھس گئے - اور بادشاہ کو مار ڈالا +

شہاب الدّین بھائی کے مرنے کے بعد ۱۲۰۲ء / ۵۹۹ھ میں بادشاہ ہؤا - اور ۱۲۰۶ء / ۶۰۲ھ میں قتل ہؤا +

علاء الدّین اور کولا دیوی

علاء الدّین خلجی ایک بادشاہ ہندوستان کا تھا - جب تخت پر بیٹھا - خزانوں کے منہ کھول دئے - اور داد و دہش کے ساتھ عیش و عشرت کی محفلیں گرم کر دیں + امن اور ارزانی اس کے عہد میں ایسی ہوئی - کہ کسی بادشاہ کو نصیب نہ ہوئی تھی + فتح نصیب ایسا - کہ سیت بند رامیشور پر جا کر مسجد کے مینار بلند کئے علما - فضلا - خدا پرست - شاعر - حکیم - گوئیے - نجومی - معمار غرض ہر فن کے صاحب کمال وہ پائے - کہ جن کا نظیر پھر نظر نہ آیا - چنانچہ اکثر علما کی کتابیں - نظام الدّین اولیا کے نصائح - امیر خسرو کی تصنیفات اب تک موجود ہیں + بادشاہی شان و شوکت کو بھی بہت بڑھایا - بلکہ ہاتھی پر عماری پہلے اُسی نے رکھی +

ہر چند خدائی کے سامان موجود تھے - مگر چونکہ دکن کا ملک وہ میدان تھا - جس میں چچا کے عہد میں اُس نے خود بڑے بڑے معرکے مارے ہوئے تھے - اس لئے اُس کو دل سے بھولا نہ تھا چنانچہ اپنے بھائی کو ایک لشکرِ جرّار دیکر روانہ کیا - اُس نے جاتے ہی گجرات پٹن کو فتح کر راجہ کرن کو بھگا تمام ملک دکن میں بھونچال ڈال دیا + فتحیاب آپ دیو گڑھ کو چلا - اور فتح نامہ شہنشاہ بھائی کو بھیجا - ساتھ اس کے دولت و مال - تحائف بے مثال - گھوڑے - ہاتھی - لونڈی غلام اس قدر روانہ کیئے + کہ جن کی تفصیل سوائے کاتب قدرت کے کسی دفتر میں نہ ہوگی + جب فتحنامہ پہنچا - تو بادشاہ بہت خوش ہوا - اور حکم دیا - کہ باہر شہر کے شامیانے کھڑے ہوں - کل سرِ دربار ملاحظہ کرینگے + دوسرے دن دربار عام ہوا - وزیر کے ہاتھ میں فردِ تھی - اور داروغہ ایک ایک چیز پیش کرتا تھا - کہ ایک جھرمٹ[1] عورتوں کا سامنے لائے - اور عرض کیا - کہ یہ بھی بندی میں آئی ہیں - خانہ بربادوں کی تباہی اور شکستہ حالی کا کیا پوچھنا - مگر ان ہی میں ایک بی بی نظر آئی - کہ اگرچہ اس عالم میں ہے - مگر سب عورتیں ادب کے ساتھ اُسے بیچ میں لئے ہیں - اور وہ بھی اپنے تئیں حیا کی چادر میں اس طرح چھپائے ہے - کہ دیکھنے والے کی آنکھ خود بخود جھپک جاتی ہے + بادشاہ نے حیران ہوکر اُس کا حال پوچھا + ایک سن رسیدہ عورت آگے بڑھ کر کچھ بولنے کو ہوئی - مگر اُسی بی بی نے چپکے سے ایسا کچھ کہا کہ بڑھیا خاموش ہوگئی + بادشاہ سمجھ گیا - کہ یہ حیا والی

[1] ایک گروہ +

پردہ نشین ضرور محلوں کی مسند نشین ہے - زمانے کی گردش نے یہ دن دکھایا ہے - اُسی وقت خواجہ سرا کو حکم دیا - کہ سب کو قید خانے ہیں - مگر اس بی بی کو عزت و حرمت سے حرم سرا میں لے جاؤ - اور مفصل حال عرض کرو + جب خواجہ سرا حکم لیکر پہنچا - تو اُس حمیت والی نے کہا - کہ مصیبت و ذلت کے وقت میں ان لوگوں نے میرا ساتھ نہ چھوڑا - میں عزت کے وقت میں انہیں چھوڑوں - ہمت اور حمیت سے بعید ہے + یہ سن کر بادشاہ اور بھی حیران ہؤا - اور تمام اہل دربار نے عورت کی ہمت مردانہ پر آفرین کی - غرض اس کی بدولت سب بیبیاں عزت اور حرمت سے حرم سرا میں داخل ہوئیں + بادشاہ نے محل کی سب بیگمات کو حکم دیا - کہ جا کر اس سے ملیں - اور دلداری اور خاطرداری کر کے حقیقت معلوم کریں + انجام کو یہ کھلا - کہ وہ بی بی کولا دیوی نام راجہ کرن کی مہارانی ہے - باقی سب عورتیں امیروں اور وزیروں کی بی بیاں اور اس کی سہیلیاں ہیں + بادشاہ اس نیک بخت کی ہمت و حمیت اور سلیقے اور لیاقت کا قائل ہو گیا - اس وقت تو نہ بولا - مگر کئی دن کے بعد حرم سرا کی بی بیوں کے ہاتھ پیغام بھیجا - کہ قضائے الٰہی سے جو ہونا تھا - سو ہؤا - اب اس محل کو اپنا محل سمجھو - اور جس طرح وہاں کے راج میں رانی تھیں یہاں بادشاہ بیگم ہو کر حکمرانی کرو +

رانی سنتے ہی آگ بگولا ہو گئی - اور کہا کہ خبردار! پھر یہ بات منہ سے نہ نکالنا - ننگ و ناموس کا مقدمہ ہے - قسمت جس طرح چاہے - خاک میں ملائے - مگر راجپوت کی مٹی سے یہ بے آبروئی

کبھی نہ اُٹھیگی - جان پر کھیل جانا کتنی بڑی بات ہے - مال صدقۂ جان ہے - اور جان حرمت پر قربان ہے - اگر بادشاہ نے ایسا ارادہ کیا - تو دیکھ لو - ہیرے کی انگوٹھی میری انگلی میں ہے - ایک کنی میں کام تمام ہوتا ہے - غرض یہ کہ کر رانی نے اس طرح تیور بدلے - کہ جو عورت پیام لائی تھی - اپنا سا مُنہ لے کر چُپ چلی آئی + یہ جواب سُن کر بادشاہ تو ایسا مایوس ہُوا - کہ سب سلطنت کا کاروبار بھول گیا - مگر وزیر کو یہ پتا لگا - کہ وہی سن رسیدہ عورت جو ساتھ ہے - اُس نے رانی کو پالا ہے - اگر نکلے - تو اُسی کی معرفت کام نکلے + کئی باتمیز عورتوں کو سمجھا بجھا کر بھیجا - چنانچہ وہ گئیں - اور بڑھیا سے مل کر آمد و رفت کی راہ نکالی + دُنیا کے لوگ جسے جادو طلسم کہتے ہیں - وہ درحقیقت روپے کے حرفوں میں بند ہے چنانچہ دو تین ہی دن میں اُس نے حامی بھر لی - اور کہا کہ خیر بادشاہ سے کہ دو اتنا گھبراؤ نہیں - اگر دم میں دم ہے - تو ایک دن رانی کو حضور کے پہلو میں لا بٹھاتی ہوں + اِدھر وقت بے وقت رانی کو سمجھانا شروع کیا - اور ایک دن صاف صاف کہا - کہ دھرم کی آن تو جانی تھی - سو جا چکی - اب پردہ ننگ و ناموس کا ہے - تو اسی میں ہے کہ جیسی پڑے - ویسی بندہ سہے - آگے جو مرضی خدا کی + غرض آہستہ آہستہ ایسے باغ سبز دکھائے - کہ پری شیشے میں اُتر آئی - یعنی اُس نے بھی منظور کر لیا - چنانچہ بادشاہ کی چچی دُلہن کی ماں بنی - اور بادشاہی رسم و رسوم کے بموجب شاہانہ دھوم دھام سے دونو کا بیاہ ہوگیا +

پدمنی

رانی نے جوہر کر کے خاندان کی آن پر جان قربان کی ٭
بادشاہ کے نام پر چچا کے خون کا دھبا ایسا لگا تھا۔ کہ اُس کے مٹانے اور سب کا دل ہاتھ میں لانے کا بڑا خیال تھا۔ چنانچہ اس نظر سے اکثر عیش و عشرت کی محفلیں کرتا تھا۔ اور ان جلسوں پر انعام و اکرام کے رنگ چڑھاتا تھا ٭ اسی عالم میں کسی خوشامد خورے نے عرض کی۔ کہ چتوڑ کے راجہ کے محلوں میں اگرچہ بہت سی رانیاں ہیں۔ مگر ایک رانی پدمنی نام ہے۔ کہ حسن و جمال میں دن کو مہر نیمروز اور رات کو ماہِ تمام ہے ٭ قاعدہ ہے۔ کہ جوں جوں انسان بڈھا ہوتا ہے۔ حرص جوان ہوتی ہے۔ بادشاہ یہ سنتے ہی مشتاق ہوگیا۔ لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔ اور خود فوج لے کر چتوڑ پر چلا ٭ چند لڑائیوں کے بعد راجہ مقابلے کی تاب نہ لایا۔ اور آخر کو قلعہ نشین ہوا ٭ بادشاہ نے چاروں طرف فوجیں ڈال دیں۔ اور سخت محاصرہ کر کے پیغام بھیجا۔ کہ اب بھی اگر پدمنی کو شاہی محل میں داخل کردو۔ تو اسی وقت محاصرہ اُٹھ جائے۔ اور راج پاٹ بدستور قائم رہے۔ چنانچہ بہت سے پیغام سلاموں کے بعد یہ ٹھیری۔ کہ بادشاہ خود قلعے میں جائے۔ پدمنی آئینے میں اپنی صورت دکھائے۔ اور صلح ہو جائے —

علاء الدین چند امیروں کو لے کر قلعے میں گیا۔ راجہ نے بڑی عزت و احترام سے ملاقات کی۔ دونو تاجدار اکیلے بیٹھے۔ آئینہ آگے رکھا گیا۔ اور وہ عالم تصویر گھونگھٹ نکالے خنجر آبدار ہاتھ

میں لئے پیچھے آکر کھڑی ہوئی - اس کے یہ معنی کہ اگر بادشاہ
اس کے پکڑنے کا ارادہ کرے تو اُسی وقت جان پر کھیل جائے
غرض اُس کے جمال کو دیکھ کر بادشاہ آئینے کی طرح حیران
رہ گیا - بلکہ اشتیاق کا شعلہ ایسا بھڑکا - کہ ایمان نے عہد
و پیمان کو وہیں طاق پر رکھا - اور مروت کے گھر کو آگ
لگا دی + چونکہ راجہ کا اقبال مُنہ پھیر چکا تھا - اور قید ہو
کر دلّی کا آب و دانہ کھانا تھا - تدبیر کی کوتاہی اور تقدیر
کا پیچ ایسا پڑا - کہ رانی تو نہ ہاتھ آئی - مگر راجہ بیچارہ پھندے
میں پھنس گیا - گھر اور گھرانہ ویران ہوگیا - اور رفیق
یگانے جنگل پہاڑ میں پریشان ہوگئے + بادشاہ اسے دلّی
میں لے آیا + اور یہاں آکر پھر تشدّد کیا - کہ رانی کو
منگا دو + قید بڑی بلا ہوتی ہے - ناچار بچارے نے منظور
کرلیا - اور جو جو نول کے پورے پہاڑوں میں اڑے بیٹھے تھے
انہیں کہلا بھیجا + وہ سب سُن کر پہلے بہت روئے - اور کہا -
کہ خدا جانے راجہ کو کیا ہوگیا - راجپوت کا نام ڈبو دیا - پھر
تجویز یہ ٹھیرائی - کہ یہاں سے راجہ کے لئے مٹھائی اکثر جایا
کرتی ہے - اس میں زہر ملا کر بھیج دو - کہ کام اس کا تمام
ہوجائے - اور ننگ و نام کے دامن پر داغ نہ آئے +

راجہ کی ایک بیٹی بڑی عقلمند تھی - اس نے خاندان کے
بزرگوں اور لشکر کے سرداروں کو جمع کیا - اور کہا کہ اگر تم
سب کے خیال میں آئے - تو میری عقل میں ایک بات آئی ہے
کہ خاندان کی بھی لاج رہ جائے - اور راجہ کی جان پر آنچ
بھی نہ آئے + صورت اس کی یہ ہے - کہ یہی ٹوٹے پھوٹے

نمک حلال جو ساتھ ہیں - انہیں جمع کرو - اور کہو - کہ بھائیو - شرافت اور نمک کا حق ایک وقت پہ دیکھا جاتا ہے - آج ایسا موقع آن پڑا ہے - کہ جان سے گزر کر تمہارے راجہ کی ننگ و ناموس پر آن بنی ہے - لیکن تم اگر ہمت کرو - تو دونو بچ جاتے ہیں - اور تمہارے لئے بھی دو انجام ہیں - کہ دونو میں جیت تمہاری ہے - یعنی آقا کو چھڑا لائے - تو ملک و دولت تمہارا ہی مال ہے - اور اگر مارے گئے - تو نام تمہارے زمانے کے چہرے پر جوانمردی کا ٹیکا ہو کر چمکیگا + تدبیر اس کی یہ ہے - کہ بہت سے سپاہی زنانے کپڑے پہن لو - اور سلاحِ جنگ سنبھال کر پالکیوں میں بیٹھ جاؤ - مشہور یہ کرو - کہ راجہ کا حکم آیا ہے - اس لئے سب رانیاں دلی چلی ہیں + جب شہر کے پاس جاؤ - تو ایسے موقع سے پہنچو - کہ رات کو شہر میں داخل ہو - شہر میں گھستے ہی سیدھے قلعے کا رُخ کرو - اس وقت جان جوکھوں کے ساتھ پھرتی کا کام ہے - کہ تلواریں سونت سونت کر قید خانے پر گر پڑو - مگر ایک گھوڑا بھی کسا کسایا ساتھ ہو - کہ جس کا دم سو کوس سے کم نہ ہو - راجہ کو لو - اور گھوڑے پر چڑھا ہوا ہو جاؤ +

سب نے اس رائے کو پسند کیا - سولہ سو سورما اور منچلے بہادر جنہوں نے عمریں دھاووں اور مار دھاڑوں میں گزاری تھیں - ڈولیوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئے - اور کہا - کہ راجہ نے بلایا ہے - رانی جی سارے کنبے سمیت دلی چلی ہیں + بادشاہ نے یہ خبر سن کر اِدھر راجہ کی قید ہلکی کر دی - اُدھر رستے کے حاکموں کو لکھ بھیجا - کہ حفاظت کے ساتھ کل سامان اور

بار برداری اپنا ذمہ سمجھو - اور کمال عزت اور احتیاط کے ساتھ اپنی حد سے نکال کر دوسرے کے سپرد کردو + الغرض منزل بمنزل سواریاں چلی آتی تھیں - ہر پڑاؤ ہر سرائے پر پہلے قناتیں کھڑی ہوتی تھیں جگہ جگہ کے حاکم خود آن کر اہتمام کرتے تھے - اندر سے عورتیں نکلتی تھیں - اور جو جو ضرورت ہوتی تھی - لے جاتی تھیں - غیر صورت کا پرندہ تک قنات کے پاس نہ پھٹکنے پاتا تھا - اس طرح وہ پردہ نشین قافلہ دلّی کے پاس پہنچا - جب شہر دو کوچ رہا - تو دو منزلہ کر کے دفعتہً رات ہی کو شہر میں داخل ہو گئے - غل پڑ گیا - کہ رانی پدمنی کی سواری آگئی - مگر پالکیاں قلعے کے نیچے پہنچتے ہی سارے راجپوت تلواریں گھسیٹ ڈولیوں اور پالکیوں سے کود بجلی کی طرح قید خانے پر جا گرے - جو سامنے آیا - اُسے مار گرایا - اور راجہ کا طوق زنجیر توڑ گھوڑے پر چڑھایا - راجہ بھی اس طرح نکلا - جیسے جنگلی طوطا جال سے نکلے - رستے میں کچھ سوار ٹھیرے ہوئے تھے - سب نے گھوڑے چمکائے اور پارے کی طرح اُڑ گئے + یہاں بادشاہ خوش بیٹھا تھا - جو یکایک غل اُٹھا - کسی نے کہا - چنگیزی[۱] مغل آئے - کسی نے کہا ڈاکہ پڑا + اتنے میں خبر پہنچی - کہ کل جو رانی کے آنے کی ہوائی اُڑی تھی - وہ فقط بہانہ تھا مطلب راجہ کا لے جانا تھا - کئی سو راجپوت آئے اور سپاہیانہ پیچ کھیل کر اپنے راجہ کو نکال لے گئے + یہ سنتے ہی بادشاہ کے ہوش اُڑ گئے + حکم دیا - کہ پیچھا لگاؤ - اُڑ کر جاؤ - اور جس طرح ہو - اُسے پکڑ لاؤ غول کے غول سواروں کے گئے - کئی جگہ

[۱] اُس زمانے میں تیس تیس چالیس چالیس ہزار - تاتاری مغل - کابل - کشمیر ڈیرہ جات کی گھاٹیوں سے اُتر کر اکثر یہاں لوٹ مار کر جاتے تھے +

تلوار بھی چلی - مگر راجہ لڑتا بھڑتا پہاڑوں میں گھس اپنے ٹھکانے جا ہی پہنچا + کوئی دن وہاں بیٹھ کر ہاتھ پاؤں سنبھالے - چند روز کے بعد پھر گھر یاد آیا - پرچے پیغام دوڑانے شروع کئے باپ دادا کی رعیت کو پھیر لینا کتنی بڑی بات تھی ! آیا اور ملک پر قابض ہو گیا + یہاں بادشاہ کے دل کو قرار کہاں تھا - ایک تو آیا ہؤا ملک ہاتھ سے گیا - دوسرے راجہ اس طرح ڈنکے کی چوٹ قلعے میں سے نکل گیا - اور سب سے زیادہ یہ - کہ پدمنی کی لگن لگی ہوئی تھی - غرض پھر فوج لے کر آپ پہنچا - اور جاتے ہی چاروں طرف سے شہر کو گھیر لیا +

راجہ نے بھی باہر نکل کر خوب خوب مقابلے کئے - جان ہاروں نے ملک کے نام پر جانیں قربان کیں - مگر کہاں تمام ہندوستان کا تاجدار - کہاں چتوڑ کا باجگزار - جوان جوان بیٹے آنکھوں کے سامنے مارے گئے - بڑے بڑے سردار کٹ گئے + جب سب طرف سے آس ٹوٹ گئی - تو ایک بیٹا باقی تھا - اُسے بلا کر کہا - کہ اے فرزند! جو کچھ یہاں ہم پر گزریگی - آثار اُس کے نمودار ہیں اب بہتر یہی ہے - کہ تم یہاں سے کسی طرف کو نکل جاؤ - کہ نسل تو قائم رہے + بعد اس کے پدمنی کو سامنے بلایا - اور دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا + ہر چند کہ وہ عورت تھی - مگر بڑی رمز شناس تھی - اُس نے اُسی وقت صندل کی لکڑیاں منگا کر سات چتائیں چنوائیں - تمام خاندان کی عورتیں اور بڑے بڑے ٹھاکروں اور سرداروں کی بیبیاں جو خاوند اور خاندان کے نام کے آگے جان کو کچھ مال نہ سمجھتی تھیں سب آئیں سر سے پاؤں تک چادریں اوڑھے - گھونگٹ نکلے - پھولوں

کی ایک ایک مالا گلے ہیں۔ رام رام کے سمرن کرتی چتاؤں کے گرد کھڑی ہوئیں۔ اور خلقت کا ہجوم ہوگیا۔ جس وقت چتاؤں کو آگ دی۔ اور شعلے بلند ہوئے۔ دلوں سے دھوئیں اور خلائق سے ایک غل اٹھا۔ ہر ستونتی لاج کی ماری ایک ایک سے آگے بڑھتی تھی۔ اپنی آبرو اور مردوں کی فتح کی دعا کرتی تھی۔ اور پروانے کی طرح اُس بھڑکتی آگ پر گر کر آن کی آن میں جل مرتی تھی۔

جب اس ہمت مردانہ سے کہ جس پر ہزار ہزار جوانمردوں کو صدقے کر ڈالئے۔ عورتوں نے یہ ساکھا کیا۔ تو سب کا دل زندگی سے بیزار ہوگیا۔ راجہ رہے سہے رفیقوں کو لے کر اول قلعے کے میدان میں کھڑا ہوا۔ دل غم سے پانی پانی تھا۔ اور نگاہوں سے خون ٹپکتا تھا۔ مگر نہ آنکھ سے آنسو نکلتا تھا۔ نہ منہ سے بات نکلتی تھی۔ بھائی بھائی سے۔ اور باپ بیٹے سے رخصت ہوا۔ سب سے آگے راجہ اور پیچھے تمام جاں نثار جن میں سپاہی اور سردار سب برابر ہو رہے تھے۔ قلعے سے باگیں اٹھائے نکلے۔ اور ان گنتی کی جانوں کو گٹھڑی کر کے لشکر شاہی کے دریا میں دے مارا۔ اگرچہ دیکھنے والوں کے نزدیک ان کی وہ حالت ہوئی۔ کہ کوئی ایک مٹھی خاک کی طوفان نوح میں پھینک دے۔ مگر اہل نظر جانتے ہیں۔ کہ جب تک چاند۔ سورج باقی ہیں۔ ان مردوں کے نام آسمان مردانگی پر آفتاب و مہتاب ہو کر چمکینگے۔

جب میدانِ جنگ کا اس طرح خاتمہ ہوا۔ تو بادشاہ فوراً قلعے میں پہنچا۔ اور جاتے ہی پوچھا۔ کہ پدمنی کا محل کونسا ہے؟

چند عورتیں ایک راکھ کے ڈھیر پر کھڑی رو رہی تھیں - انہوں نے ایک مٹھی خاکستر اڑا کر دکھائی - اور چیخیں مار مار کر رونے لگیں + اُس وقت بادشاہ سے سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا تھا - کہ افسوس کرتا ہؤا نکل آیا - اور دار الخلافے کو مراجعت کی +

خضر خاں اور دیول دیوی

اگرچہ علاء الدین بادشاہ کے محلوں میں کولا دیوی بادشاہ بیگم تھی - دُنیا کی نعمتیں موجود اور عیش و عشرت کا گلشن ہمیشہ بہار پر تھا - مگر کولا دیوی کے دل کا کنول کملایا ہی رہتا تھا - بادشاہ پوچھتا - تو کچھ بتاتی نہ تھی + اتفاقاً چند روز کے بعد بادشاہ نے پھر دکن پر فوج کشی کا حکم دیا - اور کولا دیوی نے بھی سنا - جب بادشاہ محل میں آئے - تو عرض کی - کہ جہاں پناہ! حضور کے اقبال سے آج میں ملکہ ہندوستان کی ملکہ ہوں - اور جدھر دیکھتی ہوں - مرادوں کا چمن لہلہا رہا ہے - مگر ایک کانٹا غم کا ہے - کہ دل میں کھٹکتا ہے چونکہ اس کے نکالنے میں ملکوں کی تباہی اور ہزاروں بندگان خدا کا خون بہتا نظر آتا تھا - اس لئے کہنے کو جی نہ چاہتا تھا - اب یہ صورت خدا ساز پیش آئی ہے - اس لئے عرض کرتی ہوں - کہ جب میں راجہ کرن کے محلوں میں راج کرتی تھی - تو خدا نے دو بیٹیاں عنایت کی تھیں - کہ ہر ایک حسن و جمال کے سانچے میں پُتلی کی طرح ڈھلی تھی - ایک تو خرد سالی ہی مر گئی تھی - دوسری جس کا دیول دیوی نام ہے زندہ و سلامت موجود ہے - آنتا کی آنچ سے دل سینے میں مچھلی کی طرح

تڑپتا ہے - اگر وہ کسی طرح صحیح و سلامت آئے - تو آنکھوں کو ٹھنڈک - کلیجے کو ٹھنڈک آجائے * بادشاہ نے کہا - کہ یہ کتنی بڑی بات ہے - ابھی وقت سپہ سالاروں کے نام حکم بھیجا - کہ راجہ کرن جو ملک دکن میں آوارہ ہے - اُسے دیول دیوی کے لئے پیغام بھیجو - اور خواہ صلح خواہ لڑائی جس طرح ہو لے کر اس طرف روانہ کرو *

طرفہ ماجرا یہ ہؤا - کہ جب یہ ذکر ہو رہا تھا تو خضر خاں بادشاہ کا بیٹا بھی حاضر تھا - اُس کے حسن و جمال کی تعریف سُن کر دل میں عشق غائبانہ کے نور نے ایسا جلوہ دکھایا - کہ ایک جان سے ہزار جان عاشق ہو گیا - وہاں تو مارے شرم کے کچھ نہ کہ سکا - مگر سپہ سالاروں کو خود ایک خط روانہ کیا - جب اُنھوں نے فرمان شاہی کے ساتھ ولیعہد کا خط بھی دیکھا - تو ایک کی جگہ وہ چند خیال ہو گیا - یلغار کرتے ہوئے اُٹھے اور دکن کی حد میں پہنچتے ہی فوج کے دو حصے ہو کر راجہ کرن پر گرے * اُس نے بھی دو مہینے تک دونو طرف خوب میدان کئے * اتفاق تقدیر کا دیکھو - کہ دیوگڑھ کے راجہ کا بیٹا بھی دیول دیوی پر عاشق تھا - مگر وہ قوم کا مرہٹہ تھا - اور راجہ کرن کہ اصل راجپوت تھا اُسے مرہٹہ ذات کا بیٹا سمجھ کر بیٹی دینے کو راضی نہ ہوتا تھا - اب جو فوج شاہی سے یہ معاملہ آن پڑا - تو اُس نے بھی سب خبریں سُنیں - بھیم دیو نے اپنے چھوٹے بھائی کو تحفہ تحائف دے کر پیغام بھیجا - کہ ترکوں اور ہندوؤں میں جو دن اور رات کا فرق ہے - آپ پر ظاہر ہے - اگر اب بھی شفقت بزرگانہ سے آپ مجھے فرزندی میں قبول فرمائیں - تو ان ترکوں کی ترکی

تمام کر دینی کچھ بڑی بات نہیں + راجہ کرن ایسے نازک وقت
میں مصلحت یہی سمجھا - کہ فوراً دیول دیوی کو اُس کے ساتھ
دیوگڑھ کو بھیج دیا - ادھر بادشاہی لشکر میں خبردار نے خبر
پہنچائی - کہ پری کو دیو لے اُڑا - سپہ سالار نے اُسی وقت
سرداروں کو جمع کرکے کہا - کہ اگر دیول دیوی ہاتھ سے گئی
تو پھر یہ مُنہ دربار میں دکھانے کے قابل نہ رہیگا - آج ہمّت
کے بازوؤں میں جتنا زور ہے - سب لگا دو - اور دیول دیوی
کو جانے نہ دو + سب نے اس رائے پر اتفاق کیا - اُسی وقت
تین تین دن کا کھانا پانی کمروں سے باندھ - جانوں سے ہاتھ دھو
پہاڑ میں جا گھُسے - نہ دن دیکھا - نہ رات - تیسرے دن نور کا تڑکا
تھا - اور راجہ کا لشکر ابھی بستروں پر تھا - کہ ترکی اور تازی
گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں کانوں میں پہنچیں - راجپوت
بھی جس حال میں تھے - ایسے چمک کر اُٹھے - جیسے پتھر سے
شرارہ - یا سپند اور انگارہ - انگاڑی پچھاڑی تلواروں سے کاٹ
ننگی پیٹھوں پر چڑھ بیٹھے - پیادے کو ہوش نہ تھا - کہ ہاتھ
میں تلوار ہے یا کٹار ہے - سوار کو خبر نہ تھی - کہ سیدھا ہے
یا اُلٹا گھوڑے پر سوار ہے - غرض کہ صبح سے لے کر تین پہر
تک برابر تلوار چلی - کیا ترک - کیا راجپوت دونو ہار گئے - مگر
ولایتی شمشیروں نے راجپوتی کھانڈوں کے منہ پھیر دئے + راجہ
کرن نے سیدھا دیوگڑھ کا رُخ کیا - فتحیابوں نے سینکڑوں
ہاتھی - ہزاروں گھوڑے لاکھوں کے خزانے اور جواہرات لوٹے
مگر وہ گوہر شب چراغ نہ ہاتھ آیا - کہ جس کے لئے رانی کے محل
اور ولیعہد کی آنکھوں میں دنیا اندھیر تھی - جاں نثار سپہ سالار

کو بادشاہ کے حکم اور ولیعہد کی بات کا خیال تھا۔ جب دیول دیوی کو نہ پایا۔ بہت گھبرایا۔ ٹھیرنا مناسب نہ جانا۔ جنگل اور پہاڑ میں برابر تین دن تک بجلی کی طرح کڑکتا اور بادل کی طرح برستا چلا گیا۔ جب دیو گڑھ ایک دن کے رستے پر رہا۔ تو ایک تالاب نظر آیا۔ ناامید ہو کر کنارے پر اُتر پڑا +

اتفاقاً فوج کے جوان بہادر جمع ہو کر سپہ سالار کے پاس آئے۔ اور کہا کہ تقدیر سے یہاں آنا ہو گیا ہے۔ نہیں تو ہم کجا اور یہ جنگل پہاڑ کجا۔ دُنیا دیکھنے کے لئے ہے۔ آخر مرجانا ہے۔ پہلو میں کوہ الورہ کے قدیمی غار ہیں۔ اور اُن میں کسی زمانے کی عمارتیں ہیں۔ جن کی دستکاریاں دیکھ کر صنعتِ الٰہی یاد آتی ہے۔ اگر اجازت ہو تو جا کر دیکھ آئیں۔ سپہ سالار نے کہا۔ جاؤ مگر داہنے بائیں سے ذرا ہوشیار جانا۔ کہ دشمن کا گھر ہے۔ اور ہر قدم پر خطرہ ہے غرض چند سردار اور کئی سو آدمی لشکر سے گئے۔ اب قدرت الٰہی کا تماشا دیکھو۔ کہ یہ سب ہنستے بولتے آگے پیچھے چلے جاتے تھے۔ جو یکایک سامنے کچھ سوار نظر آئے + یہ گھبرائے۔ کہ شاید دشمن دیو گڑھ سے مدد لے کر پھر پلٹا۔ چنانچہ اپنی جمعیت کو ترتیب دیا۔ اور سب سنبھل کر دفعتہً جا پڑے + اُن بیچاروں کی حقیقت کیا تھی ایک حملے میں تتر بتر ہو گئے۔ ادھر سے انہوں نے لوٹ کھسوٹ مار دھاڑ شروع کر دی + ایک سپاہی کو پینس نظر آئی۔ کہ کہار رکھ کر بھاگ گئے ہیں۔ اور چند مرہٹنیں ہتھیار بند آس پاس کھڑی ہیں۔ یہ للکار کر پہنچا۔ اور تلوار کھینچ کر کہا۔ کہ نکل، آ اور نکال جو کچھ پاس ہے + ایک لونڈی گھبرا کر چلائی — کہ خبردار ہاتھ نہ اُٹھانا۔ جس کے لئے ہزاروں آدمی کے لہو پانی

ہو کر بہ گئے۔ وہ گوہر مقصود اسی میں ہے۔ یعنی دیول دیوی کا سکھپال ہے ÷ یہ سنتے ہی سب دوڑے آئے۔ اور ہاتھوں ہاتھ سکھپال اُٹھا سپہ سالار کی خدمت میں لا حاضر کیا ÷ اسی وقت ایک عرضی بادشاہ کو دوسری مبارکباد ولیعہد کو لکھ گھڑ بہل میں دیول دیوی کو بٹھایا۔ اور ایک دستہ دو اسپہ سواروں کا ساتھ کر کے کمال حفاظت کے ساتھ دلّی کو روانہ کر دیا ÷ سواروں کو تاب کہاں تھی۔ منزل کو دو منزلہ اور دو منزلے کو سہ منزلہ کرتے دوڑا دوڑ اور بھاگا بھاگ اس طرح آئے۔ گویا قلعے کے نیچے ہی کھڑے تھے ÷ بادشاہ یہاں بے خبر محلوں میں بیٹھے تھے شاہزادہ منہ لپیٹے چھپر کھٹ میں پڑا تھا۔ یا تو پرچہ نویسوں کی تحریر سے معلوم ہؤا تھا۔ کہ فتح ہو گئی ہے۔ مگر راجہ نے دیول دیوی کو دیو گڑھ بھیج دیا ہے۔ یا دفعۃً اُردا بیگنی نے خبر دی۔ کہ قبلۂ عالم! رانی جی کا سکھپال خاصی ڈیوڑھی پر دھرا ہے ÷ بادشاہ مارے خوشی کے باغ باغ ہو گیا۔ اُسی وقت سر سے شال کھول اُس کے سر پر ڈال دی ÷ ولیعہد چھپر کھٹ میں پڑا تھا۔ وزیر زادہ دوڑا آیا۔ اور کہا۔ کہ لو میاں پروانے! اُٹھو تمہاری شمع نے آکر محل کو روشن کر دیا ÷ سنتے ہی حیران ہو گیا۔ جب وزیر زادے نے قسم کھا کر کہا۔ تو اُٹھ کر اس کی پیشانی چوم لی۔ اور کلاہ جواہر نگار جس پر ہما کے پروں کی کلغی لگی تھی۔ تکیئے پر سے اُٹھا اُس کے سر پر رکھ دی ÷ ماں بے اختیار ہو کر دوڑی۔ بیٹی کو اُتروایا۔ اور دیر تک گلے لگا کر رویا کی ÷ بعد اس کے اندر لا کر مسند پر بٹھایا۔ مگر منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ گویا دو چینی کی مورتیں تھیں۔ کہ آمنے سامنے

دھری تھیں + ہاں آنسوؤں کے تار جاری تھے - اور دلوں پر ہزاروں خیال گزر رہے تھے - کہ کیا تھا - اور کیا ہو گیا + غرض تھوڑی دیر کے بعد ماں بیٹی میں کچھ باتیں ہو کر دیول دیوی کو غسل کروایا - محل کی ساری بی بیوں نے آ کر مبارکباد دی - مگر اب ولیعہد کو تاب کہاں تھی - باپ سے تو کچھ نہ کہ سکا - وزیر کے پاس پیغام دوڑانے شروع کئے + وزیر نے بادشاہ سے عرض کی + بادشاہ نے کہا - کہ میں کیا کہوں - اس لڑکی کے ماں باپ جو کچھ سمجھو - رانی ہے - اُس سے پوچھنا چاہئے - رانی پہلے تو بہت حیران ہوئی - اور کہا کہ مسلمانوں کا یہ نرالا دستور ہے - بھلا میں حضور کی خدمت میں ہوں - تو میری بیٹی حضور کے بیٹے سے کیونکر منسوب ہو سکتی ہے + بادشاہ ہنسے اور کہا - کہ یہ مسئلہ شریعت کا ہے جب ان دونو کے باپ جدا جدا ہیں - ماں جدا جدا ہیں - تو پھر شادی کا کیا مضائقہ ہے + رانی کو کیا عذر تھا - وہ راضی ہو گئی - غرض تجویز یہ ٹھہری - کہ وزیر دلہن کا باپ بنے - دولہا برات لے کر اُس کے گھر جائے - اور رسمِ شاہانہ سے دلہن بیاہ لائے + اُسی وقت تمام شہر میں آئین بندی کا حکم ہو گیا نوبت خانے پہ ٹکور پڑی - گھر گھر میں طبلہ کھڑکنے لگا - بادشاہی باورچی خانے گرم ہو گئے - اور حکم ہوا - کہ چالیس دن تک کسی گھر میں کھانے پکانے کا دھواں نہ اُٹھے - اس طرح سجھ لگن مبارک ساعت دیکھ کر صبح ہوتے گل کا بلبل سے عقد ہوا - اور دن کو دلہن بیاہ لائے - ان دونو کا عشق ایسا عالم آشوب ہوا - کہ ہندی فارسی کے شاعروں

نے قصّے جوڑے - اور کہانیاں بنائیں - چنانچہ سینکڑوں برس گزرے اب تک لوگ اُن کے گیت گاتے ہیں +

ظہیر الدّین بابر بادشاہ

کہتے ہیں - کہ ملک فرغانہ میں عمر شیخ نام ایک بادشاہ تھا - جو چوتھی پشت میں امیر تیمور کا پوتا تھا - قضائے الٰہی سے دفعۃً مرگیا - بابر اُس کا بیٹا بارہ برس کا تھا - باپ کے مرنے سے تخت و تاج کا بار یکبار سر پر آپڑا - اگرچہ تخت نے پاؤں چومے - اور تاج سر پر قربان ہؤا - مگر چچا اور ماموں بھائی اور ہمشیر کے یادگار سے شمشیر کے ساتھ پیش آئے - اور جب خرد سال بادشاہ کی ہوا بگڑی دیکھی - تو اندر باہر بہت سے دشمن کھڑے ہوگئے یہ ہمت والا سب کو جواب دیتا رہا - بہت دفعہ گرا - اور بہت دفعہ سنبھلا - مگر جب شیبانی نام ایک اُزبک دشت خفچاق سے اُٹھ کر تمام بخارا اور سمرقند پر چھا گیا - اور باپ کے ملک میں نمک حرام نوکروں نے دم نہ لینے دیا - تو اس کی بھی آس ٹوٹ گئی - چنانچہ آخری مصیبت کی کہانی یہ ہے - کہ جب میدان جنگ کو چھوڑا - تو بیس آدمی اُس کے ہمراہ تھے - دشمن کے سوار پیچھے تھے - اور یہ گھوڑے مارے جاتے تھے - جب پھر کر دیکھتے - اُن کا غبار پیچھے ہی دکھائی دیتا - ناچار پھر بھاگ نکلتے - آخر گھوڑوں کے دم ٹوٹنے لگے - اور نوبت یہ ہوئی - کہ جس باوفا کے گھوڑے میں ذرا دم ہوتا - وہ اپنا گھوڑا انہیں دے دیتا - اور ان کی گرد کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتا ہؤا رستے سے کٹ کر کسی

گاؤں میں چلا جاتا ÷ اخیر کو ایک بابر اور ایک اُس کا کوکہ[1] رہ گیا۔
جب چلتے چلتے اُس کا گھوڑا بھی ہار گیا - تو بابر نے بھی اپنی لگام
روکی ÷ اُس نے کہا - کہ آپ میرا ساتھ کیوں دیتے ہیں - آگے بڑھ
جائیے - شاید آپ کی جان بچ جائے - بابر نے آبدیدہ ہو کر
کہا - کہ تجھے اس حال میں چھوڑ کر کہاں جاؤں - ایک بچھونے
میں پرورش پائی - اچھا ہے - کہ دونو کے مُردے بھی ایک ہی
جگہ پڑے پائیں ÷ غرض کوکہ دعا دے کر رخصت ہؤا - اور بابر
آگے چلا ÷ تھوڑی ہی دُور گیا تھا - جو دو سوار پیچھے نظر آئے
مگر اُن کے گھوڑوں میں بھی جان نہ رہی تھی ÷ جب وہ
تیر کی زد پر پہنچے - تو سامنے پہاڑ تھا - بابر نے چاہا - کہ تیر
مارتا ہؤا اوپر چڑھ جائے - ترکش کی طرف دیکھا - تو اُنیس تیر
تھے - دل قوی ہوگیا - اور آگے بڑھا ÷ جب آفتاب غروب ہونے
لگا - تو اُنہوں نے آواز دی - کہ اس طرح آپ کہاں تک جائینگے
بھائی تو پکڑے گئے - آپ بھی چلے آیئے ÷ یہ سُن کر بہت فکر
ہؤا - مگر جواب کچھ نہ دیا - اور آگے بڑھے گیا ÷ وہ بھی گھوڑوں
سے اُتر لئے - اور اب عذر خواہی کے طور پر کچھ کچھ سمجھاتے
ہوئے چلے - کہ پھر چلنا مناسب ہے ÷ بابر نے کہا - کہ پھرنا تو
اب ممکن نہیں - لیکن تم اگر خدمت کرنی چاہو - تو البتہ یہ ایسا
وقت ہے - کہ عمر بھر نہ پاؤ گے - بات فقط اتنی ہے - کہ مجھے ایسے
رستے پر ڈال دو - جہاں سے میں اپنے ماموؤں میں جا پہنچوں -
اور تمہیں وہ کچھ دوں - کہ تمہاری آرزو سے زیادہ ہو - اگر یہ
نہیں - تو جس رستے آئے ہو - پھر جاؤ - جو میری قسمت میں ہونا

[1] یعنی جس کی ماں کا بابر نے دودھ پیا تھا ÷

ہے۔ہو رہیگا + اُنھوں نے کہا۔اس طرح آپ کو چھوڑ کر کہاں جائیں۔کاش کہ ہم نہ آتے! خیر ادھر آپ نہیں چلتے تو جہاں چلیئے۔ہم خدمت کو حاضر ہیں۔چنانچہ قسمیں کھا کر ساتھ ہولیے۔مگر اُس نے اُنہیں آگے رکھا۔اور آپ پیچھے ہوا۔جب نکاس کی جگہ پر پہنچے۔تو نابکاروں نے دھوکا دیا۔اور اندھیرے میں کہیں کے کہیں لے کر نکل گئے۔غرض رات بھر پہاڑوں میں ٹکّرانے ٹھوکریں کھاتے پچھلا پہر تھا۔جو ایک آبادی کے پاس پہنچے۔تینوں تھک کر چور ہو گئے تھے۔اور جاڑا بھی سخت تھا۔بابر وہاں ٹھیرا۔اور اُن سے کہا۔صبح قریب ہے کسی ایسے ویران گوشے میں چل کر دن گزارو۔جہاں کوئی ہمارے حال سے خبردار نہ ہو + ایک بولا۔کہ گھوڑے آٹھ پہر سے بھوکے ہیں میں دانہ تو لاؤں۔یہ کہا۔اور گاؤں میں چلا گیا۔یہاں صبح ہوتی تھی۔اور بابر کا رنگ فق ہوتا تھا۔جب دن نکلا۔تو فقط تین روٹیاں ہاتھ میں لئے آیا۔انہوں نے گھبرا کر ایک ایک روٹی بغل میں رکھ لی۔اور ایک پُشتے پر چڑھ کہ اُس کے پیچھے دن گزار دیں۔سر سبز زمین میں گھوڑے چھوڑ دئے۔اور تینوں تین پشتوں پر بیٹھ کر پہرا دینے لگے + بابر دور سے لوگوں کو آتا جاتا دیکھتا تھا۔مگر وہم کے مارے کسی کے بلانے کو جی نہ چاہتا تھا + شام ہوئی۔تو اُنہوں نے صلاح دی۔کہ شہر میں ایک باغ سب سے الگ ہے اُس میں چل بیٹھیں۔تو بہتر ہے۔چنانچہ وہاں جا کر ایک ٹوٹا سا مکان پڑا تھا۔وہیں بیٹھ گئے + ایک اُن میں سے گیا۔پُرانا سا پوستین اور ایک پیالے میں

ارزن[1] کی آش[2] لایا - اگرچہ گلے میں اٹکتی تھی - اور منہ کو کڑوی لگتی تھی - مگر خوب گرم گرم تھی - وہ پی کر اور پوستین اوڑھ کر عجب لطف حاصل ہوُا + لکڑیاں جلا کر سینکنے لگے - اور بابر درخت سے کمر لگا کر ذرا سو گیا +

حقیقت میں ان بد ذاتوں نے گاؤں کے ملک[3] سے سازش کرنے اُسے غنیم کے پاس بھیجدیا تھا + یہاں اس کی خاطر جمع کرکے بیٹھنے کی صلاح دی - اور آپ کوٹھے پر جاکر پہرا دینے لگے + دفعتۃً ایک آیا اور کہا - کہ فلاں سردار آتا ہے + بابر بہت گھبرایا - اور کہا کہ جاکر دیکھ تو سہی یونہی آیا ہے یا میرے سراغ پر آیا ہے - وہ گیا اور آکر کہا - کہ آپ ہی کے پاس آیا ہے + پوچھا کس ارادے سے ؟ کہا کہ آپ کے نوکر ہیں + ارادہ کیا کرینگے لے جائینگے - تو بادشاہ بنا بیٹھے - آپ ڈھکے نہیں + اتنے میں وہ آیا - تسلیم کرکے بیٹھ گیا - اور ایسی باتیں سنائیں - کہ بابر کو تردد ہوُا - مگر پھر بھی اپنے تئیں سنبھالا اور اُس سے کہا کہ مرنے سے تو میں نہیں ڈرتا - مگر تجھے خدا کی قسم ! سچ کہ - اگر کچھ اور صورت ہو - تو میں وضو کروں - کہ اخیر وقت خدا کے سامنے باطہارت تو جاؤں + سردار مذکور نے بار بار قسمیں کھائیں - تب بابر نے اُسے بٹھایا - اور آپ اُٹھ کر باغ کے کونے کی طرف گیا + دل میں کہا - کہ مرنا تو برحق ہے - مگر

---

[1] ایک غلّہ ہے - جیسے باجرا - مگر لوچ اس میں اتنا بھی نہیں ہوتا - اسی واسطے گلے میں اٹکتا ہے - بلکہ ایک قسم کی بو اور تلخی اُس سے بھی زیادہ ہوتی ہے +

[2] آش گویا ہندوستان کا ہریرہ ہوتا ہے - مگر نمکین +

[3] ملک وہاں ایسا ہوتا ہے - جیسے یہاں اعلے ذیلدار +

ہاتھ پاؤں چلتے ہیں - تو انہیں ہلانا چاہئے - اسی وقت دیوار پھاند سیدھا بیابان کا رستہ لیا - اور خراسان کی طرف رُخ کیا + آبادی سے بچتا اور رستے سے کٹتا چلا جاتا تھا - رات ہوتی - تو درخت کے نیچے پڑ رہتا - صبح کو چل کھڑا ہوتا - پہلی منزل میں بغل کی روٹی نے رفاقت کی - دوسری میں جنگل کے گھاس پات نے ضیافت کی - تیسرے دن ایک گاؤں میں پہنچا - اور توکل بخدا اندر داخل ہوا + اتفاقاً وہاں کسی زمانے کے اپنے چند نوکر بھی آئے ہوئے پڑے تھے - سب نے آکر دم لیے - اور اور لوگوں کو خبر کی + پہاڑی نیک نیت بڑی محبت اور مہمان نوازی سے پیش آئے - غرض یہاں بیٹھ کر دم لیا - کپڑے دھلوا کر پہنے - اور یہ پہلی دفعہ تھی - کہ چہرے پر خط نے اصلاح پائی - چنانچہ اسی وقت اپنی توزک میں تحریر کیا + چند آدمیوں کو اِدھر اُدھر بھیجا - کہ جو اور نمک خوار کھنڈے ہوئے ملیں - انہیں سمیٹیں - ماں تباہی زدہ بھی اس طرف آنکلی تھی - چنانچہ جب دوسو آدمی سے زیادہ جمع ہوگئے اور اس چھوٹے سے گاؤں میں گنجائش نہ رہی - تو دل نے کہا کہ جس مٹی میں کھیل کود کر بڑا ہوا - اب قسمت کا آب و دانہ وہاں نہیں - مصلحت یہی ہے - کہ پانچ پشت کی میراث سے ہاتھ اٹھاکر باپ دادا کے ملک کو خدا حافظ کہو - اور اپنی قسمت جیحوں پار چل کر آزماؤ + اس وقت اپنی عمر تو ۲۳ برس کی تھی - اور ان مصیبتوں کی عمر ۱۱ برس کی ہوئی تھی - مگر وزن کرو - تو عمروں کے لئے بہت ہیں - غرض ہزار جرِ ثقیل سے کابل کو روانہ ہوا + فوج کی جمعیت دیکھو - تو جیسے لٹا بنجارا + شمار میں دو سو سے زیادہ - مگر سب پیادہ - ٹوٹے پھوٹے موزے گھٹنوں تک چڑھے

کندھوں پر لاٹھیاں + سامان میں دو چار خیمے تھے - کہ ایک میں ماں اُترتی تھی - ایک کے نیچے آپ بیٹھ جاتا تھا +

کابل میں اس کے چچا کو مار کر اور رشتہ داروں کو اندھا کرکے خسرو نام ایک بیوفا وزیر خسرو شاہ بن بیٹھا تھا - جب بابر پہنچا - تو اُس کا نام سُنتے ہی تمام ولایت میں غلغلہ ہوگیا - اور لوگ اُٹھ اُٹھ کر آنے لگے + بلخ کی حد سے آگے بڑھے - تو یہ عالم ہوا - کہ خسرو کا دربار ٹوٹنے لگا + آخر اُس نے بہت عذر و معذرت کے ساتھ پیغام بھیجا - کہ ملک حضور کا اور حضور کے بزرگوں کا ہے - میری جاں بخشی اور اسباب ضروری کی اجازت ہو جائے - چنانچہ وہ اُدھر سے سامان شاہی کے ساتھ آیا - یہ اپنے قلندروں کے ساتھ جہاں اُترے تھے - وہاں سے اُٹھ کر ایک چنار کے درخت کے نیچے جا بیٹھے - خسرو خود پیشکش لے کر حاضر ہوا - اور قدیمانہ طور سے آداب و تسلیمات کے ساتھ نذرانہ پیش کیا + وہ تو نذر دے کر رُخصت ہوا - اور یہ اُٹھ کر اپنے خیمے میں آئے - مگر اُسی وقت سب خرد و کلاں اس طرح اُٹھ کر اُس کے لشکر میں آگئے - گویا اُدھر کی دنیا اِدھر ہوگئی + بڈھا وزیر جو برسوں سے لڑکوں کی اتالیقی میں بادشاہی کرتا تھا - اکیلا رہ گیا - اور یہ یا تو ان حالوں سے آیا تھا - یا بیس تیس ہزار لشکر مسلح سے بنے بنائے دربار میں بادشاہ افغانستان بن کر بیٹھ گیا - غرض منزل بمنزل کابل پر آئے + حاکم وہاں کا ایک دو دن اٹکا پر اب ذرا ان کا ستارہ بھی چمک گیا تھا - معافی کے وعدے پر شہر خالی کروالیا + قلعے میں آکر دربار کیا - ضلع ضلع کے سردار حاضر ہوئے - مگر خزانے اور توشے خانے سب خالی پڑے تھے - فقط دلاسا اور تسلی دیکر

سب کو رخصت کیا - اور سلطنت کے کار و بار جاری کر دیئے +

اب گویا تاتاری خانہ برباد کو افغانستان میں گھر ملا - نہیں نصیبب کی گردشوں نے نقل مکان کیا - کیونکہ اُدھر ترکوں اور مغلوں کی مصیبت تھی - ادھر افغانوں کی آفت سامنے ہوئی - اپنی کوئی جمعیت ساتھ نہ تھی - جس پر بھروسا ہو - بھائی قوت بازو تھا - تو وہ تھا - کہ برسوں غنیم کے ساتھ رہ کر مُنہ پر تلواریں مار چکا تھا وطن سے تو کچھ واسطہ ہی نہ تھا - ہاں اُدھر سے دشمنوں کے پیچھا کرنے کا کھٹکا ضرور لگا ہؤا تھا - مگر وہی حوصلے والا تھا - کہ پہاڑوں سے ہمّت آزماتا تھا - اور کیا ہزارے کیا افغان دونو سے ٹکراتا تھا - اضلاع کابل کے قدرتی گلزار گویا باغ بہشت کے نقشے تھے ان میں پھر کر چپّہ چپّہ زمین کو دیکھا - ہر قسم کی پیداوار - ہر ایک میوہ - ایک ایک چرند اور پرند کا حال اپنی توزک میں ذخیرہ کیا + درختوں کا جھومنا - سبزے کا لہلہانا نہروں کا لہرانا - سرو شمشاد کی چھاؤں میں بیٹھنا - ہری ہری گھاس پر لوٹنا - غرض کسی بات کا لطف باقی نہ چھوڑا - اور انہی دنوں میں خط بابری بھی ایجاد کیا + اس کی طبیعت خدا نے ایسی شگفتہ بنائی تھی - کہ جس حال میں ہو - دل خوش رکھتا تھا - چنانچہ اسی عالم میں جس گلزار یا سبز پہاڑ میں گزر ہوتا مصاحبوں کو لے کر بیٹھ جاتا + کبھی عالم آب کی سیر کرتا - کشتی آہستہ آہستہ چلی جاتی ہے - آپ غزلیں کہتا ہے - رباب بجواتا ہے - اور ترکی ترانے سنتا جاتا ہے - باغ تو جا بجا لگائے - مگر کابل کے برابر دامن کوہ میں ایک باغ ایسا لگایا کہ لاہور کا شالا مار گویا ایک ناتمام اُس کی نقل ہے - تو

درجے تک برابر گلزار۔ چشموں سے نہریں۔ اور نہروں سے قدرتی آبشار جاری۔ سب سے اوپر کے درجے میں ایک مکان دِل فزا بنایا۔ کہ اس میں بیٹھ کر جہاں تک نظر کام کرے۔ گل اور لالہ ہی نظر آتا ہے۔ بابر کا چچا سلطان حسین بائقرا خراسان کا بادشاہ عالیشان تھا۔ اُس کو خبر پہنچی۔ کہ شیبانی خاں نے اب ادھر کا رُخ کیا + سلطان نے جابجا مراسلے بھیجے۔ اور بابر کو بھی بلایا۔ مگر اسی عرصے میں وہ مر گیا۔ اس کے بارہ بیٹے تھے۔ سب وہاں جمع ہوئے۔ اور اُسے پھر طلب کیا + اوّل تو شیبانی خاں کا خوف۔ دوسرے سنا تھا۔ کہ ہرات کو چچا نے خوب آراستہ کیا ہے۔ اس لئے روانہ ہوا + اُس نے جا کر چچا کا پرسہ دیا۔ بھائی بھی بڑی محبت سے پیش آئے۔ ایک ایک نے جدا جدا ضیافت کی۔ اور چنگیزی رسمیں جن کو اب تک اپنا دستور العمل سمجھتے تھے۔ سب عمل میں لائے + بابر نے تمام شہر اور عمارات کو دیکھا۔ اور ایک ایک مکان اور وہاں کی ایک ایک صحبت کا حال اپنی توزک میں لکھا + اس عرصے میں برف پڑنے لگی۔ اور ڈاک بند ہوگئی۔ چونکہ اُسے گھر کا فکر لگا ہوا تھا۔ اس لئے جس طرح ہوا۔ رخصت ہو کر ادھر روانہ ہوا۔ مگر رستے میں ایسی تکلیفیں پیش آئیں۔ کہ آج تک کبھی سفر میں نہ دیکھی تھیں زمین و آسمان برف ہی برف کے نظر آتے تھے۔ اور جہاں گھوڑے قدم رکھتے تھے۔ زین تک غرق ہو جاتے تھے۔ تیس سوار سے زیادہ ساتھ نہ تھے۔ ان میں بھی مارے سردی کے نہ کسی کے ہاتھ پاؤں میں دم تھا۔ نہ سر میں ہوش و حواس تھے + ناچار خود گھوڑے سے کود پڑا اس کے ساتھ اور وفاداروں کو بھی کودنا پڑا۔ اور برف کو

کوٹتے آگے رستہ بناتے چلے - اب مشکل یہ ہوئی - کہ برف نے سارے اتے پتے چھپا دئے تھے - اس لئے رستہ بتانے والا خود رستہ بھول گیا - ایسے پہاڑوں میں جا پڑے - کہ آبادی کا تو کیا ذکر ہے - کوئی قافلہ بھی وہاں نہ گزرا ہوگا - اسی حالت میں شام ہوگئی سب حیران اور ڈر یہ تھا - کہ اگر پہاڑ کے اوپر سے برف لڑھکی[1] تو سب کے سب اس طرح دبینگے - کہ برسوں تک کسی کو خبر نہ ہوگی - جب چلتے چلتے اندھیرا ہوگیا - تو ایک جگہ اُتر پڑے اور اپنے ہاتھ سے گردن گردن تک برف ہٹا کر زمین نکالی کہ بستر کرکے رات بسر کریں - ایک مصاحب نے آکر خبر دی کہ پہلو میں ایک طاق سا نظر آتا ہے - آپ اُس میں چل بیٹھیں کہ سر پر سایہ تو ہو - بابر نے کہا - کہ جو سب کا حال - سو اپنا حال - ایسا نہیں ہو سکتا + اتنے میں دوسرا آیا - اور کہا - کہ جسے طاق سمجھتے تھے - وہ بڑا غار ہے - اور اُس میں تیس چالیس آدمی بہ آرام رہ سکتے ہیں - چنانچہ سب نے اندر جاکر بستر کئے - اور خورجیوں سے گوشت نکال کر وہیں ایک دیگ چڑھا دی - شوربے میں خشک روٹیاں ڈبو کر دو دو پیالے سب نے پئے - اور گرم ہو کر خدا کا شکر ادا کیا + تمام رات چاے کی پیالیاں پی کر کاٹی - صبح کو روانہ ہوئے - اور اُسی طرح مرتے دُکھ بھرتے بامیاں تک آئے + وہاں آکر اسی برف

---

[1] برفانی پہاڑوں میں جب چوٹیوں پر بہت سی برف جمع ہو جاتی ہے - تو دفعتہً وہاں سے نیچے گرتی ہے - اوپر تو ایسی آواز ہوتی ہے - گویا کئی توپیں برابر داغ دیں - اور نیچے قافلے بلکہ گاؤں کے گاؤں دب جاتے ہیں +

باری میں ہزارے کے وحشیوں سے مقابلے ہو رہے تھے - جو خبر آئی - کہ ایک بھائی کابل میں بادشاہ ہوگیا - اور مشہور کر دیا ہے - کہ آپ ہرات میں قید ہو گئے - مگر اب تک ایک نمک حلال بالاحصار[1] کا قلعہ روکے ہوئے اڑا ہؤا ہے + بابر بہت گھبرایا - رفیقوں کو ترکستان کی مصیبتیں یاد آگئیں + اُس نے اُسی وقت ایک جاسوس قلعہ دار کے پاس بھیجا - کہ خاطر جمع رکھنا ہم آ پہنچے - جس وقت تم کو معلوم ہو جائے - کہ ہم دو تین کوس پر پہنچ گئے - تو قلعے کے برج پر آگ جلا کر روشنی کرنا کہ ہم سمجھ جائیں - اور خود باہر نکل پڑنا + چنانچہ اسی طرح عمل میں آیا - اور یہ کوچہ و بازار کو گشت و خون سے لال کر کے قلعے میں داخل ہؤا + بھائی بیوفا بھی گرفتار ہؤا - اور تلوار و ترکش جو مارنے کو کمر سے باندھے تھے - گلے میں ڈال کر چنگیزی رسم کے بموجب دربار میں آیا - مگر بابر ذرا آنکھ پر میل نہ لایا - دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہؤا - اور کہا - آؤ بھائی گلے تو ملو + وہ بدستور دو جگہ تسلیم کو جھکا - مگر ایسا شرمایا ہؤا تھا - کہ الجھ کر دونو دفعہ گرا + اس نے پہلو میں بٹھایا - اور اُس کے لئے شربت منگایا - جب آیا تو پہلے دو گھونٹ اُس میں سے آپ پی لئے - پھر پلایا - کہ اسے وہم نہ آئے + بابر نے اب تک شراب نہ پی تھی - ہرات کی ضیافتوں میں بھائیوں نے بہت منتیں کیں - وہاں تو شرماتا ہی رہا - مگر یہاں آکر عمر بھر کا بدلا نکالا - کوئی قطعہ زمین کا ایسا نہ چھوڑا - کہ جہاں بیٹھ کر اس کا لطف نہ اُٹھایا ہو + مصاحبوں کے جلسے جمانا - شرابیں پیتا -

[1] کابل کے قلعے کا نام بالاحصار ہے +

نہ ملتی - تو معجون ہی کھا کر خوش مستیاں کرتا + وہی باغ نو بہار جس کے چند درجے اب تک بھی باقی ہیں - اس میں ایک خوشنما حوض سنگ مرمر کا بنوایا - اسے شراب انگوری سے بھرتا مصاحبوں کو لے کر بے تکلف بیٹھتا - اور وقت کو مزے سے گزارتا حوض مذکور کے کنارے پر یہ شعر آبدار لکھا تھا ؎

نوروز و نوبہار و مے و دلربا خوش است
بابر بہ عیش کوش کہ عالم دو بارہ نیست

ایک دفعہ دورہ کرتا ہوا غزنی میں جا نکلا + پرانی عمارتوں کو دیکھ کر اور مزاروں پر جا کر زیارتیں کیں + لوگوں نے کہا - یہاں ایک مزار ایسا ہے - کہ جب اُس پر کچھ پڑھتے ہیں - تو ہلنے لگتا ہے - چنانچہ خود جا کر دیکھا - تو معلوم ہوا - کہ فقط خادموں کی دُکانداری ہے - اور کچھ نہیں - چنانچہ اُنہیں بلا کر خوب دھمکایا +

اکثر کتابوں میں لکھا ہے - کہ نواح غزنی میں ایک چشمہ ہے - جب اُس میں کچھ نجاست پڑ جاتی ہے - تو بے انتہا برف آسمان سے گرنے لگتی ہے - چنانچہ اُسے بھی تلاش کیا - کہیں پتا نہ لگا + چند روز کے بعد وطن کی کشش نے پھر بغل میں گدگدی کی - یعنی شیبانی خاں جس نے سمرقند اور بخارا سے تیمور کا نام مٹایا تھا - وہ جوش مذہبی میں آ کر جہاد کے بہانے شاہِ ایران سے جا بھڑا - اور لڑائی میں مارا گیا + بابر کی بہن کسی لڑائی میں اُس کے ہاتھ آئی تھی - اب وہ بندی میں گرفتار ہوئی - شاہ نے اسے بڑی عزت سے بابر کے پاس بھجوا دیا + انہیں راہ پیدا کرنے کو اپنا سہارا بہت ہوا - دو دفعہ شاہ سے

مدد لے کر ایسی باگیں اُٹھائیں - کہ گویا بخارا ہی میں بیٹھے تھے مگر قسمت میں سیب، سمرقندی اور انگور بخارائی نہ تھے ہندوستان کا دانہ پانی لکھا تھا - چنانچہ دشمنوں نے رعایا کو بھڑکا دیا - کہ بابر شیعوں کی مدد لے کر آیا ہے - اس کا نکالنا واجب ہے + یہ بغاوت ایسی آندھی کی طرح اُٹھی - کہ ننگے سر - ننگے پاؤں جان لے کر وہاں سے بھاگا - اور کابل میں آ کر دم لیا +

بابر سے کبھی مسند پر بیٹھ کر کھانا ہضم نہ ہوتا تھا - چار دفعہ ہندوستان پر آیا - اور ہر بار قدم آگے ہی بڑھایا - مگر پانچویں دفعہ ایسا آیا - کہ پھر جنازہ ہی یہاں سے پھرا - ہاں اولاد کے لئے پشتوں تک سلطنت قائم کر گیا - چنانچہ پنجاب کو صاف کرتا ہوا دلّی پر چلا - اُدھر سے ابراہیم لودھی ایک لاکھ فوج اور ایک ہزار ہاتھی جنگی لے کر اس دھوم دھام سے نکلا - گویا ہندوستان کی آرائش اور تین پشت کی شان شاہانہ کو نکال کر باہر ڈال دیا +

بابر جب یلغار سے فتح و ظفر کا غبار اُڑاتا پانی پت پر پہنچا - تو ایک میدان وسیع نظر آیا - اِدھر اُدھر گھوڑا مار کر نشیب و فراز سردارانِ لشکر کو دکھایا - بعد اِس کے نیزہ زمین پر گاڑ گھوڑے سے کود پڑا - اور حکم دیا - کہ یہیں ڈیرے ڈالو + دوسرے دن صبح کو اُٹھ کر نو طوغیں[1] اور نشان سامنے لشکر کے کھڑے کئے تمام سردار اُن کے نیچے آ کر جمع ہوئے + ایک نشان آپ لیا - باقی اَوروں نے لئے - چند سردار ان کے پھریرے تان کر کھڑے ہوئے - اور تاتاری رسم کے بموجب اُسی زبان میں کچھ منتر

[1] طوغ ایک قسم کا نشان ترکوں کے لشکر میں ہوتا ہے - اور عمل بھی وہ لوگ شگون کے طور پر کیا کرتے ہیں +

پٹھے + بعد اس کے فوج کو آراستہ کر کے کمانؔ سے ناپا - تو لشکر جرّار بارہ ہزار شمار میں آیا - چنانچہ شہر پانی پت کو دائیں ہاتھ پر رکھا - شاہ قلی توپچی اپنی رومی قواعد کام میں لایا یعنی چمڑے کے رسّوں سے توپوں کا زنجیرا جمایا - اور بوروں کے مورچے باندھ سلامت کوچے اور خندقیں کھود لیں + رات کو شبخون بھیجا - مگر حریف کی فوج چھ کوس تک برابر پڑی ہوئی تھی - جاتے جاتے صبح ہو گئی - شبخون پورا نہ پڑا + دوسرے دن صبح ہوتے خبردار نے خبر دی - کہ دشمن نے اپنے دریائے لشکر کو جنبش دی ہے + بابر شیر ببر کی طرح انگڑائی لے کر بستر سے اُٹھا - ہتھیار سجائے - اور فوج کو مرتب کر کے سامنے کیا - توپیں تو جہاں کھڑی تھیں - وہاں سے ہل ہی نہ سکتی تھیں - بے ٹھکانے گولے مارنے شروع کر دئے - اور ترکان تاتاری نے دائیں بائیں سے گر کر زور دیا + حریف کا لشکر جب آگے بڑھا تھا - تو ایسا معلوم ہوا تھا - کہ چڑھا چلا آتا ہے - مگر جب اُس نے کوئی طرف دبتی نہ دیکھی - تو تھم گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا - کہ گویا سوچتا ہے - کہ بڑھوں - یا نہ بڑھوں - ٹھیروں یا ہٹ جاؤں + بابر نے دفعتہً حملے کا حکم دیا - بارہ ہزار ترک خونخوار اور سوار جرّار اس دریا میں مچھلیوں کی طرح تیرنے لگے - اس طرح کی قیامت برپا ہوئی - کہ جس سے نجات کے لئے چالیس ہزار جان ہاروں کے ساتھ خود ابراہیم کو جان قربانی میں دینی پڑی - سپاہی اس کے

لہ اس وقت تک چنگیزی آئین کے بموجب فوج کے شمار کا یہی قاعدہ چلا آتا تھا +

بھاگتے پھرتے تھے - اور ترک تلواروں سے مارتے پھرتے تھے - ایک سردار شمشیر بکف کسی کھنڈر میں جا نکلا - دیکھا - کہ کئی سو کشتے اور زخمی کٹے پڑے ہیں - مگر سب سردار اور منصبدار معلوم ہوتے ہیں - انہی میں تاجدار ہند بھی بے تاج بے کلاہ مرا پڑا تھا - خدا کی قدرت ہے! وہ میدان جس میں صبح تک ابراہیم ابراہیم کا نقارہ بجتا تھا - خیمے - سراچے - سراپردے کھڑے تھے - نشان لہراتے تھے - بازار لگے تھے - دوپہر تک ہُو کا میدان ہوگیا! اور زمین و آسمان سے بابر بابر کی صدا آنے لگی! جنہوں نے رستمی اور اسفندیاری کے دعووں سے تلواریں باندھی تھیں - سب فنا ہوگئے - اور جو بچے بھیس بدل بدل کر نکل گئے + فتحیاب نے ہمایوں ولیعہد کو مع چند سرداروں کے آگرے روانہ کیا - اور آپ دلی میں آیا + قدیمی عمارتوں کو دیکھا - درگاہوں کو سلام کیا - اور باد رفتار سے اُتر کر آبی سواری میں بیٹھا - کہ دریا کی راہ آرام سے آگرے پہنچے + ابراہیم کے اہل و عیال مع خزانے کے وہیں تھے - اور گوالیار کا راجہ قلعدار تھا - کہ سو برس سے پشت بہ پشت راجہ چلا آتا تھا - مگر وہ رفیق پرست میدان جنگ میں سر کے ساتھ رفاقت کا حق گردن سے اُتار چکا تھا - چنانچہ ہمایوں بے تکلف قلعے میں داخل ہوا - ستارہ اقبال کا چڑھا ہوا تھا - اور دلِ شبیر سے کئی میدان آگے بڑھا ہوا تھا - فوراً دروازوں کا بندوبست کر فوج فصیلوں پر پھیلا دی +

ابراہیم کی ماں دیرینہ سال بھی زندہ تھی - اُس نے جب سُنا - کہ حریف کا بیٹا قلعے میں آگیا - تو ایک دم حیرت

کا عالم رہا - آخر کچھ بن نہ آئی - شرم و حیا کے برقع کو پھاڑ چادر سر پر ڈالی - اور حرم سرا سے نکلی - آگے آگے دو خواجہ سرا پیچھے پیچھے چند یتیم بچے اور بیوہ لاوارثیں - جگر غم سے داغ داغ اور زبانیں ضبط سے چاک - دلوں میں آہیں - مگر منہ سے دعائیں دیتی شاہزادے کے سامنے آئی - اور کہا - کہ اے فرزند اقبال مند! اس چراغ سحری کی دعا لے - اور باپ فتحمند کی سلامتی میں ان بیواؤں اور یتیموں کی جان بخشی کر + سعادت مند شاہزادہ انقلاب فلک کو دیکھ کر کانپ گیا - اور دنیا کی بیوفائی آئینہ ہو گئی - بہت خاطر جمع کی - اور اشارہ کیا - کہ انہیں حرم سرا میں پہنچاؤ اس سن رسیدہ بی بی نے تھرتھراتا ہاتھ چادر سے نکال کر صندل کی ڈبیا میں ایک الماس گراں بہا دیا - اور کہا - کہ نور چشم! بکرماجیت کے وقت سے اس گوہر شب چراغ کے شہرے نے عالم کو روشن کر رکھا تھا - علاء الدین کے عہد سے شاہان اسلام کے خزانے میں آیا - تین پشت تک ہم نے بھی امانتداری کی - وہ آج ہی کے لئے تھی - اب یہ تمہارا حق ہے + غرض ہمایوں انہیں عزت و حرمت سے بٹھا کر آپ خزانوں کی طرف متوجہ ہوا + ابراہیم کو روپیہ سمیٹنے کا بڑا شوق تھا - اور اسی سبب سے فوج اور رعیت پریشان بے سامان رہتی تھی - چنانچہ خزانوں کو دیکھا - تو بھرے پائے - سب کا بندوبست کر کے باپ کی خدمت میں آیا - سارا حال عرض کیا - اور الماس نذر دیکر انعام میں لیا + دریا دل بادشاہوں کا قاعدہ ہے - کہ زورِ تیغ سے لیتے ہیں - اور بے دریغ دیتے ہیں - بابر نے خزانوں میں سے کئی کئی لاکھ نقد اور انواع و اقسام کے تحفے ایک ایک بیٹے اور ہر ایک سردار کو دئیے + لشکر میں ترک - افغان - ہزارے

عرب بلوچ فرقے فرقے کے لوگ تھے - سب کو نہال کر دیا - بخارا اور سمرقند میں اپنے خاندانی مشائخوں کو عجیب و غریب تحفے بھیجے - کابل کی رعایا میں بچے بچے تک ایک ایک شاہرخی بٹی بعد اس کے دفتروں پر متوجہ ہوا - اور بندوبست کے ساتھ خانۂ سلطنت کی آرائشیں کرنے لگا + ہندوستان کے حالات اور پیداواروں اور صنعتوں کی تحقیقاتیں شروع کیں - عمارتوں کو دیکھا - اور خود ایسے باغ لگائے - اور مکانات اور حمام بنائے - کہ ہندوستانی آ کر دیکھتے - اور کہتے - کہ آگرہ بھی کابل قندھار ہوگیا + یہاں کے لوگ سمجھتے تھے - کہ جس طرح محمود اور تیمور آندھی کی طرح آئے - اور بگولے کی طرح چلے گئے - اسی طرح بابر بھی چلا جائیگا + جب اس کا جماؤ دیکھا - تو اودے پور کا رانا جس کے خاندان میں صدہا سال سے راج چلا آتا تھا - اس نے بہت سے ہندو مسلمان سرداروں کو سمیٹ کر لاکھ آدمی کا جتھا جمع کیا - کہ اس ترک بچے کو مار کر نکال دو + بابر نے رفیقوں کو بلا کر گفتگو شروع کی - چنانچہ پہلی تجویز یہ ٹھیری - کہ جو جو یہاں کے لوگ فوج میں شامل ہوئے ہیں انہیں اضلاع میں بھیج دینا چاہئے - تاکہ میدان میں عین وقت پر دغا نہ کریں + بعد اس کے سرداروں نے کہا - کہ اپنی کمی اور غنیم کی زیادتی ظاہر ہے - اس لئے مناسب ہے - کہ آپ پنجاب میں جا کر عنایت الٰہی کے منتظر رہیں - جاں نثار میدان گرم کریں - اگر فتح پائی - تو حضور دولت و

لہ ایک سکہ تھا - جو شاہرخ میرزا امیر تیمور کے بیٹے کے نام سے شاہرخی کہلاتا تھا - اور مقدار میں سات آنے کے قریب ہوتا تھا +

اقبال کو رکاب میں لے کر تشریف لائیں - اور اگر ہم شہادت سے سرخرو ہوئے - تو پنجاب سے کابل تک کا ملک حضور کو مبارک رہے ٭ اس ہمت والے نے کہا - کہ اے میرے رفیقو ! جو فتح تم نے کی ہے - اُس کی عالم میں دھوم مچ گئی ہے - مگر اس حرکت کو سُن کر ملک ملک کے بادشاہ یہی کہینگے کہ اتنا بڑا ملک لے کر یہ خزانے اور جواہرات مارے - اور جب تلوار مارنے کا وقت آیا - تو سرداروں کو آگے رکھ کر آپ سرک گیا - تیمور و چنگیز کے نام پر داغ لگانے سے مرجانا ہزار درجے بہتر ہے خیر اب جو تمہارا حال - سو میرا حال ٭ یہ سُن کر تمام سرداروں نے دعا کی - اور فوج مع توپخانے کے روانہ ہوئی ٭ فتح پور سیکری کے پاس یہ پرچا لگا - کہ دشمن بھی بڑھا چلا آتا ہے - اور ہراول کی فوجوں کی ٹکر ہوگئی ٭ بادشاہ یہ خبر سنتے ہی خود باگیں اٹھایا چاہتا تھا - جو خبر آئی - کہ میدان اپنے ہاتھ رہا ٭ غرض جس ڈھنگ سے ابراہیم کی لڑائی میں لشکر اُترا تھا - اُسی طرح یہاں اُتارا - مگر شام کو جب فوج کی موجودات لی - تو معلوم ہؤا - کہ سپاہ کے دل بجھے ہوئے ہیں - اُسی وقت سرداروں کو میدان میں بلایا - اور ایک پُرتاثیر تقریر اس طرح ادا کی - کہ اے غریب الوطن بادشاہ کے رفیقو ! تم دیکھتے ہو - کہ ہم کون ہیں - اور کہاں کھڑے ہیں - برسوں محنت کی - مدتوں مصیبت سہی - اپنی جان خطروں میں ڈالی - پیارے رفیقوں کی جانیں دیں - تب نامور دشمنوں کو زیر کیا - اور وہ ملک تم نے لیا - کہ روے زمین کے سلاطین اس کی آرزو کرتے ہیں - بہادرو ! دیکھتا ہوں - کہ تمہارے دل گھٹے جاتے ہیں - تم

جانتے ہو۔ کہ جمعیت کے گھٹنے کا مضائقہ نہیں۔ مگر دلوں کا
گھٹنا غضب ہے۔ خدا نہ کرے! کہ ذرا بھی ہوا پلٹے۔ پھر
زمین و آسمان میں، ٹھکانا نہیں + دیکھو۔ تیموری تلوار جس
نے یہاں تک پہنچایا۔ وہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ پھر خطر کس
بات میں ہے؟ ہاں وہ بات نہ ہو۔ کہ بیوفائی سے روسیاہی کے دفتر
میں نام لکھا جائے۔ اور ہڈیاں سب کی یہاں خاک ہوں دیکھو!
آخر مرنا۔ اوّل مرنا۔ پھر مرنے سے کیا ڈرنا۔ مگر تلوار مار کر
مرنا ہزار زندگی سے بہتر ہے۔ جینا انہی لوگوں کا ہے۔ جو
آقا کے نمک اور بازوؤں کے زور پر لڑے۔ اور مردوں کے دفتر
میں نام لکھوا کر خدا کے سامنے سرخرو گئے۔ لو! اب یہ قرآن
شریف تمہارے سامنے ہے۔ تم دبا لو۔ اور یہ جلتے + قرآن کو
دیکھتے ہی سب نے سر جھکا دئے۔ چہرے سرخ ہوگئے۔ اور
بہتوں کے آنسو نکل پڑے + دوڑ دوڑ کر اس پر سر رکھ دئے
اور ہاتھ رکھ کر کہا۔ کہ جب تک دم میں دم ہے۔ جو بادشاہ
سے پھرے۔ خدا اور کلامِ خدا سے پھرے + غرض سب کے
دل قوی ہوگئے۔ اور ہنسی خوشی اپنے اپنے خیموں میں آگئے +
نیا نکتہ یہ نکالا۔ کہ شراب انگوری خاص کابل سے منگائی تھی۔
وہ دو دن پہلے پہنچی تھی۔ بلکہ ہمایوں کو شراب سے نفرت
تھی۔ اُسے بڑی منتوں سے پلائی تھی۔ اس موقع پر فتح کی منت
مان کر شراب سے توبہ کی۔ اور تمام سونے چاندی کے باسن تڑوا
کر نام خدا دے دئے + چند ترکی شعر توبہ کے مضمون میں
کہے۔ اور آگرے میں بجائے شراب خانے کے تعمیر مسجد
کا حکم بھیج دیا۔ ساتھ ہی مسلمانوں کے کل محصول معاف

کر کے تمام گناہوں سے یہاں تک کہ ڈاڑھی منڈانے سے
بھی توبہ کی - مگر شیطان نے ایک شوشہ چھوڑا - یعنی وطن
سے کوئی نحوست زدہ نجومی پہنچا - اُس نے تمام لشکر میں
ہل چل ڈال دی - کہ اس لڑائی میں ہماری شکست ہوگی +
لوگ تو بہت گھبرائے - مگر بادشاہ نے کچھ پرواہ نہ کی اور
صبح دم ابھی مشرق سے علم آفتاب بلند نہ ہؤا تھا - کہ اُس
نے پھریرا علم کا میدان میں کھول دیا + پہلے ہی توپوں کے
مُنہ سے بسم اللہ ہوئی - سامنا سامنے قائم رہا - اور ترک غول
کے غول جدا ہو ہو کر چاروں طرف سے گھرنے لگے - غنیم
نے بھی مردانگی کی داد دی - مگر دوپہر سے اُس کا طور بیطور
ہونے لگا - بابر نے دفعتہً نقارہ فتح کا بجا کر ایسا حملہ کیا -
کہ سب کے قدم اُکھڑ گئے - دُور تک بھاگتوں کا پیچھا کیا -
شام کو پھرے - اور غنیم کے خیمہ گاہ اور لشکر کے بازاروں
کو دیکھتے ہوئے رات کو اپنے ڈیروں میں پہنچے - ہوا خواہ
آتے تھے - اور مبارکبادیں دیتے تھے - آغا نجومی بھی شرمندہ صورت
آئے - بابر نے بہت سی ملامت کی - مگر چونکہ نمک خوار قدیمی
تھا - اس لئے لاکھ ٹنکہ دے کر حکم دیا - کہ ابھی لشکر سے
نکل جائے - وہاں ایک مینار یادگار بنایا - اور فتح کا نقارہ
بجاتا اقبال کا نشان اُڑاتا گوالیار میں آیا پتھر کا ہاتھی اور
شمس الدین التمش کی مسجد دیکھی اور اس فتح سے فرمانوں
میں بادشاہ غازی تحریر ہونے لگا +

بابر بادشاہ جیسا مزاج کا رنگین تھا - ویسا ہی دل کا
سخت اور طبیعت کا مصیبت پسند تھا - کئی دفعہ کاپلی سے

گھوڑا اُڑایا - اور ایک سو ساٹھ میل زمین طے کر کے دوسرے دن آگرے میں دم لیا - کشتیاں موجود ہوتیں - اور گنگا جیسے دریا پر کپڑے اُتار ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر کود پڑنا - تیر کر پار اُتر جاتا - اور حریف پر دھاوا مارتا + آخر کوچ کے دن نزدیک آئے - اور بیمار ہو کر طبیعت بے اعتدال ہوئی + اتفاق یہ - کہ انہی دنوں میں ہمایوں بھی سخت بیمار ہو گیا - حکیم طبیب سب نے اپنی اپنی حکمت خرچ کی - مگر کسی سے کچھ نہ ہوا - آخر مشائخوں اور بزرگوں کو بلا کر پوچھا + انہوں نے عرض کی - کہ جو چیز حضور کی نظر میں نہایت گران بہا ہو - وہ نور چشم پر نثار کیجے - کہ اس کی آئی بلا ٹلے + بابر سمجھ گیا کہ یہ ابراہیم لودھی والے الماس کا اشارہ ہے - ہنس کر کہا - کہ پتھر کیا مال ہے - لخت جگر پر میں اپنا گوہر جان قربان کرونگا + یہ کہہ کر اُٹھا - تین بار گرد پھرا - اور کہا - الٰہی اس کی بلا میں نے اپنی جان پر لے لی - لے لی - لے لی + بعد اس کے سجدہ کیا اور دیر تک رو رو کر دعا مانگتا رہا - خدا کی قدرت! کہ اسی وقت سے اُس کا مرض گھٹنے لگا - اور اس کا بڑھنے لگا + بیٹے سے کہا - کہ تخت تمہیں مبارک ہو! ہمارے لئے حکم دو - کہ تختۂ تابوت تیار کریں + آخر بیٹا بستر بیماری سے اُٹھ کھڑا ہوا - اور باپ نے بستر عدم پہ آرام کیا - تاریخ ہوئی - کہ ع ہمایوں بود وارث ملک وے + لاش کابل میں بھیجی گئی - چنانچہ جہانگیر نے اُس پر ایسا عالیشان مقبرہ بنوایا - کہ اب بھی سیاح لوگ اُسے دنیا کی بے نظیر عمارتوں میں شمار کرتے ہیں +

اس وقت تک امیر تیمور کی اولاد میں جو بادشاہ ہوئے - امیر کی رعایت سے امیرزا کہلاتے تھے - بابر نے ہندوستان مار کر اپنے نام پر امیرالمومنین کا تاج رکھا - اور شاہی کا تمغہ لگایا +

نصیرُ الدّین ہمایوں

جب ہمایوں کے سر پر ہمائے سلطنت نے سایہ ڈالا - تو جشنِ شاہانہ سے جہان کو روشن کیا - اور اتنے خوان اور کشتیاں بھر بھر کر انعام دئے - کہ تخت نشینی کی تاریخ کشتئے زر ہوگئی + بہادری اور قابلیّت کے ساتھ دل کا رحیم اور ہاتھ کا سخی ایسا تھا - کہ بیان سے باہر ہے - جو جو ملک بھائیوں نے مانگے - اُس نے ہنسی خوشی دے دئے + خطابخشی کا یہ عالم تھا - کہ اپنے تو درکنار دشمن بھی جب کشت و خون سے دل کی ہوس نکال کر عذر کرتے - تو معاف ہی کردیتا + چند روز کے بعد ملک گیری کو اُٹھا + دکن کی مہموں میں فتح کے نشان اُڑاتا پھرتا تھا - جو پرچہ لگا - کہ فرید افغان شیرخاں بن کر بنگالے کی طرف حملے کر رہا ہے - چنانچہ خود فوج لیکر ادھر آیا - اور شیر کے پنجے سے اپنے شکار چھڑانے لگا - مگر اس ملک کی سرسبزی اور برسات کی بہار سے آرام طلبی ایسی غالب ہوئی - کہ گوڑ[1] کا نام جنت آباد رکھ کر خود عیش و عشرت میں مست ہو بیٹھا + لشکر کچھ تو سفر کے مارے ٹوٹ گیا تھا - یہاں بنگالے کی برسات اور ہوا کے بگاڑنے انسان حیوان سب کو گرادیا

[1] قدیم زمانے میں بنگالے کا دارالخلافہ تھا +

چاروں طرف نالے دریا چڑھ کر خبریں بھی بند ہو گئیں - اور جا بجا فساد ہونے لگے + ادھر ایک بھائی آگرے میں آیا - اور ایک اُدھر کو بڑھا - شیر خاں اَور بھی شیر ہو گیا - اور اُس نے بھی ادھر کا رُخ کیا + بادشاہ کو یا تو خبر نہ تھی ہوئی - تو سب باتوں کی ایک دفعہ ہی خبر ہوئی - فوج کو دیکھا - تو شکستہ حال بلکہ شکستہ دل پایا - چنانچہ برسات کے بعد رستہ کھلتے ہی فوج کے بہادر بھاگنے لگے + اس نے بھائیوں کو لکھا - کہ جو ملک باپ نے بڑی بڑی جانیں کھپا کر لیا تھا - آپس کے جھگڑوں میں مفت ہاتھ سے جاتا ہے - شیر خاں بُری بلا ہے - پہلے سب مل کر اس کا فیصلہ کر لو - پھر تمہاری خوشی سے مجھے کسی طرح انکار نہیں +

کوتہ اندیش بھائیوں نے شفیق بھائی کی کچھ نہ سنی - ناچار گھر کی خبر لینی واجب سمجھ کر پہلے آگرے کو چلا + رستے میں دیکھے - تو ایک ایک نالہ دریا - اور ہر دریا سمندر ہو رہا ہے ہاتھی اور اونٹوں کی بار برداری تو در کنار - اپنی جان کا اُٹھانا بھی دبال ہو گیا + غرض مع لشکر سفر کے دریا میں تیرتا چلا آتا تھا - کہ شیر خاں کو خبر لگی - وہ سنتے ہی شیر کی طرح جھپٹا - اور نہنگ کی طرح ندی نالوں سے اُترا + فوج اُس کی جو دن رات یلغاروں پر چڑھی ہوئی تھی - اس طرح باگیں اُٹھائے آئی - کہ ہمایوں کو رستے ہی میں آن لیا + امیروں نے بادشاہ کو صلاح دی - کہ حریف برابر دو منزلہ اور سہ منزلہ کرتا ہوا آیا ہے - آج ہی اس پر جا پڑیں - تو بہتر ہے - مگر بادشاہ کے خیال میں نہ آیا + شیر خاں نے راتوں رات کھائیاں اور مورچے

تیار کیے + دوسرے دن جو اُسے دیکھا - تو قلعے میں بیٹھا پایا - ناچار یہ صلاح ٹھہری - کہ ادھر کشتیاں جمع کرتے رہیں - اور لڑائی کو ٹالتے رہیں - جب موقع پائیں - تو پار اُتر جائیں + شیر خاں بھی کچھ فوج اور کچھ سامان کے انتظار میں تھا - وہ غنیمت سمجھا - اور اس عرصے میں دو مہینے گزار دیئے + بعد اس کے یہ پیچ کھیلا - کہ ایک دن خیمے ڈیروں سے لشکر کا پہرہ درست رکھا - اور خود ایک فوج جرّار لے پانچ سات کوس کا چکّر دے بادشاہ کے پیچھے آ پڑا - اور اپنے پیر کو نامہ دیکر یہ پیغام بھیجا - کہ اگر حضور بنگالے کا ملک مجھے دیں - تو آگے کی طرح نہ کروں - اور سکّہ اور خطبہ حضور کا قائم رکھوں + بادشاہ اس وقت میں یہی غنیمت سمجھا - اور قرآن پر مُہریں ہو کر عہد و پیمان ہو گئے - لیکن آج تو قسما قسمی کر کے خاطر جمع کی - دوسرے دن قرآن کو مع عہد و پیمان طاق پر رکھ فوج کے تین حصے کئے - عین صبح کا وقت تھا - جو تلواریں کھینچ اس طرح آن پڑا - کہ بادشاہ اور سارا لشکر حیران رہ گیا + اس وقت سوائے گریز کے کوئی رستہ نظر نہ آیا - اور جدھر جس کا مُنہ اُٹھا - ادھر بھاگا - لاکھوں کا ٹڈی دل تھا - مارے گئے - کیچڑ میں پھنسکر رہ گئے - جو ان بلاؤں سے بچے - وہ آنکھیں بند کر کے پانی میں کود پڑے + بادشاہ نے بھی دریا میں گھوڑا ڈالا - ستارہ ایسا ڈوبا تھا - کہ بیچ منجھ دھار میں جا کر گھوڑا بھی غوطے کھانے لگا - بادشاہ نے دیکھا - کہ لشکر کا ایک سقّا اپنی مشک پر تیرتا چلا جاتا ہے - ہاتھ اُٹھا کر آواز دی - کہ اے آب حیات کے فرشتے! لینا - کہ لینے کا وقت ہے - اور مانگ کیا مانگتا ہے؟ اس نے

کہا - کہ دوپہر کی بادشاہت + غرض پیٹھ پر ڈال ہاتھ پاؤں مار کنارے پر پہنچا دیا + چنانچہ بادشاہ نے آگرے پہنچکر وعدہ وفا کیا + اُس نے بھی دوپہر کی بادشاہت میں تمام بھائی بندوں کو نہال کر لیا + اور اپنا سکّہ یہ بٹھایا - کہ مشکیں کترواکر چام کے دام چلائے - شیرخاں نے یہ بڑی انسانیت کی - کہ بادشاہ بیگم اس داروگیر میں وہیں رہ گئی تھیں - انہیں نہایت ستر و پردے سے رکھا - اور بڑی عزّت و حرمت سے ہمایوں کے پاس بھجوادیا + غرض ہمایوں نے خلوت میں تمام سرداروں کو جمع کیا - اور بھائیوں کو بلاکر آپس کے فساد کا انجام اور اس مقدمے کا نشیب و فراز سمجھایا + انہیں شیرخاں نے یہ بھلاوا دے رکھا تھا - کہ اگر تم اس معاملے میں الگ رہو - تو بعد فتح کے پنجاب کا ملک تمہیں دیدونگا - یہ سمجھے کہ ہمایوں کے آگے ہمارا چراغ جلنا محال ہے - اور یہ کانٹا نکل جائے - تو شیرخاں کچھ مال نہیں - خرگوش کی طرح جھاڑیوں میں بھگا بھگا کر مار لینگے - چنانچہ بھائی سے حیلے حوالے کر کے پنجاب کی طرف پہلو بچا آئے + شیر نے چھ مہینے کے بعد انگڑائی لی - اور پچاس ہزار کی جمعیّت سے ادھر بڑھا - بادشاہ بھی ایک لاکھ فوج سے پھر نشان اُٹھاکر چلا + ادھر سے شیرخاں کا بیٹا ہراول آتا تھا - ان کے ہراول نے جاتے ہی شکار کیا اور سارا لشکر مچھلیوں کی طرح پیر گنگا پار اُتر گیا - مگر جب دونو فوجوں کا مقابلہ ہوا - تو مہینہ بھر تک آمنے سامنے پڑے رہے - اور لڑائی کے طول نے بادشاہی لشکر کو ایسا دل تنگ کیا - کہ لوگ پھر چپکے چپکے سرکنے لگے - اور

سے برسات آئی - اُس نے سب کو اگلا برس یاد دلایا +
ایک دن سرِ شام آسمان کے میدان پر جنگ کا سامان نظر آیا - پنجۂ خورشید کے نیچے پھریرا شفق کا لہرانے لگا - پھر بادل رنگا رنگ کی وردیاں پہن کر آنے شروع ہوئے - رعد کے کڑکیت ابھی کڑکا اپنا نہ کہ چکے تھے - جو رات بھی اپنا اندھیریا لشکر لے کر نمودار ہوئی - عالم دھواں دھار ہوگیا - برق خناب اُڑانے لگی - اور توپیں گرج کر اولوں کا گراب پڑنے لگا + رات بھر یہی عالم رہا - مگر صبح ہوتے مشرق کی طرف سے ایک قدرتی گولا ایسا چلا - جس نے سب کے دھوئیں اُڑا دئے - اور عالم میں پھر امن کی روشنی ہوئی + چونکہ جہاں یہ اُترتے تھے - وہ جگہ نشیب میں تھی - تمام خیموں میں پانی بھر گیا - ناچار جگہ بدلنے کا ارادہ کیا + غرض یہ تو اپنے اپنے اسباب کے سنبھالنے میں لگے ہوئے تھے - اور عین صبح کا وقت تھا - جو شیر خاں تمام فوج کو یکہ دفعتہً آن پڑا - سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے - اور بے تحاشا بھاگے + افغان تلواریں کھینچ کھینچ کر دوڑے - پُل توڑ کشتیوں پر سوار ہوگئے - اور جو طوفان زدہ موت کے دریا میں غوطے کھا رہے تھے - بلا کی طرح اُن کے پیچھے پڑ گئے - نیزے - برچھی - تیر و تفنگ سے شکار کرتے تھے اور تلوار کے گھاٹ سے ملک عدم میں اُتار دیتے تھے + جو المرد بادشاہ نے چاہا - کہ آج اسی میدان میں جان دے دے - مگر خدا کو ابھی اس سے اور اُس کی اولاد سے بڑے بڑے کام لینے تھے - اتفاقاً گھوڑا تیر کھا کر بھاگا - دریا کے کنارے پر ایک خواجہ سرا فیل سوار کھڑا تھا - اُس نے دیکھتے ہی ہاتھی بٹھا دیا - اور

سوار کرکے دریا کی طرف لے چلا - فیلبان سے کہا - کہ ہاتھی دریا میں ڈال + اُس نمک حرام کی نیت بگڑی ہوئی تھی - جیلے حوالوں میں وقت ٹلانے لگا + خواجہ سرا خوجہ تھا - مگر ہمت مردانہ میں کسر نہ تھی - اُسی وقت تلوار گھسیٹ فیلبان کو دو ٹکڑے کرکے گرایا اور آپ آگے بیٹھ ہاتھی کو دریا میں ہُول دیا +
گنگا سا دریا برسات کا موسم اور ہاتھی انجانوں کے نیچے - غرض کہ ڈوبتے اچھلتے کنارے پر پہنچے - مگر ایسی جگہ پر جا کر نکلے - کہ وہاں سے کڑاڑا بہت اونچا تھا - اتفاقاً ایک سردار اور دو سپاہی پہلے پار پہنچے تھے - وہ دیکھتے ہی دوڑے - سر کی پگڑیاں اور کمر کے پٹکے کھول کھول کر رسا بٹا - بادشاہ کو کھینچ کر نکالا - اور پھر آگرے میں آئے +
اس فتح سے شیر خاں شیر شاہ بن گیا - اور آگرے کا رُخ کیا - ہمایوں بہت گھبرایا - ناچار پنجاب میں آیا - کہ بھائیوں سے کچھ صورت بنے - مگر بھائی حضرت یوسف کے بھائی نکلے اور جب سنا - کہ شیر خاں یہاں بھی آیا - تو اُنھوں نے کہا - کہ ہم تو کابل و قندھار پر قناعت کرتے ہیں - تمہیں اپنا اختیار ہے + ہمایوں حیران رہ گیا - ناچار سندھ کا راستہ لیا - اور وہاں کے سرداروں سے مدد مانگی - مگر نہ اُس ریگستان کی مٹی میں کچھ سکت تھا - اس میں کچھ نظر نہ آتا تھا - جس امید پر کوئی رفاقت کرے - بعض نے مدد کی - بعضوں سے لڑائی بھڑائی بھی ہوئی - آخر اُس ویرانے میں جب کھانے پینے کا بھی ٹھکانا نہ دیکھا - اور جودھ پور والے کی چند تحریریں پہنچیں - تو ارادہ کیا - کہ ملتان - بیکانیر کے ویران ویران رستے سے

دفعتہً جودھ پور پہنچے - اور عین ہندوستان کے بیچوں بیچ سر نکالے - چنانچہ اسی ارادے پر روانہ ہوا - مگر اس تباہی کی تکلیفیں حدِّ بیان سے باہر ہیں - ریگستان کی راہ - اونٹ کے سوا گھوڑے کا گزارا نہیں - رستے گم - دن کو آگ برسے - رات کو کوچ کرنا پڑے - ستاروں کے حساب پر رستہ چلے - کوسوں پانی کا پتہ نہیں - غرض جب جیسلمیر پہنچا - تو راجہ نے دیکھا - کہ ایک ترک بے سرو سامان چلا جاتا ہے - فوج دوڑا دی ÷ یہ بھی جانوں سے نا اُمید تھے - لڑ بھڑ کر اُن سے پیچھا چھڑایا ÷ جب جودھ پور دس کوس رہا - تو آپ ٹھیر گئے - اور ایک آدمی خفیہ خبر لینے کو بھیجا ÷ وہاں کا ایک باوفا کہ پہلے ہمایوں کا کتاب دار تھا - اب راجہ کا نوکر تھا - یہ شخص اُس سے جاکر ملا - تو معلوم ہوا - کہ راجہ بے شک رفاقت پر تھا - مگر ایک تو شکستوں کے حال مُفصل سنے - دوسرے شیرشاہ کے وکیل پہنچے - اب اُس کا قطعی ارادہ ہے - کہ اگر ہمایوں ہاتھ آئے - تو شیرشاہ کے حوالے کرکے سرخرو ہووے ÷

یہاں بے سرو سامان خدا کی آس پر جنگل میں پڑے تھے - جو رات کے وقت یہ خبر آئی - سب گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے - اور اُن ہی کٹھن منزلوں کو پھر دُہرانا پڑا ÷ بلا کے جنگل میں قدم قدم پر نئی منزل اور ایک ایک بات نئی مہم تھی - حاملہ بی بی ساتھ تھی - جس کی سواری میں ایک نوکر کا گھوڑا تھا - وہ بھی اُس بیوفا نے مانگا - ہر چند بادشاہ نے کہا - کہ بھائی وقت کو دیکھ اور بات کو سمجھ - مگر جب اُس نے زبردستی اُتار دیا - تو ناچار اپنے گھوڑے پر بی بی کو

سوار کیا - اور آپ پا پیادہ ہوگیا - ایک اور سردار سے گھوڑا مانگا
گیا بڑا موقع تھا - کہ اُس کور بخت نے بھی آنکھیں پھیر لیں -
اور گھوڑا ہاتھ آیا - تو قسمت سے مرگیا - آخر ایک اونٹ ملا
اُسی کو غنیمت سمجھ کر سوار ہوگیا + اسی عالم میں اپنے کوکہ کو
دیکھا - کہ مردار سے گھوڑے پر ماں کو سوار کیا ہے - اور آپ
ہانکتا چلا جاتا ہے - بادشاہ کو ترس آیا - بڑھیا کو اپنے پیچھے
بٹھا لیا - اور کوکہ کو اُس گھوڑے پر سوار کیا + اگرچہ پیچھے راجہ
کی دوڑ کا بھی کھٹکا لگا تھا - مگر پانی کی نایابی غضب تھی!
بہتوں نے تڑپ تڑپ کر جان دی - اور جو زندہ تھے - وہ
مُردوں سے بدتر تھے + جب منزلوں کے بعد گاؤں آتا -
تو گنواروں کو گوارا نہ ہوتا - کہ بوند پانی دیں - اگر وہ دیتے
تو یہاں آپس میں کٹ کر چند سپاہیوں کے خون بہتے -
قسمت سے ایک کنواں نظر آیا - سب وہاں اُتر پڑے - مگر
اُدھر کے کوئیں میں پانی بہت دور ہوتا ہے - چنانچہ ایک
آدمی ڈول کھینچ کر لے جاتا ہے - ایک کوئیں پر کھڑا ہوتا ہے
جب ڈول نکلتا ہے - تو کوئیں والا ڈھول بجاتا ہے - تب کھینچنے
والے کو خبر ہوتی ہے - اور وہ ٹھہر جاتا ہے - لوگ ایسے پیاسے
ہو رہے تھے - کہ جب کوئیں میں سے ڈول نکلا - تو دس پانچ
آدمی ایک ہی دفعہ اوپر جا پڑے - چند مرتبہ پانی ضائع ہوکر ڈول
کوئیں میں گر پڑا - بڑے بڑے جوانمرد مارے پیاس کے تڑپتے تھے
اور زار زار روتے تھے کئی آدمی کوئیں میں گر کر پیاس کے عذاب
سے چھوٹے - آخر بھتوں کے دونے بنا کر اور سر کی پگڑیاں
کمر کے پٹکے لگا کر پانی کھینچا - اور جن کی زندگی تھی -

اُنہیں نصیب ہؤا + کئی دن کے بعد چلتے چلتے ایک جوہڑ پر پہنچے - اونٹ اور گھوڑے مدّت سے پیاس بھر پانی کو ترس رہے تھے - اتنا پی گئے - کہ اکثر جان سے جاتے رہے + غرض پچھلی رات باقی تھی - غنیمت سمجھ کر دم کے دم آرام لیا - مگر صبح ہوتے ہی سب کے منہ فق ہو گئے - کیونکہ بستروں پر آنکھ کھول کر پہلے جس کی صورت دیکھی - وہ کالا غبار تھا - جس میں سے جودھ پور والے کا بیٹا نکلا - اور آتے ہی للکارا - کہ اے ترکو! مسلمانو! بے گھر بے خانمانو! تم کون تھے - جو بے اجازت ہمارے ملک میں چلے آئے - مگر تقدیر کی خبر نہ تھی - کہ ان آفت زدوں میں ایک بی بی کے پیٹ میں وہ بچّہ ہے جسے ہند کا شہنشاہ ہونا ہے - اور چار دانگ ہندوستان میں اُس کے نام کا ڈنکا بجنا ہے + یہ دیکھ کر مصیبت زدوں کی آنکھوں میں موت کی تصویر پھر گئی - اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگا + سو راجپوت اُن میں سے گھوڑے مار کر الگ ہو گئے - اور پھیل کر اُنہیں گھیر لیا - جس نے سامنا کیا - وہ تو جان سے گیا - باقی جنگل میں تتر بتر ہو گئے - اور جس جوہڑ پر ان کی زندگی کی آس تھی - اُسے اُنہوں نے قبضے میں کیا - جب بھتوں کو مار کر جی ٹھنڈا کیا - تو راجہ کا بیٹا سفید جھنڈا لیکر خود امان دیتا ہؤا آیا - اور کہا - کہ تم لوگ ہمارے علاقے میں بے اجازت کیوں آئے؟ اور دھرم کے راج میں گائے کیوں ذبح کی؟ انہوں نے کہا - کہ پیٹ ظالم ہے - جب کھانے کو نہ ملے - تو کیا کریں - بیکسوں کی حالت ایسی ہو رہی تھی - کہ دشمن کو بھی سوائے رحم کے کچھ بن

نہ آئی - اور جانے کی اجازت دی - مگر قدرتی دشمن کو کون ٹال سکے - کڑی منزلوں کی بلائیں سامنے تھیں - اور قسمت کی گردش پیچھے پڑی ہوئی تھی - آخر مرتے دُکھ بھرتے چلے +

جب قدیمی نمک حلال اور جانی رفیق تڑپ تڑپ کر آنکھوں کے سامنے مر لئے - تو بادشاہ بے سپاہ سات آدمیوں کے ساتھ امرکوٹ میں داخل ہوا - راجہ وہاں کا اس عالم میں بھی اس عالی ہمتی سے پیش آیا - کہ جو خاندانی راجاؤں کو بادشاہوں کے ساتھ چاہئے - چنانچہ یہاں بیٹھ کر بھی چاروں طرف ہاتھ پاؤں ہلائے - مگر قسمت یاور نہ تھی - قدم نہ جمے - آخر جب کہیں ٹھکانا نہ ملا - تو خدا کا گھر یاد آیا - حج کا ارادہ کیا اور سب رفیقوں کو لیکر قندھار کے رستے پر چلا +

ایک دن دامن کوہ میں منزل کئے پڑے تھے - جو ایک سوار گھوڑا مارے بیرم خاں کو پوچھتا آیا - سیدھا اُس کے خیمے میں چلا گیا - اور کہا - کہ قندھار میں عسکری مرزا بادشاہ کے بھائی کو ان کے اس حال سے یہاں آنے کی خبر جا پہنچی چنانچہ انہوں نے تحقیق کے لئے ایک آدمی بھیجنا چاہا - چونکہ میرے دل کی عقیدت کی اُنہیں خبر نہ تھی - اِس لئے بے تکلف مجھ سے کہا - میں نے غنیمت سمجھا - اور اُن ہی کے خاصے کا گھوڑا لیکر روانہ ہوا - کہ جلد پہنچوں اور حضور کے حق نمک سے ادا ہوں + بیرم خاں اسی وقت بادشاہ کے پاس دوڑا گیا - وہ سن کر بہت گھبرایا اور کچھ سوچ کر تیاری کا حکم دیا + جو رفیق ہمراہی میں تجویز ہوئے تھے - ان میں گھوڑے بھی پورے نہ تھے - غرض رستے کی تکلیف اور

گرمی کے سبب اکبر کو تو وہیں چھوڑا۔ آپ بی بی کو ساتھ لے کر ترکستان کا ارادہ کیا + بیرم خاں نے آکر پھر عرض کی ۔ کہ وطن سے آپ کے والد نے کیا پایا؟ جو آپ پائینگے ۔خدا پر توکل کیجئے اور ایران کو چلئے ۔کہ وہاں کے لوگ مہماں نواز ہیں ۔ دیکھئے! شاہ صفی صوفی نے امیر تیمور کے ساتھ کیسا سلوک کیا ۔ اس کی اولاد نے حضور کے والد کے ساتھ دو دفعہ رفاقت کی + یہ بات ہمایوں کی بھی سمجھ میں آگئی ۔ سب کو یہاں چھوڑا ۔ اور اُس طرف روانہ ہوا ۔ ان بائیس آدمیوں میں کوئی ایسا بھی نہ تھا ۔جس نے پہلے وہ رستہ دیکھا ہو ۔ اور بدرقے[1] کا تو کیا ذکر ہے + خدا کی قدرت! ادھر ان کا یہاں سے نکلنا ۔کہ عسکری مرزا بھی آن پہنچا + روانگی کی خبر سن کر دل میں تو بہت افسوس کیا ۔ مگر ظاہر میں کہا ۔ کہ میں تو بھائی کے آنے کی خبر سن کر استقبال کو آیا ہوں خزانچی کو بلا کر کہا ۔کہ خزانہ لاؤ ۔ مگر اُس کا خزانہ حمام کا خزانہ ہو رہا تھا ۔ خیر بھوکوں کے پیٹ کاٹتا تھا ۔ اس کا خوب خمیازہ کھینچا + اکبر کو لا کر چچا کی گود میں دیا ۔ اُس نے ظاہر میں بھتیجے کو بہت پیار کیا ۔ اور سب کو لیکر قندھار چلا گیا +

ادھر جب ہمایوں یہاں سے نکلا ۔ تو خدا نے ایک بلوچ اپنی قدرت سے بھیج دیا ۔ کہ راہبر ہوا ۔ اور یہ بے سامان قافلہ

[1] ان ملکوں کے پہاڑ اور جنگلوں میں بغیر قافلے کے رستہ نہیں چلا جاسکتا ایک شخص اجرت پر ساتھ لے لیتے ہیں ۔کہ جو رستہ بھی جانتا ہے اور ہر طرح کے خطر کا ذمہ دار ہوتا ہے ۔ اُسے بدرقہ کہتے ہیں +

جس کا قافلہ سالار ہمایوں بادشاہ تھا سلیستان میں پہنچا + وہاں عمل شاہ ایران کا تھا - شاہ کی طرف سے پہلے ہی قدم قدم رستے کے لئے مفصّل حکم پہنچ گئے تھے - حاکم کو مع فوج سرحد پر حاضر پایا - چنانچہ جہاں جہاں ہمایوں پہنچتا - حاکم شہر پا پیادہ سرحد پر آتا - اور نذر دے کر رکاب پکڑ ساتھ ہو لیتا - جو کچھ پوچھتا - اُس کا جواب دیتا - جتنی دور کا حکم تھا - اتنی دور پیادہ چل کر سوار ہو جاتا - اور مع لشکر پیچھے پیچھے روانہ ہوتا + جو باغ یا محل اُترنے کے لئے ہوتا - اُس کی آرائش کی کیا تعریف ہو - کوسوں مخمل اور زربفت کے فرش پا انداز ہوتے تھے + جب وہاں پہنچتے تو جشن شاہانہ سے دربار ہوتا - اور سب نذریں دیتے + غرض جس حاکم کو دیکھا - بندۂ فرمانبردار تھا - اور جہاں پہنچا - گویا اپنا ہی گھر بار تھا - اسی طرح برابر ضیافتیں اور مہمانیاں ہوتی چلی آئیں - بیرم خاں کہ رزم میں رستم اور بزم میں ارسطو بن جاتا تھا - نامہ لیکر گیا - اور جواب نہایت با صواب لایا - غرض وہ شہریار بے ملک شہر شہر کی سیر کرتا مشہور مشہور مقاموں کو دیکھتا چلا جاتا تھا - جب دارالخلافے پر پہنچا - تو دونو بادشاہوں میں عجب لطف سے ملاقات ہوئی - جہاں خورشید کلاہِ ایران میزبان اور امیر تیمور کا پوتا ہندوستان کا بادشاہ مہمان ہو - اُس مہمانداری کی دھوم دھوم کا کیا بیان ہوا مگر حق یہ ہے - کہ دارائے ایران نے مہمانداری کا حق اس خوبصورتی

لہ ہمایوں کے نام کی رعایت سے اس میں یہ شعر لکھا تھا + سہ

ہمائے اوجِ سعادت بدامِ ما افتد   اگر ترا گذرے بر مقامِ ما افتد

سے ادا کیا - کہ آج تک تاریخوں کے صفحے اُس کی خوبیوں سے آراستہ ہیں - تمام ملک میں حکم دے دیا - کہ شکست کا لفظ زبان پر نہ آئے - تاکہ میرے مہمانوں کا دل شکستہ نہ ہو +
ایک دن شاہ ایران نے ایوان شاہی میں ہمایوں کی ضیافت کی - جب دستر خوان اُٹھا - تو اربابِ نشاط اپنے کمال دکھانے کو حاضر ہوئے - چنانچہ ایک نے یہ غزل گانی شروع کی ؎

ہمایوں منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد
مبارک کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

شاہ اور تمام اہل دربار سُن کر اُچھل پڑے - مگر دوسرا شعر اُس نے یہ گایا ؎

ز رنج و راحتِ گیتی مشو خنداں مرنجاں دل
کہ آئینِ جہاں گاہے چناں گاہے چنیں باشد

یہ سن کر ہمایوں کے دل پر ایسی چوٹ لگی - کہ آنسو بھر آئے - شاہ کو بھی اس بات کا بہت رنج ہوا - فوراً اُس گویّے کو اُٹھا دیا - اور دوسری چوکی حاضر ہوگئی +
ایک دن دونو بادشاہ برابر بیٹھے تھے - مگر ہمایوں کا زانو مسند سے نیچے تھا + بیرم خاں کو تاب نہ آئی - اُسی وقت کمر سے چھُری نکال اپنا زرّیں پٹکا کاٹا - اور آقا کے زانو کے نیچے بچھا دیا + یہ نمک کا جوش شاہ کو بھی بہت بھایا - اور ہمایوں سے فرمایا - کہ ایسے جاں نثار تمہارے ساتھ تھے - پھر کیا ہوا - کہ یہاں تک نوبت پہنچی ؟ اُس نے جواب دیا - کہ ان کی رائے پر عمل نہ کیا - اور بھائی جو قوتِ بازو ہوتے ہیں وہ درپے خرابی ہوگئے + شاہ نے کہا - کہ اُس مُلک کے

لوگوں نے بھی رفاقت نہ کی؛ ہمایوں بولا۔ کہ وہ قوم غیر مذہب غیر جنس ہے۔ ان سے ہم لوگوں کا اتفاق ممکن نہیں + شاہ نے کہا۔ کہ جب بادشاہ غیر قوم میں داخل ہو۔ واجب ہے۔ کہ ان سے اتحاد اور یگانگی پیدا کرے۔ اب کی دفعہ تم بھی اس بات کا لحاظ ضرور رکھنا + تھوڑی دیر میں دستر خوان بچھا۔ سام مرزا اس کا بھائی کمر بستہ کھڑا تھا۔ اسی وقت سلابچی آفتابہ سامنے لایا۔ اور ہاتھ دھلوائے چنانچہ شاہ نے اشارہ کیا۔ کہ دیکھو بھائیوں کو اس طرح رکھتے ہیں۔ مہمانوں کی تفریح طبع کے لئے کئی دفعہ شکار جرگہ بھی کیا۔ اور اُن میں پہلے اپنے ساتھ ہمایوں کو شکار کھلوایا۔ پھر بیرم خاں کو۔ پھر اپنے بھائی سام مرزا کو اجازت دی۔ پھر حکم عام ہوگیا۔ غرض کئی برس کے بعد جب مہمان خود مہمانیاں کھانے کھاتے تھک گئے۔ تو شاہ نے بڑی شان و شوکت سے رخصت کرکے بارہ ہزار قزلباش کا لشکر ایک جانباز بہادر کی

لہ صورت اس کی یہ ہوتی ہے۔ کہ دامن کوہ میں پندرہ بیس کوس کا ایک جنگل جال اور جھاڑیوں سے گھیرتے ہیں۔ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ کوس کے گردے سے وحشی جانور گھیر کر اُس میں ڈالتے ہیں۔ اور گزرگاہوں نو شکاری خود روک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بیچ میں بلند بلند مقام شاہ اور خاص خاص شہزادوں کے لئے بناتے ہیں۔ پھر اس کے بادشاہ اور شاہزادے اور امیران دربار اسلحہ شکار اور بہت سے شکاری کتے لیکر وہاں پہنچتے ہیں ÷ پہلا شکار بادشاہ مارتا ہے۔ پھر درجہ بدرجہ شہزادے اور امرا کھیلتے ہیں۔ پھر حکم عام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہمایوں کی خاطر سے کئی معرکے ایسے ہوئے +

سرداری سے ساتھ کیا - اور شگون کے لئے اپنے شیر خوار بیٹے کے نام پر سپہ سالاری کر کے ساتھ کر دیا + ہمایوں نے بھی وعدہ کیا - کہ بعد فتح کے قندھار شہزادے کے نام پر کر کے سلطنت ایران سے متعلق کر دیا جاویگا - غرض آتے ہی قندھار کا محاصرہ کیا - اور کئی مہینے کے بعد فتح کیا - عسکری مرزا ننگی تلوار گلے میں ڈال معافی کے لئے سر دربار حاضر ہوا - ہمایوں کابل میں آیا - وہاں کامران کامرانی کرتا تھا - اُس نے مقابلہ کیا + چند روز تک محاصرہ رہا - آخر یہ بھی قلعے کو نہ تھام سکا دیوار توڑ کر رات کو نکل بھاگا - فتحیاب لشکر شہر میں داخل ہوا گھر گھر عید ہوگئی - شام کو بادشاہ بھی پہنچا + شہر کے لوگوں نے چراغاں سے رات کو شب برات کر کے دلوں کی عقیدت کو روشن کیا + ہندوستان میں شیر شاہ کا بیٹا بھی کئی برس بادشاہت کر کے مرگیا تھا - اور ہندوستان پانچ بادشاہوں میں بٹ گیا تھا - ہمایوں کے آنے کو لوگوں نے غنیمت سمجھ کر طلب کیا - چنانچہ دو تین میدان مار کر دلی پر قابض ہوگیا - چاروں طرف فرمان جاری کئے - پرانے قلعے کی مرمت اور تعمیر کر کے دین پناہ نام رکھا +

ہمایوں کو علم ہیئت کا بہت شوق تھا - چنانچہ سات سیاروں کے بموجب سات محل بنوائے تھے - ان میں ہر سیارے کے مناسب کار و بار اور دربار ہوتے تھے - مثلاً اگر جمعرات کو - کہ مشتری سے منسوب ہے - علما اور مشائخ سے صحبت ہوتی تھی - تو پیر کو - کہ زہرہ سے منسوب ہے ارباب نشاط سے عشرت ہوتی تھی - غرض شیر منڈل جس

کی ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت اب بھی باقی ہے - وہاں کتب خانہ تھا شام کو زہرہ طلوع ہونے والا تھا - اس کے دیکھنے کے لئے کوٹھے پر چڑھا - جب اُترنے لگا - تو زینے سے پاؤں پھسل گیا - اور ایسا بے ڈھب گرا - کہ بیہوش ہوکر پھر ہوش میں نہ آیا - اُسی وقت اُٹھاکر اندر لے گئے - سارے طبیب جمع ہوئے مگر کوئی دوا کارگر نہ ہوئی - اور چوتھے دن مرگیا + تاریخ یہ ہوئی - کہ ع ہمایوں بادشاہ از بام اُفتاد +

اکبر اُس وقت جالندھر کے پہاڑوں میں افغانوں سے لڑ رہا تھا - اہلِ مصلحت نے اُدھر تو اسی وقت عریضہ لکھا - ادھر بادشاہ کا مرنا مشہور نہ کیا - یہی کہتے تھے - کہ ضعف بہت ہے - اِس لئے دربار نہیں کرسکتے - شکیبی شاعر بادشاہ سے بہت مشابہ تھا - اُسے کبھی کبھی دیوان عام کے کوٹھے پر لباس شاہانہ پنہاکر بٹھا دیتے - سب نوکر نیچے میدان میں کھڑے ہوکر مجرا کرلیتے - اور یہی جانتے - کہ بادشاہ بیٹھے ہیں - جب اکبر کلانور[1] میں تخت نشین ہوگیا - تب اس راز مخفی کو کھولا +

جلال الدّین اکبر بادشاہ

جب ہمایوں جودھ پور کی مصیبت بھر کر امرکوٹ میں پہنچا - تو پل کی پل ستارے نے آنکھ کھولی - یعنی اکبر پیدا ہوا + شاہ بے سپاہ کے نمک حلال رفیقوں نے آکر مبارکبادیں دیں اُس کے پاس کوئی رسم ادا کرنے کا سامان نہ تھا - چپ ہوگیا -

[1] ضلع گورداسپور +

لیکن کمر میں ایک مشک نافہ یاد آگیا - وہی نکالا - اور شگون کے لئے ذرا ذرا سا مشک سب کو بانٹ دیا + خدا کی قدرت دیکھو! اس نحوست کے وقت میں کسے خیال ہوگا - کہ اس بچے کی شمیم اقبال بوے مشک کی طرح تمام عالم میں پھیلیگی - چند ہی روز کے بعد قندھار کا سفر پیش آیا - اس منزل دنیا کے تازہ وارد کو باپ کا ساتھ دینا پڑا - مگر راہ میں ہمایوں تو مرزا عسکری یعنی بھائی کے ڈر سے ایران کو بھاگا - بیٹے کو گرمی کے سبب سے جاں نثاروں کے حوالے کیا - اور ماں کلیجہ پکڑ کر روتی دھوتی خاوند کے ساتھ چلی گئی + پیچھے مرزا عسکری یعنی چچا آیا - رہا سہا اسباب بھائی کا سمیٹ قندھار کو چلا گیا - اور بھتیجے کو کابل میں دوسرے چچا کامران کے پاس بھیجدیا + یہ نونہال اقبال کا وہاں پرورش پاتا - اور ایسی باتیں کرتا - کہ دیکھنے والوں کو تعجب آتا + کامران کا بیٹا اس سے کچھ برس بڑا تھا - اور یہ دود پیتا تھا - ایک دن چچا نے دونو کو کشتی لڑوایا - اس کی انا ہمایوں اور بیگم کی یاد میں اور اپنی قید میں آٹھ پہر روتی رہتی تھی - اس نے شگون لیا - اور دل میں کہا - کہ اگر اس وقت اکبر نے اس لڑکے کو پچھاڑ دیا - تو جانونگی - کہ اس کے باپ کا اقبال بھی ضرور پلٹا یگا + خدا کی شان! اس نے حریف کو اس طرح اٹھا کر پٹکا - کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے + کہتے ہیں - کہ جب ہمایوں ایران سے

لہ ترکوں میں دستور ہے - کہ ایسے موقع پر ضیافت عام کرتے ہیں - اور دولتمند لوگ اپنے نوکروں کو جوڑے دیتے ہیں - بلکہ جو پہلے آکر خوشخبری دے - تو جو کپڑے پہنے بیٹھے ہوتے ہیں - وہ اسے اتار کر دے دیتے ہیں +

پھرا - اور کابل کا محاصرہ کیا - تو باہر سے قلعے پر توپیں مار رہے تھے - کہ فصیل پر کوئی بیٹھا ہوا معلوم ہوا - جب اس پر مارنے لگے - تو کبھی توپ رنجک چاٹ گئی - کبھی گولا اُگل دیا + سب حیران ہوئے - آخر معلوم ہوا - کہ اس طرف سے گولوں کی بہت بوچھاڑ دیکھ کر بے رحم چچا نے بھتیجے کو بٹھا دیا ہے +

جب فتحیاب شہر میں داخل ہوئے - تو بیگمات محل سرا میں جا اُتریں - اس وقت عجب لطف ہوا - یعنی بادشاہ بیگم بھی اُنہی میں مل کر بیٹھ گئیں + اب اکبر سوا چار برس کا تھا - انّا اُنگلی پکڑے لائی - اور کہا - تو امّاں جان کو پہچانو - اور اُن کی گود میں جا بیٹھو - اکبر نے بیچ میں کھڑے ہو کر سب کو بغور دیکھا - اور دوڑ کر سیدھا ماں کی گود میں جا بیٹھا + غرض ہونہار بیٹا باپ کے ساتھ کئی برس تک فتوحات میں اپنے اقبال سے مدد دیتا پھرا - جب دلّی میں آئے - تو باپ دارالخلافے میں حکمرانی کرتا تھا - اور افغان جو پنجاب کے دامن کوہ میں چھپے تھے - یہ اُن پر دشمن شکاری کی مشق کرتا پھرتا تھا - کہ دفعتہً باپ کے مرنے کی خبر پہنچی - بیرم خاں اتالیق تھا - چنانچہ اکبر اُسے خان بابا کہتا تھا - اور وہی کاروبار کا منتظم تھا - اُس نے فوراً سرداروں کو جمع کر کے شہزادے کے سر پر تاج شاہی رکھ دیا - اور دلّی کی طرف تخت رواں کا رُخ کیا + رستے میں خبر لگی - کہ ہیمو بقّال نے آگرہ لے کر دلّی کی طرف باگیں اُٹھائیں + جالندھر کے مقام پر عرضیاں پہنچیں - کہ دلّی کے حاکم نے آگے بڑھ کر میدان کیا تھا مگر خود شکست کھا کر پنجاب کو بھاگا - اور ہیمو دلّی میں آگیا +

اکبر تو لڑکا تھا۔ سنتے ہی چپ ہوگیا۔ مگر تمام سرداروں کی
آنکھوں میں شہر شاہی معرکے پھر گئے۔ اور کہا۔ کہ دشمن
ایک لاکھ سوار اور ہزار ہاتھی کی فوج رکھتا ہے۔ اس کے
ساتھ اس حال سے مقابلہ کرنا اپنے خون سے ہاتھ دھونا ہے
بہتر یہ ہے۔ کہ یہیں سے کابل کو پھرو۔ سال آئندہ میں آکر
خبر لینگے۔ اکبر نے بیرم خاں سے علیحدہ کہا۔ کہ دادا کا نام
اور والد کا کام تمہارے دم سے بنا۔ اب تم کہو۔ کہ صلاح
کیا ہے؟ اس نے کہا۔ کہ تمام دربار میرے حاسدوں سے بھرا
ہؤا ہے۔ آپ کے والد کی قدردانی سے بیڑا گزارا تھا۔ اس
معرکے کا سنبھال لینا بھی کچھ بڑی بات نہیں۔ مگر یہ لوگ
میری بات پیش نہ جانے دینگے + اکبر نے ہمایوں کی روح کی
قسم دے کر کہا۔ کہ تم کسی کی پروا نہ کرو۔ اور بے تامل جو
مناسب دیکھو۔ وہ کرو + خانخاناں نے پھر جلسے میں آکر
تقریر کا سلسلہ ہلایا۔ سب نے کہا۔ کہ بیگانے ملک میں مرکر
لاشے چیل کوؤں کو کھلانے سے کیا حاصل؟ بہتر یہ ہے۔
کہ کابل میں چل کر بیٹھو۔ اور اُدھر سے لشکر لے کر سال
آئندہ اس مہم پر آجاؤ + بیرم خاں نے کہا۔ کہ جس ملک کو
دو دفعہ لاکھوں جانیں دے کر لیا۔ اب اُسے بے مرے مارے
دشمن کے حوالے کرنا مردانگی کا منہ کالا کرنا ہے۔ بادشاہ تو آج
بچہ ہے۔ مگر ہم تم بوڑھے سردار ہیں۔ آقا نے عزتیں بڑھا کر ایران
توران تک ہمارا نام روشن کیا۔ لوگ کیا کہینگے؟ سفید ڈاڑھیوں
پر یہ روسیاہی اٹھائی بڑے حیف کی بات ہے! اکبر اسی
چھوٹی سی عمر میں سنبھل کر ہو بیٹھا۔ اور کہا۔ کہ

خان بابا! میری رائے تمہارے ساتھ ہے - اب کہاں جانا اور کہاں آنا - بغیر مرے مارے ہندوستان نہ چھوڑینگے - یا تخت یا تختہ + بچّے کے اس کلام سے بڈھوں کی خشک رگوں میں خون مردانگی دوڑ گیا + بیرم خاں خانخاناں اُسی وقت تلوار ٹیک کر اُٹھ کھڑا ہوا - اور کوچ کا حکم ہوگیا + رستے میں ادھر کے بھاگے ہوئے سردار آکر ملنے شروع ہوئے - خانخاناں نے بہت شرمندہ کیا - اور کہا - کہ سبحان اللہ آقا کے بعد اس کے بیٹے کے ساتھ جوانمرد اسی طرح حق نمک ادا کرتے ہیں! غرض کسی کو سزا کسی کو دلاسا دیتے چلے +

ہیمو ڈھوسر بھی نام کو بقّال تھا - مگر ہمّت کا پورا اور عقل کا ٹوکرا ہی تھا - دلّی لے کر دل اور بھی قوی ہو گیا تھا - بڑے بڑے افغانوں کو توپخانہ دے کر آگے بڑھایا - مگر انہوں نے ہراول سے ہاتھی چھنوا دئے + پانی پت کے ڈیروں دونو لشکروں کا مقابلہ ہؤا + ہیمو نے پہلے توپوں کا زنجیرہ باندھا - پھر ہاتھی جن کا اُسے بڑا گھمنڈ تھا - اور کئی بادشاہوں کے گھر بگاڑ کر جمع کئے تھے - اُنہیں دیوار فولاد کی طرح قائم کیا + ایک ہاتھی پر کہ ڈیل ڈول میں ابرِ سیاہ اور رفتار میں بجلی تھا - اور اس کا نام ہوائی رکھا تھا - خود صندوقی ہودج میں بیٹھ کر قائم ہؤا + طرفین کے بہادر داد مردانگی کی دینے لگے - اسی حالت میں ایک قضا کا تیر ہودج کو توڑ کر ہیمو کی بھینگی آنکھ میں لگا - خون جاری ہوتے ہی تمام فوج میں ہل چل پڑگئی + ہیمو نے آپ تیر کھینچ رومال سے آنکھ باندھ لی - اور ہودج میں کھڑا

ہوگیا - اِدھر اُدھر پھرتا تھا - اور سرداروں کو پکارتا تھا - مگر ہاتھی تیروں کی بوچھاڑ سے بھاگا - ایک ترک بے خبر بھاگتا ہاتھی دیکھ کر دوڑا - اور فیلبان پر تیر جوڑا - وہ چلّایا - کہ نہ مارنا - مطلب میرے ہی پاس ہے - یہ سُن کر خوش ہوگیا - تین کوس پیچھے بادشاہ تھے - ہاتھی کو گھیر کر وہاں پہنچایا - اور باندھ کر سامنے حاضر کیا - خانخاناں نے اکبر سے کہا - کہ پہلی مہم ہے حضور خود شگون فرمائیں - کہ جہاد اکبر ہو ۔ وہ ہنس کر بولا کہ بندھے ہوئے دشمن پر ! غرض بادشاہ نے تلوار چھوا دی خانخاناں نے بیٹھے بیٹھے ایک ہاتھ ایسا مارا - کہ اس کا سر پاؤں میں گر کر کابل پہنچا - اور بالا حصار کے دروازے پر لٹکا - بدن دلّی میں بھیجدیا - کہ اس فتح عظیم کی خبر خاص و عام کو ہو جائے ۔ خود دارالخلافے میں آیا - اور دوبارہ تخت نشینی کا جشن کر کے اہل مراد کی مرادیں پوری کیں ۔ بعد اس کے صوبوں کے بندوبست شروع ہو گئے - بڑے بڑے راجا - مہاراجہ - ٹھاکر سردار حاضر دربار ہوئے - ہر علم اور فن کے صاحب کمال خدمت میں رہنے لگے ۔ اکبر اگرچہ خالص ترک بچّہ تھا - اور علم سے بے بہرہ - مگر اسی وقت سے سب کے ساتھ محبّت اور ملنساری کے ڈھنگ ڈالتا تھا ۔ بیٹھتا - تو تاریخی داستانیں اور علمی باتیں سنتا - اُٹھتا - تو ہاتھی لڑاتا - شیر مارتا - باز اُڑاتا ملک گیریاں کرتا - اور ملک بخشتا - دکن کی طرف اکثر علاقے فتح کر کے ابراہیم مرزا اور حسین مرزا وغیرہ تیموری شہزادوں کو دے رکھے تھے - اور احمد آباد گجرات میں اپنے کوکہ مرزا عزیز کو صوبہ کیا تھا ۔

اکبر کی یلغار احمد آباد گجرات پر

اکبر ایک دن دربار کر رہا تھا - اور اکبری نورتن[1] سے سلطنت کا بازو آراستہ تھا - جو دفعتہً پرچا لگا - کہ دکن کے حشری باغیوں نے بہت سی جمعیت پیدا کی ہے - چنانچہ حسین مرزا اختیار الملک دکنی کو شریک کر کے اُن کا سردار ہؤا ہے اور ملک [illegible] مرزا عزیز کو اس طرح قلعہ بند کیا ہے - کہ نہ وہ اندر سے نکل سکے - نہ باہر سے مدد جا سکے + مرزا عزیز نے گھبرا کر اِدھر اکبر کو عرضیاں اُدھر ماں کو خط لکھنے شروع کئے اکبر اسی فکر میں تھا - جو محل میں جی جی[2] نے رونا شروع کر دیا - کہ جس طرح ہو - میرے بچّے کو بلا دو + بادشاہ نے دیکھا - کہ سارا لشکر بھیر و بنگاہ سمیت اس قدر جلد نہیں جا سکتا - اس لئے دو ہزار کار آزمودہ اور من چلے بہادر تو اُسی وقت روانہ کر دئے + ساتھ ہی رستے کے حاکموں کو لکھا - کہ جتنی کوتل سواریاں ہوں - تیار کر کے اپنی اپنی انتخابی فوج سے سر راہ حاضر ہوں - خود تین سو جان نثاروں سے - کہ تمام نامی سردار اور منصبدار تھے - سانڈنیوں پر بیٹھ - کوتل گھوڑے لگا - نہ دن دیکھا نہ رات جنگل اور پہاڑ کاٹ - ستائیس منزلوں کو لپیٹ نویں دن گجرات کے کنارے پر جا کھڑا ہؤا - شمار کیا - تو تین ہزار جوان

[1] ابوالفضل - فیضی - خانخاناں - کوکلتاش - حکیم ہمام - حکیم ابوالفتح - بیربر - راجہ ٹوڈرمل وغیرہ امیر رکن دربار تھے - یہی اکبری نورتن کہلاتا تھا + [2] اکبر نے بچپن میں اس کا دود پیا تھا - اس لئے پیار سے جی جی کہا کرتا تھا +

علم شاہی کے پہنچے مرنے مارنے کو کمر بستہ پائے - اُس وقت کسی نے تو کہا - کہ کچھ جاں نثار آیا چاہتے ہیں - اُن کا انتظار کرنا چاہئے - کسی نے کہا - شبخون مارنا چاہئے + بادشاہ نے کہا - کہ انتظار بُزدلی ہے - اور شبخوں چوری ہے - اسی وقت ہتھیار سلاح خانے سے بانٹ دیئے + مرزا عبدالرحیم[1] یعنی خانخاناں کا بیٹا سولہ برس کا نوجوان تھا - اُسے ہراول بنایا - دائیں بائیں کی تقسیم کرکے خود سو سوار سے الگ ہوا - اور نقارے[2] کا حکم دیا + خان اعظم کو آدمی بھیجا - کہ ہم آ پہنچے - تم اندر سے نکلو - اُس پر ایسا ڈر چھایا تھا - کہ قاصد بھی پہنچے تھے - ماں نے بھی خط لکھے تھے - مگر یقین ہی نہ آتا تھا - یہی کہتا تھا - کہ دشمن غالب ہے - کیونکر نکلوں ؟ آخر جب احمد آباد تین کوس رہا - تو نقارۂ اکبری پر چوٹ پڑی - اور گورکھے کی گرج سے گجرات گونج اُٹھا - اُس وقت تک بھی غنیم کو اس یلغار کی خبر نہ تھی ڈنکے کی آواز سے اُس کے لشکر میں کھلبلی پڑی - اور حسین مرزا خود گھوڑا مار کر آیا - احمد آباد کے پہنچے ایک دریا بہتا تھا - اس کے کنارے پر آکر کھڑا ہوا + ابھی نور کا تڑکا تھا - اور ایک بادشاہی سردار پار اُتر کر میدان دیکھتا پھرتا تھا - حسین مرزا نے دیکھ کر آواز دی - کہ بہادر ! یہ کس کا لشکر ہے ؟ اور سرِ لشکر کون ہے ؟ اُس نے کہا - کہ لشکر بادشاہی - اور شہنشاہ آپ سر لشکر ہیں + مرزا نے کہا - کہ چودھواں دن ہے میرے جاسوسوں نے

[1] چند روز کے بعد یہی خانخاناں ہوگیا - چنانچہ ابو الفضل میں جو رقعے ہیں اور اکثر سخاوتیں جو خاص و عام میں مشہور ہیں - وہ اسی کے متعلق ہیں +
[2] ایک قسم کا نقارہ سمجھنا چاہئے +

اُنہیں آگرے میں چھوڑا ہے + سردار مذکور نے ایک قہقہ مارا + مرزا
نے کہا۔ کہ اگر بادشاہ ہیں۔ تو ماہی مراتب کہاں ؟ اور وہ
جنگی ہاتھی کہاں ہیں۔ جو رکاب سے جدا نہیں ہوتے ؟ سردار
مذکور نے کہا۔ کہ آج نواں دن ہے۔ حضور نے رکاب میں قدم
رکھا۔ ہاتھی کیا ہاتھ میں اُٹھا لاتے ؟ شیر جنگ بہادر بھی ہاتھیوں
سے کچھ کم نہیں۔ کس نیند سوتے ہو۔ اُٹھو اُٹھو۔ آفتاب
سر پر آگیا۔ مرزا اُلٹا ہی پھرا۔ اور اختیار الملک کو محاصرے
پر چھوڑ کر خود سات ہزار فوج سے سامنے آکر جم گیا + بادشاہ
کو انتظار تھا۔ کہ خان اعظم ادھر سے زور دیکر نکلے۔ مگر
جب وہ دروازے سے سر بھی نہ نکال سکا۔ تو بادشاہ نے کشتی
کا انتظار بھی نہ کیا۔ توکل بخدا گھوڑے دریا میں ڈال دئے + ترکوں
کا قاعدہ ہے۔ کہ حملے کے وقت دو بلغہ آگے رکھتے ہیں۔ ہراول
نے آواز دی۔ کہ دو بلغہ آگے لاؤ۔ معلوم ہوا۔ کہ سلاح خانے
کا داروغہ اضطراب میں کہیں بھول آیا + اکبر نے کہا۔ کہ آگے
بڑھو۔ یہی شگون اچھا ہے۔ کہ سامنے میدان صاف ہے + غرض
بادشاہ کی جمعیت قلیل دیکھ کر مرزا خود پندرہ سو فدائی مغلوں کو لیکر
سامنے آیا۔ اور بھائی اُس کا بائیں پر گرا۔ ساتھ ہی گجراتی اور
حبشی فوج بازوؤں پر آئی + ادھر سے بھی ترکی بہ ترکی کلہ بکلہ
جواب دینے لگے + اکبر نے دور سے دیکھا۔ کہ ہراول پر زور پڑا۔
راجہ بھگوانداس مان سنگھ کے باپ سے کہا۔ کہ اپنی فوج
تھوڑی ہے۔ اور غنیم ہزاروں ہیں۔ چلو ہم تم ملکر جا پڑیں۔ کہ
پنجے سے مشت کی چوٹ کڑی پڑتی ہے۔ ان دنوں میں خواجہ
معین الدین چشتی سے بہت اعتقاد تھا۔ اور "یا معین" کا وظیفہ ہر

وقت زبان پر تھا - آپ اور سو سوار "یا معین" "یا معین" کے نعرے لگاتے جا گرے + اکبر کا نام سنتے ہی مرزا کے ہوش اُڑ گئے - فوج بکھر گئی - اور خود بے سر و پا بھاگا - رخسارے پر ایک زخم بھی آیا - گھوڑا مارے چلا جاتا تھا - کہ ایک چھوٹا سا درخت سامنے آیا - گھوڑا جھجکا - اس نے چاہا - کہ اُڑ جائے - مگر نہ ہو سکا - خود گر پڑا + بادشاہی سپاہی پیچھے مارا مار چلے جاتے تھے - اُسی وقت پکڑ لیا - اور باندھ کر سامنے لا حاضر کیا + ہر شخص کہتا تھا - کہ میں نے پکڑا ہے + اکبر نے ہنس کر کہا - کہ مرزا تم آپ بتا دو تمہیں کس نے پکڑا ہے؟ اُس نے کہا - مجھے تو حضور کے نمک نے پکڑا ہے + غرض ایک ایک کی جانبازی اور جانفشانی کے حال عرض ہوتے تھے - اور سپاہی جو گرد و پیش حاضر تھے - دو سو بھی نہ تھے - کہ پھر ایک پہاڑی کے نیچے سے غبار کی آندھی اُٹھی + کسی نے کہا - کہ خان اعظم نکلا ہے - کسی نے کہا - کہ غنیم آیا + ایک سوار حکم شاہی کے ساتھ دوڑا - اور آواز کی طرح پہاڑ سے پھرا - معلوم ہؤا - کہ محاصرے کو چھوڑ کر اختیار الملک ادھر پلٹا ہے + بادشاہ نے خود کرنا اُٹھا کر پھونکی - اور للکارا کہ "تیروں کی بوچھاڑ بوچھاڑ" - جانباز کمانیں سنبھال کر جھٹے - ہندو اور مسلمان "یا معین" "یا معین" کہتے دوڑے - نقارچی ایسا گھبرایا - کہ نقارے پر چوٹ تک بھی لگانی بھول گیا - بادشاہ نے اُسے بھی ڈانٹا - اور خود بجلی کی طرح کڑک کر پہنچا + چند متواتر فتحوں سے ہندوستان میں یہ دھاک بندھ گئی تھی - کہ اکبر نے تسخیر آفتاب کا عمل کیا ہے جوں ہی اختیار الملک نے سنا - کہ اکبر اس غول میں

خود موجود ہے۔ یا تو طوفان کی طرح چڑھا آتا تھا۔ یا بخت برگشتہ کی طرح پیچھے ہٹتا۔ اور بھاگتا گرفتار ہو کر مارا گیا۔ جب سارے معرکے طے ہو چکے۔ تو خان اعظم نے بھی صحیح سلامت قلعے سے نکل کر سلام کیا ÷ اکبر نے گلے لگایا۔ اور ملک اُسی کے سپرد کر کے پھر یلغار ہی کرتا ہُوا فتح پور کو پھرا ÷ پاس پہنچے۔ تو جو لوگ رکاب میں تھے۔ سب کو دکھنی وردی سے سجایا۔ وہی چھوٹی چھوٹی برچھیاں ہاتھوں میں دیں۔ اور خود اُن کا افسر ہو کر شہر میں داخل ہُوا۔ فیضی نے دربار عام میں یہ قصیدہ کہہ کر گزرانا ع

نسیم خوشدلی از فتح پور[1] مے آید کہ بادشاہِ من از راہ دور مے آید

غرض اس طرح کی فتوحات سے کہ جن پہ ہزار رستم و اسفندیار کی جان قربان ہو۔ تمام ہندوستان کو تسخیر کیا۔ اور بنیاد سلطنت کی فقط اس بات پر رکھی۔ کہ کسی کی خوش حالی اور فارغ البالی میں فرق نہ آئے۔ اپنے بیگانے سب آسودہ حال رہیں ÷ محاصل کے انتظام۔ اجناس کی پیداواریں۔ آمدنی کی تدبیریں۔ زمینوں کی پیمائش۔ محصولوں کے بندوبست اور حساب کتاب کے آئین ایسے ایسے باندھے کہ اس وقت تک کسی بادشاہ کو نہ سوجھے تھے۔ ہر قسم کے اہل کمال کی قدردانی کرنا۔ اور ہر مذہب کی رعایت

[1] فتح پور آگرے سے کئی کوس پر ایک مقام تھا۔ کہ اکبر نے خود عمارات شاہی سے اور امرا کے مکانات عالی سے باغ ارم کی طرح آراستہ کیا تھا۔ عجب اتفاق یہ ہے۔ کہ اس کے سامنے ہی سب عمارتیں خاک میں مل کر نیست و نابود ہو گئیں ÷

کرتا - چنانچہ جزیہ کل ہندوؤں پر سے موقوف کر دیا + راجہ اپنے اپنے راج پر بر قرار تھے - اور خلوت و دربار میں دمساز تھے - اپنے علما کے علاوہ بڑے بڑے گنی پنڈت اور گویّے گنوان خدمت میں حاضر رہتے - اشرفیوں کا ڈھیر سامنے لگا رہتا - ہر شخص قسمت کے دامن بھر کے لے جاتا + دوہرے لنگر خانے جا بجا جاری تھے - انواع و اقسام کے کھانے پکتے اور ہندو مسلمانوں کو بٹتے - جب ہندوؤں سے صحبتیں زیادہ ہوئیں - تو معلوم ہوا - کہ اس پُرانے ویرانے میں بڑا خزانہ ہے مگر دھرم وان پنڈت پتا نہیں بتاتے - اس لئے ایک دفتر ترجمے کا مقرر کیا - جس میں چند فاضل - عربی فارسی کے زباندان اور بڑے بڑے گنی بدّیا وان پنڈت مترجم مقرر کئے - اور مکتب خانہ اس کا نام رکھا - چنانچہ سنگھاسن بتیسی کی پتلیوں نے ایرانی کپڑے پہنے - اور بہت سی کتابیں سنسکرت - عربی - ترکی سے فارسی میں ترجمہ ہوئیں + انجیل و توریت کے ترجموں کے لئے شاہان فرنگ سے خط و کتابت کی - ابتدا میں دینداری اور خوش اعتقادی کا دریا جوش میں تھا - لاکھوں روپے درگاہوں میں چڑھاتا - فقرا کی بہت خدمت کرتا - اجمیر تک کئی مرتبہ منزل بمنزل پیادہ گیا فتح پور سیکری میں ایوان شاہی کے پاس سب سے الگ ایک عمارت بنا کر عبادت خانہ نام رکھا + وہاں رات کو اکیلا شب بیداری کرتا - اور ایک سل باہر پڑی تھی - اُس پر بیٹھ کر نور سحر سے دل روشن کرتا - تمام مشائخ اور علما اور امرا جمعے کی رات کو جمع ہوتے - مکان عطر سے معطّر

اور پھولوں سے گلزار ہو جانا۔ عقلی اور نقلی اور تاریخی تذکروں سے
دل خوش کرتے۔ لوگ انعام و اکرام سے نہال ہو جاتے۔ اور
نفیس نفیس کتابیں اہل علم کو تقسیم ہوتیں۔ مگر ان لوگوں
نے اپنی نشستوں کے مقام اور عزت و احترام میں جھگڑے
نکالے۔ اس لئے حکم دیا۔ کہ امرا آفتاب کے رُخ ۔
سادات قبلے کے رُخ۔ علما جنوب کی جانب۔ مشائخ شمال میں
الگ الگ ایوان میں بیٹھیں۔ آپ نوبت بنوبت ہر ایک جلسے
میں آنا۔ اور ہر چمن سے پھول چننا + ہمیشہ جماعت سے
نماز پڑھتا۔ سات عالم امام تھے۔ ہر شخص ہفتے میں ایک ایک
دن نماز پڑھاتا + ہر سال حج کو قافلہ جاتا۔ ایک دو امیر اُس
پر میر حاج ہوتے۔ حاجیوں کو سفر خرچ دیتا۔ اور لاکھوں روپے
کا نقد و جنس بھیجتا + ایک دفعہ چھ لاکھ روپیہ بھیجا۔ کہ
وہاں محتاجوں کو تقسیم ہو۔ اور ایک عمارت عالی تعمیر ہو
جب قافلے کو رخصت کیا۔ تو آپ عین حالت حج کی وضع
بنائی۔ وہی دو چادروں کا لباس ننگے سر ننگے پاؤں تھوڑی
دور قافلے کا ساتھ دیا۔ اور جب باواز بلند لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ
لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ کہنا شروع کیا۔ تو دیکھنے والوں پر
ایک عالم طاری ہوا۔ اور اس انبوہ سے غل نالہ و زاری
کا بلند ہوا +

لطیفہ۔ عبادت خانے کے جلسے میں مرزا مفلس نام ایک فاضل
کامل کچھ تقریر کر رہا تھا۔ حاجی مُلّا ابراہیم۔ کہ کج بحثی میں
لاجواب تھا۔ اس نے سوال کیا۔ کہ موتلے کیا صیغہ ہے؟
مرزا مفلس اس وقت جواب میں بھی تہیدست نکلے۔ ناانصافوں

میں حاجی صاحب کی فوقیت کا شہرہ ہوگیا + دوسرے دن اکبر نے کسی اور عالم سے کہا - کہ تم رات کے جلسے میں نہیں آئے؟ اُس نے ہاتھ باندھ کر عرض کی - کہ حضور جب وہاں حاجی ابراہیم مجھ سے یہ پوچھے - کہ عیسےٰ کیا صیغہ ہے - تو میں کیا جواب دوں ؟ بادشاہ اور سب صاحب فہم بہت محظوظ ہوئے مگر یہ بہار چند روز سے زیادہ نہ رہی - کیونکہ حسد تو معلم الملکوت سے علم کے ساتھ ساتھ چلا آتا ہے - ان اہل علم نے مباحثوں کے مجادلے بنا دئے - ایک عالم جس مسئلے کو ثابت کرتا - دوسرا اُسی پر تکفیر کرتا - اور نا معقول تقریروں سے اتنا غل ہوتا - کہ آواز سنائی نہ دیتی + بادشاہ نے تنگ ہوکر حکم دیا - کہ جو ایسے مباحثے کرے - اُسے اُٹھا دو - آخر ان لوگوں سے بے اعتقاد ہوتے ہوتے مقدّمے کی صورت بالکل بدل گئی +

شیر شاہی عہد سے چند متعصب علما کا بڑا زور تھا - کہ اُن کے سبب سے اکثر صاحب جوہر جلا وطن پھرتے تھے - اس طالب کمال کے پاس ابوالفضل اور فیضی جیسے لوگ پہنچے اور ہر مذہب کے باکمالوں کو دخل ہوُا - آخر رفتہ رفتہ یہ خیال ہوگیا - کہ کوئی مذہب اہل کرامت سے خالی نہیں - چنانچہ قربت کے سبب سے پہلے ہندوؤں کے اہل علم آگے بڑھے - اور گفتگوئیں ہونے لگیں +

لطیفہ - ایک دن گاے کی تعظیم میں پنڈت تقریر کر رہے تھے - ایک فاضل طبیب نے عرض کی - کہ ہماری کتابوں میں بھی لکھا ہے - کہ اس کا دود شفا ہے - مگر

گوشت ترا مرض ہے + ایک ہندو ظریف بولا - کہ حضور اگر گائے میں کچھ عظمت نہ ہوتی - تو قرآن میں سب سے پہلے سورۂ بقر کیوں ہوتی ؟ اکثر ہندوؤں نے پُرانے پُرانے اشلوک نکالے جن میں اکبر کی بادشاہت کی پیشین گوئی تھی - چنانچہ چند برہمن الہ آباد سے آئے - اور عرض کی - کہ مکند برہمچاری جس نے اپنا تمام بدن کاٹ کر ہون کر دیا تھا - اُس نے یہ اشلوک بھی لکھ کر دیا تھا - اُس کا خلاصہ یہ ہے - کہ میں عنقریب ایک بادشاہ با اقبال ہو کر آؤنگا - اُس وقت تم بھی حاضر ہونا - چنانچہ اُسی گیان پر حضور کا دھیان کئے بیٹھے ہیں حساب کیا - تو اُس کے مرنے اور اکبر کے پیدا ہونے میں فقط تین چار مہینے کا فرق تھا + بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ برہمن کو ملیکش یعنی مسلمان کے گھر میں جنم لینا خلاف قیاس ہے + عرض کی - کہ اُس نے اپنی طرف سے تدبیر کی - مگر تقدیر سے ہون کی جگہ کچھ ہڈیاں اور لوہا وغیرہ گڑا تھا - یہ اُس کا اثر ہے +

ایک بالاخانہ خوابگاہ کہلاتا تھا - اکبر خود اُس میں بیٹھتا تھا اور ایک برہمن کو چارپائی پر بٹھا کر اُس میں رسّیاں باندھتے اور کھینچ لیتے تھے - وہ معلق رہتا - اور آفتاب اور ستاروں اور دیوتاؤں کے منتر سکھایا کرتا - چنانچہ تسخیر آفتاب کا منتر اور اُس کے ایک ہزار ایک نام سیکھ کر پڑھنے شروع کئے + اکثر شرق کو منہ کرکے سوچا کرتا - کہ آفتاب خدا کا

لے شاستر میں حکم ہے - کہ جو شخص شاستر کا فیض ملیکش کو روئے زمین پر پہنچائے - وہ بڑا گنہگار ہے - چنانچہ اس واسطے یہ بندوبست کیا تھا +

مظہر ہے - اور زراعت و میوہ بلکہ کل کار و بار عالم کے اس پر منحصر ہیں + غرض محلوں میں رانیاں تھیں - دربار میں راجا تھے + چند روز کے بعد قبلۂ عالم سے مہابلی بن گئے + اسلام کی رسموں کو سلام کر کے ڈاڑھی کے ساتھ رخصت کر دیا + عیدوں سے زیادہ جشن نوروزی اور ہندی تہواروں کی دھوم دھام ہونے لگی + جشن کے دن قبا اور خفتان کے ساتھ عمامہ سر سے بڑھا جامہ پہن کھڑکی دار پگڑی سر سے باندھی - مبارک گھڑی سبھ لگن دیکھ کر پوجا کے بعد برہمن نے پیشانی پر ٹیکا لگایا - جواہر نگار کنگھنا ہاتھ میں باندھا - ادھر بادشاہ نے تخت پر قدم رکھا - ادھر کڑاہی میں بڑا پڑا[1] - اور ہون ہونے لگا - تلا دان میں منوں سونا اور جواہرات چڑھتا - اور دربار میں نچھاور ہوتا - دسہرے کو باز ہاتھ پر لیتے - قلعے کے برجوں پر شراب رکھی جاتی + بادشاہ کے سبب سے ایرانی تورانی سب اہل دربار اسی رنگ میں رنگے گئے + ہاں کی گاؤ ری اس کا جزو ہوگئی - گائے کا گوشت اور لہسن پیاز وغیرہ بہت سی چیزیں حرام اور بہت سی حلال ہوگئیں - بلکہ جب والدہ کا انتقال ہوا - تو پندرہ ہزار اہل دربار کے ساتھ بھدرا کر دایا + ان ہی دنوں میں گجرات کی طرف سے آتش پرست آئے + انہوں نے کیانی بادشاہوں کے ساتھ پرانا رشتہ نکال کر اپنے مذہب کی روشنی سے نیا نور پھیلایا اُن کی بہت سی رسمیں تو ہندوؤں کے مطابق ہی تھیں - حکم ہوگیا - قدیم رسم فارس کے بموجب آتشکدہ بنے - اور

[1] یہ ایک رسم جشن ہنود کی ہے +

آگ اُس کی ہرگز بجھنے نہ پائے ۔ چنانچہ ابو الفضل اُس کے مہتمم ہوئے - دفتر سے سنہ ہجری موقوف ہوکر سنہ الٰہی اکبر شاہی قائم ہوا - بلکہ کل اکبری آئین کا نام آئین الٰہی رکھا ۔ ملک فرنگ سے پادری اور پاپا آئے - انہوں نے کتب آسمانی پیش کرکے اُن کے مطالب بیان کیے - اور ہندوؤں کی تصویریں پیش کیں ۔ جس وقت حضرت عیسےٰ اور حضرت مریم کی تصویر نکالی - تو تعظیم کے لیے دو زانو اُٹھ کھڑا ہوا - اور اس قدر شوق ہوا - کہ ابو الفضل توریت و انجیل کے ترجمے پر مقرر ہوا - چنانچہ اوّل ہی اُس نے یہ مصرع کہا - ؎

اے نامے تو ژژوؔ کرستو ۔ دوسرا مصرع سوچتا تھا - جو فیضی برابر سے بولا - ؎ سُبحانک لَا شریکَ یا ھُوْ ۔ بادشاہ کا دل دنیا کی رنگا رنگی کا ایک عجائب نمونہ تھا - چنانچہ ان رنگوں کے بعد یہ نیرنگ چھایا - کہ میں خود خلیفۃ اللہ ہوں - اقبال کی پادری سے برابر فتحیں ہوتی گئیں - جو بات مُنہ سے نکلی - وہ بن پڑی - خوشامدی سب پڑھے ہوئے جن تھے - انہوں نے اپنا تاریخی تجربہ ذہن نشین کیا - کہ ہزار برس کے بعد دنیا میں ایک اُولو العزم خلیفۂ خدا اور صاحب مذہب پیدا ہوتا ہے - چنانچہ اب آپ خلیفۃ اللہ ہیں ۔ شاہ خورشید نگاہ جس نے بہت سے مذہبوں سے نور اُٹھایا تھا - اس بات سے نہایت خوش ہوا - اور دین الٰہی اکبر شاہی کا انتظام شروع کردیا - کہ آفتاب کی تعظیم اس کا جزو اعظم تھا - کلمہ[۲]

[۱] یعنی اے خدا! کہ تیرا نام ژژوس کرستو ہے - اور ژژوس کرستو سے عیسےٰ مسیح مراد ہے ۔ [۲] یہ کلمہ اہل خلوت کے اسرار میں تھا - عام رواج نہیں پایا ۔

اس کا لَاْ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ اَکْبَرُ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ - سلام علیک میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور جَلَّ جَلَالُہٗ پر کفایت ہوئی - حکم تھا - کہ شراب اتنی پیو - کہ بدمست نہ کردے + شیر اور سؤر شجاع جانور ہیں - اس لئے ان کا گوشت بھی شجاعت بخشتا ہے - جو مرید کہ دین الٰہی میں آتے - وہ چیلے کہلاتے تھے +

دین آئین کے حکم تو ہزاروں تھے - مگر خاتمہ اس پر ہے - کہ جو شخص مر جائے - اُس کے گلے میں کچھ اناج اور کچّی اینٹیں باندھ کر پانی میں ڈبو دیں - پانی نہ ہو - تو جلا دیں +

ایک مرید خاص مر گیا - تو اُس کی قبر میں جالی رکھی گئی کہ آفتاب کی روشنی پہنچتی رہے - بلکہ چراغ کی لَو بھی مُنہ کو لگائی - کہ روشنی اور آگ پاک کرتی ہیں +

عالم بھی ایسے ایسے جمع ہو گئے - کہ قاضی نظام بدخشی ایک بڑا فاضل صاحب تصنیف تھا - جس کا خطاب قاضی خاں تھا - چنانچہ سجدۂ زمین بوس کا مصنّف وہی تھا - ملّا عالم کابلی اس پر افسوس کیا کرتا تھا - کہ ہائے یہ نکتہ مجھے پہلے نہ سوجھا +

ڈاڑھی منڈوانے کے لئے بھی چند وجوہات پیدا ہو گئیں - نور کے تڑکے بادشاہ کی صورت دیکھنی عبادت تھی - اسی واسطے لب دریا مشرق رویہ مکان میں بیٹھتے تھے - اس کا نام جھروکۂ درشن تھا - کہ لوگ وہاں سے دہائی کے درشن کریں - اور وہ سورج دیوتا کے درشن کرتے رہیں + اگرچہ بیربر بھی دین الٰہی کے رکنِ اعظم تھے - مگر ابو الفضل

خلیفہ تھے۔ کہ انہی کے ذریعے سے چیلے پیش ہوتے ۔ مریدوں کے لئے چار منزلیں خلوص دلی کی تھیں ۔ ترکِ مال ۔ ترکِ عیال ۔ ترکِ زن ۔ ترکِ ایمان ۔ اور اس میں بڑے بڑے امرا اور رکن دربار داخل ہوتے ۔ چنانچہ خلیفہ کی تصدیق سے اقرار نامہ لکھ کر گزرانتے ۔ خلاصہ مضمون اُس کا یہ ہوتا تھا ۔ کہ میں فلاں ابن فلاں عقیدتِ دِل سے اقرار کرتا ہوں ۔ کہ اسلام مجازی اور دین تقلیدی کو چھوڑ کر دین الٰہی اکبر شاہی میں داخل ہوا ۔ اور چاروں خلوصوں کو صدق دل سے قبول کیا ۔ چیلوں کو بجائے شجرے کے ایک تصویر بادشاہ کی مل جاتی تھی۔ اور اَللّٰہُ اکبَرُ کا وظیفہ[1] ہوتا تھا ۔

لطیفہ ۔ خان اعظم اکبر کا کوکہ اور سپہ سالار ایک بڑا راسخ مسلمان تھا ۔ کہ ڈاڑھی اُس کی بہت لمبی تھی ۔ وہ کسی علاقے پر تھا ۔ کئی دفعہ بادشاہ نے اُسے بُلایا ۔ وہ کار و بار کے سبب سے نہ آسکا ۔ آخر فرمان تاکیدی میں یہ بھی لکھا گیا ۔ کہ معلوم ہوتا ہے ۔ تمہیں ڈاڑھی کا بوجھ ہلنے نہیں دیتا ۔ جو یہاں تک آؤ ۔ ناچار ہوکر بچارا حج کو چلا گیا ۔ آکر سجدہ بھی کیا ۔ ڈاڑھی کو بھی صفا دی ۔ اور مریدوں میں بھی داخل ہوا ۔

ایک دن یہ تجویز ٹھیری ۔ کہ نماز جمعہ کے بعد بجائے خطبے کے خلیفۃ اللہ کچھ آپ ارشاد کریں ۔ چنانچہ تمام امرا جمع ہوئے ۔ مگر جب خلیفۃ اللہ منبر پر چڑھے ۔

[1] وظیفہ خاص اس خلوص کے لئے تھا ۔

تو دفعتہً تھرتھرانے لگے - اور جو کچھ سوچا تھا - ایک حرف زبان سے نہ نکلا - آخر فیضی کے چند شعر پڑھ کر اُتر آئے کہ وہ بھی اور لوگ بناتے گئے + خود بھی عبادت کرتے تھے - مگر ڈھنگ اس کا نرالا رکھا تھا - یعنی آفتاب کے سامنے دونو ہاتھ کانوں پر رکھ کر کھڑے ہوتے - کچھ اُچھلتے کچھ چکّر کھا کر کانوں پر مکّے مارتے جاتے تھے - اپنا سر بھی تالو پر سے منڈواتے تھے - کہ بزرگوں کی روح تالو میں سے نکلا کرتی ہے +

بدبیاوان پنڈتوں نے ایک ہزار ایک نام ان کا بھی تصنیف کیا - کہ وہ چیلوں کا وظیفہ تھا - جب آپ عبادت کرکے باہر آتے تھے - تو چیلے انہیں دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑتے + عبادت کا وقت صبح اور آدھی رات تھی - ان دونو وقتوں میں اذان کی جگہ نوبت اور باجے بڑے زور و شور سے بجتے تھے + جانور کا ذبح اتوار کو تمام ملک میں منع تھا - کہ خلیفتہُ اللہ کے جنم کا دن ہے + جشن ولادت میں مہینہ بھر تک ذبح کی ممانعت رہتی تھی - حکم تھا - کہ ذبح کرنے والے کا ہاتھ اور جو شریک ہو اُس کی اُنگلی[له] کاٹ لو +

چونکہ ان باتوں کے لئے کرامات کا لازمہ بھی ضرور ہے اور ان میں سے یہاں کچھ نہ تھا - اس لئے صاحب کرامت فقیروں اور جوگیوں وغیرہ کی بہت تلاش رہتی تھی - لوگوں نے کہا - کہ خطا اور تبت میں لامہ گروہ ترک دُنیا کرکے

له اس حکم کی تعمیل بہت کم ہوتی تھی - فقط زبانی دھمکی تھی +

پہاڑوں میں دو دو سو برس تک زندگی کرتے ہیں - اور بڑی بڑی عمریں پاتے ہیں - اس لئے بادشاہ نے بھی محلوں میں جانا چھوڑ دیا +

لطیفہ - ایک مکّار اسی شہر لاہور میں مشہور ہؤا - کہ دریا کے کنارے پر باتیں کرتے کرتے دفعتہً بے پُل و بے کشتی پار جا کھڑا ہوتا ہے - اور وہیں سے آواز دیتا ہے - کہ تم گھر جاؤ - اب ہم جاتے ہیں + بادشاہ نے اُسے بُلا کر خلوت میں بہت سے دم دیئے - اور اخیر میں دھمکا کر سمجھایا - تب اُس نے پیٹ کی طرف اشارہ کرکے کہا - کہ سب اس دوزخ کے واسطے ہے - اور حقیقت حال یہ کھلی - کہ آپ تو باتیں کرتے کرتے پانی میں کود کر ادھر اُدھر چھپ جاتا تھا - بیٹا اُس کا ہم آواز تھا - وہ پار کھڑا رہتا تھا - اور وہاں سے آواز دیتا تھا - لوگ جانتے تھے - کہ شاہ جی نے کرامت دکھائی + باوجود ان باتوں کے کمال اور ہنر کا طالب اور شجاعت کا نہایت قدر دان تھا + جب اُس کی قدر دانی سے اہل فرنگ کی آمد و رفت جاری ہوئی - تو ایک باجا آیا - اُس کا نام ارغنون تھا - لفظ میں تو ارگن کا معرب معلوم ہوتا ہے - مگر اس میں بہت کچھ کھڑاک تھا - یعنی ایک بڑا صندوق تھا - اور جدھر سے کھول کر بجاتے تھے - اُدھر مور کی دُم یا کسی اور جانور کے پر سے تھے - کہ اُنہیں انگلیوں سے دباتے تھے - اس سے ایسے نغمے رنگین نکلتے تھے - کہ سننے والے حیران رہ جاتے تھے + پھر مشہور ہؤا - کہ اس کے اندر دو آدمی

بھی ہیں - ان کا کچھ تصرف ہے - انہی لوگوں نے بیلون[1] پر اُڑ کر دیکھنے والوں کی عقل اُڑائی + شاہزادہ مراد اور چند امیر زادوں کو فریتون فرنگی کا شاگرد کیا - کہ یونانی زبان سیکھیں + حکیم علی گیلانی نے ایک حوض ایسا طلسمات کا بنایا - کہ پانی سے لبریز تھا - اور اندر ایک پہلو میں وسیع حجرہ کھلا تھا - مگر پانی اُس میں نہ جا سکتا تھا - دریاے راوی میں ایک جہاز بنوا کر ڈالا - کہ یہاں سے روڑی اور کوٹری بندر کو رستہ جاری ہو جائے - مگر پانی کی کمی سے بمشکل پہنچا - رستہ چل نہ سکا +

ایک دن گفتگو آئی - کہ ملک ملک کے لوگوں کی زبان جدا جدا ہے - اس لئے انسان کی طبعی زبان کو بھی دریافت کرنا چاہیئے - چنانچہ شہر کے باہر بہت دور ایک مکان عالیشان کو سب ضروری سامان سے آراستہ کیا + بہت سے لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوتے ہی ماں باپ سے لے لیں - اور اُنہیں بہت احتیاط سے وہاں رکھا - بچّوں کی دائیاں اور اہلِ خدمت اور پہرے کے سپاہی بھی گونگے ہی رکھے - کہ انسان کی آواز تک کان میں نہ پہنچے - اور مکان کا نام گنگ محل رکھا - جب وہ بچے پانچ پانچ سات سات برس کے ہوئے - تو اُنہیں دربار میں منگوا کر سامنے چھوڑا - سب جنگل کے جانوروں کی طرح غائیں بائیں کرتے تھے - ایک حرف سمجھ میں نہ آتا تھا +

جشن کے دنوں میں مینا بازار لگتا تھا - چنانچہ تمام

[1] انگریزی لفظ ہے - اس کے معنی غبارے کے ہیں +

اطر دکاندار بنتے - جو جو عجائبات بہم پہنچاتے - وہ لاکر سجاتے - اہل صنعت کے جوہر کھلتے - جرِ ثقیل اور طبعیّات کے عمل ہوتے - علم ہئیت کے آلات رکھے جاتے - علم کیمیا اور نیرنجات کے شعبدے کام میں آتے + جب مردانہ بازار ہوچکتا - تو محل کی عورتیں آتی تھیں - اُن کا بازار گرم ہوتا +

لطیفہ - ایک راجپوت لڑائی میں مارا گیا - بی بی اُس کی حاملہ تھی - جب بچّہ پیدا ہوا - تو دیکھا - کہ جہاں جہاں باپ کے زخم لگے تھے - وہیں بیٹے کے نشان موجود ہیں - تذکرہ اُس کا دربار میں پیش ہوا - سن کر کہا - کہ باپ کے جو زخم لگے تھے - تو بدن پر لگے تھے - نہ کہ روح پر - اس بچّے میں اگر اُس کی روح خیال کریں - تو بدن پر زخموں کے نشان ہونے سے کیا علاقہ؟ اس پر اپنی نقل بیان کی - کہ جب خود حمل میں تھا - تو ایک دن ہمایوں بادشاہ محل میں آئے - دیکھا - کہ بادشاہ بیگم اپنے پاؤں کا تلوا سوئی سے گود کر سُرمے سے پھول بناتی ہیں + سبب پوچھا - تو کہا - کہ جی چاہتا ہے - ایسا ہی پھول میرے بچّے کے پاؤں میں بھی ہو + خدا کی قدرت! کہ جب اکبر پیدا ہوا - تو بعینہٖ وہی نشان تلوے میں موجود تھا +

اکبر کی شجاعت اور دلاوری کے معرکے بھی ایسے ہیں - کہ اُنہیں فقط زور اقبال کہنا چاہیئے + چونکہ اُس زمانے میں لڑائی کے وقت ہاتھیوں سے بڑا کام نکلتا تھا - اس لئے اس کو بھی ہاتھیوں کا کمال

شوق تھا - خود سوار ہو کر لڑاتا تھا - اور مست ہاتھی کہ جن کے پاس فیلبان نہ جاتے تھے - یہ سائے کی طرح برابر جاتا - اور دانت پر ہاتھ رکھتے ہی گردن پر بیٹھا نظر آتا + مست ہاتھی لڑتے[1] ہوتے تھے - اور یہ ایک پر سے اُچھل کر دوسرے پر جا بیٹھتا تھا + ایک دفعہ مست ہاتھی چھوٹ کر شہر میں آیا - اور لوگوں کے جان و مال ضائع کرنے لگا - فیلبان جان کے ڈر سے جرأت نہ کر سکتے تھے - اکبر سنتے ہی محل سے نکلا - اور جس طرف اُس کی آمد تھی - اُس طرف بازار میں آ کر ایک کوٹھے پر کھڑا ہو گیا + جونہی ہاتھی برابر آیا - جھٹ جست کر کے پیٹھ پر جا بیٹھا - اور اُس دیو کو دبا کر زیر کیا +

لطیفہ - ایک دن دو راجپوت نوکری کے طالب آئے - اکبر نے پوچھا - کہ کیا جوہر دکھا سکتے ہو؟ راجپوت جانباز نے نیزہ لے کر ایک انی اپنے سینے پر رکھی - اور دوسری دوسرے رفیق کے سینے پر - ساتھ ہی تلواریں کھینچ گھوڑوں کو ڈپٹا - دونو چھد کر بیچ نیزے پر آ گئے - اور خود ایک ایک تلوار میں ڈھیر ہو کر رہ گئے + اس بے جگری پر بادشاہ کو بھی جوش آ گیا + جانتا تھا - کہ کوئی نمک خوار اس طرح میرے سامنے نہ کھڑا ہوگا -

[1] اس کے بعد بھی شاہانِ دہلی نے یہ بات رسوم سلطنت میں داخل رکھی تھی - کہ ہفتے میں دو دفعہ ہاتھیوں کی لڑائی دیکھا کرتے تھے +

اس لئے دیوار میں تلوار کا قبضہ گڑوا کر پھل اُس کا باہر رکھا۔ اور پیچھے پر سینہ رکھ کر چاہتا تھا۔ کہ آگے حملہ کرے۔ جو راجہ مان سنگھ دوڑ کر لپٹ گیا۔ اکبر نے اُسے اُٹھا کر دے مارا۔ اور نہایت خفا ہوا۔ کہ تو نے میری دلاوری کا جوہر کیوں نہ کھلنے دیا۔

شیر کے شکار کا عاشق تھا۔ اکثر چیتے اور شیر شمشیر سے شکار کئے۔ چنانچہ اگر اس کی بہادری کے کارناموں کو کوئی پھیلائے۔ تو ایک شاہنامہ تیار ہو جائے۔ آخر پچاس برس کی سلطنت کے بعد ۱۶۰۵ء ۱۰۱۴ھ میں خود شیر اجل کا شکار ہو گیا۔ تاریخ ہوئی۔ کہ ع

الف کشیدہ ملائک ز فوتِ اکبر شاہ

نورجہاں بیگم

ملک ایران میں خواجہ محمد شریف نام ایک عہدہ دار بادشاہی تھا۔ چونکہ آدمی با لیاقت اور صاحب تدبیر تھا۔ بڑھتے بڑھتے بادشاہ کے دربار میں وزارت کے مرتبے کو پہنچ گیا۔ چند روز کے بعد اس کا انتقال ہوا۔ مگر وارثوں سے فلک نے دغا کی۔ مرزا غیاث اس کا بیٹا ایسا تباہ ہوا۔ کہ معاش کی تلاش میں گھر سے نکلا۔ اور ایک قافلے کے پیچھے پیچھے مع عیال ہندوستان کو روانہ ہوا۔ بی بی حاملہ تھی۔ اسی حالت میں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ بے سامانی کا سفر۔ جنگل کا مقام۔ محلوں کے بیٹھنے والے ماں باپ نے ساری رات جنگل میں رونے دھونے کاٹی۔ صبح

ہوتے پھر روانہ ہوئے - مگر لڑکی جو ایسے نحوست کے وقت میں پیدا ہوئی تھی - اُس کا لے چلنا سخت مشکل ہؤا - آخر باپ نے اپنی حالت اور بیٹی کی ذات کے انجام کو سوچا - کہا - کہ خدا پر توکّل کرو - اور اس کی قسمت کے حوالے کر کے یہیں چھوڑ دو ÷ ہر چند آنتا کی آنچ گود سے اُتارنے نہ دیتی تھی - مگر جب کچھ بن نہ آئی - تو ماں نے بھی کلیجے کے ٹکڑے کو زمین پر رکھ دیا - اور روتی چلی گئی - ایک رات کی جان جنگل میں پڑی روتی تھی - تھک جاتی - تو ہاتھ چوسنے لگتی تھی - مگر قسمت سرہانے کھڑی ہنستی تھی - کہ جلدی نہ کر - جس محل میں تجھے ملکہ بنا کر بٹھانا ہے وہ ابھی تعمیر نہیں ہؤا - پیچھے پیچھے قافلہ بھی آتا تھا - اس صبح کے تارے کو زمین پر پڑا دیکھ کر سب حیران ہو گئے ÷ ایک سوداگر کے دل میں خدا نے رحم ڈالا - گود میں لئے منزل پر آیا - اُس جنگل بیابان میں دودھ کہاں - سارے قافلے میں اس بات کا چرچا تھا - کسی کو مرزا غیاث کا بھی خیال آیا سوداگر سے کہا - کہ وہ فلاکت زدہ جو قافلے کے ساتھ ہے - اُس کے عیال بھی ہمراہ ہیں - اگر سپرد کرو - تو عجب نہیں - کہ اس بچے کی جان بچ جائے - غرض کچھ اُجرت پر لڑکی اُس کے حوالے ہوگئی - اتنی برکت تو پیدا ہوتے ہی معلوم ہوئی - کہ کچھ کھانا قافلے سے آنے لگا - اور ایک سواری بھی مل گئی ÷ سوداگر نے جب مرزا غیاث کی لیاقت اور خاندان کا حال معلوم کیا - تو بہت افسوس کیا - اور ہندوستان میں پہنچ کر اکبر کے دربار میں پہنچایا ÷

ہمایوں بادشاہ جب ہرات میں پہنچا تھا - تو خواجہ شریف یعنی مرزا غیاث کا باپ ہرات کا حاکم تھا - اور اُس وقت میں بادشاہ کی بہت خدمت کی تھی - چنانچہ اب مرزا غیاث نے باپ کے حقوق کو سفارش میں پیش کیا - اور چونکہ خود بھی محاسب اور خوشنویس اور شاعرِ خوش تقریر تھا - دیوان بیوتات[1] ہوگیا - جس طرح اور امرا کی بیبیاں محل میں جایا کرتی تھیں - اُسی طرح مرزا غیاث کی بی بی بھی جایا کرتی تھی - بلکہ اُس کا ایک بیگم سے بہناپا بھی ہوگیا تھا - اور چونکہ اس عرصے میں لڑکی بھی بڑی ہوگئی تھی - اُس کا نام مہرالنسا رکھا تھا - چنانچہ ماں کے ساتھ بیٹی بھی جایا کرتی تھی - مگر اسی عالم میں حسنِ خداداد کے ساتھ اُس کے آن اور انداز کو دیکھ کر ساری بیبیاں کہتی تھیں - کہ دیکھیئے یہ بجلی کدھر گرتی ہے + ایک دن مینا بازار میں پھرتی تھی - جہانگیر کہ ان دنوں میں شاہزادہ تھا - دو کبوتر ہاتھ میں لیئے روش پر جا نکلا - اُس وقت سرور کے عالم میں تھا - مہرالنسا کا البیلے پن سے چمن میں پھرنا بہت بھایا - آپ پھول توڑنے لگا - اور اُس سے کہا - کہ لڑکی! ذرا ہمارے کبوتر تو لیئے رہو + مہرالنسا نے کبوتر اُس کے ہاتھ سے لے لیئے - اتفاقاً ایک کبوتر پھڑک کر ہاتھ سے چھٹ گیا جب شاہزادہ اُدھر متوجہ ہؤا - تو پوچھا - کہ ہیں! میرا کبوتر کیا ہؤا؟ اس نے کہا - کہ صاحب[2] عالم! وہ تو

---

[1] ایک عمدہ عہدہ ہے - جس سے ۳۶ کارخانے بادشاہی متعلق ہوتے ہیں +

[2] اہل دہلی کے محاورے میں شاہزادوں کو صاحب عالم کہتے ہیں +

اُڑ گیا + شاہزادے نے کہا - کیونکر ؟ اُس نے دوسرا بھی اُڑا دیا - کہ حضور اس طرح اُڑ گیا + یہ بھولے پن کی ادا اُس وقت ایسی بھلی معلوم ہوئی - کہ شاہزادے کو ایک خیال پیدا ہوگیا +

ماں کو جب یہ حال معلوم ہؤا - تو بیگم سے شکایت کی - اور بیٹی کو محل میں لے جانا چھوڑ دیا - بلکہ رفتہ رفتہ یہ شکایت بادشاہ کے کان تک پہنچی + اکبر بہت خفا ہؤا - بیٹے کو خلوت میں بلا کر سمجھایا - کہ بیٹا ! بادشاہوں پر واجب ہے - نوکروں کی بہو بیٹیوں کو اپنی بہو بیٹیاں سمجھیں - اگر ہم ایسی باتیں کرنے لگیں - تو دنیا میں آج ہی قیامت آجائے - تمہیں بھی ایک دن بادشاہ ہونا ہے خبردار پھر ایسا خیال نہ کرنا + ساتھ اس کے مرزا غیاث کی بی بی سے بھی کہا - کہ تم بیٹی کی کہیں شادی کردو - اور چند روز اسے جہانگیر کی آنکھوں سے الگ رکھو +

علی قلی خاں ایک شخص شاہ ایران کے نعمت خانے کا داروغہ تھا - وہ بادشاہ کے مرنے کے بعد انقلابِ سلطنت سے، ملتان میں آ نکلا - عبدالرحیم خاں خاناں ان دنوں بھکر پر لڑتا تھا - اُس سے ملاقات ہوئی - اور معرکے میں بڑی بڑی جانبازیاں کیں + جب خان خاناں دربار میں آیا - تو اُسے بھی حاضر کیا - علی قلی خاں جیسا لئیق بہادر تھا - ویسا ہی صورت کا وجیہ تھا - اکبر نے ایک معزز عہدہ دے کر اس سے مہر النسا کی شادی کردی - اور ڈھاکے کا

صوبہ کرکے بھیج دیا - مہر النسا حسن و خوبی کے ساتھ عقل کی پُتلی اور لطائف و ظرائف میں بلبلِ ہزار داستان تھی - چند روز میں میاں کو غلام بنالیا + علی قلی خاں کو فنِ رمل میں بھی دخل تھا - ایک دن زائچہ دیکھ رہا تھا - بیگم نے کہا - ذرا میرا زائچہ بھی تو دیکھو + اُس نے قرعہ پھینکا - اور دیکھ کر کہا - کہ بیگم ! سر پر چترِ شاہی قربان ہوتا نظر آتا ہے + بیگم ہنسنے لگی - مگر ساتھ ہی جہانگیر کا معاملہ دل میں کھٹک گیا + الغرض جب جہانگیر بادشاہ ہوا - تو پھر اُس کی نیت برگشتہ ہوئی - اور عشق کی چنگاری جو بجھ گئی تھی - وہ چمک اُٹھی - علی قلی خاں کو بہانے سے بلا بھیجا اور چاہا - کہ کسی ایسے ڈھب سے مروا ڈالے - جس کا الزام نہ آئے - چنانچہ ایک دن اُس کی شجاعت اور بہادری کی بہت سی تعریفیں کرکے مست ہاتھی کے سامنے کردیا + اس شیر جنگ نے اُسے مار ہٹایا + پھر ایک شیر سے نہتا بھڑا دیا + اُس نے بے ہتھیار ہی مارا - اور شیر افگن خاں کا خطاب لیا - جب یہ وار نہ چلے - تو ایک راز دار کی زبانی صاف پیغام بھیجا - اُس غیرت والے کی غیرت نے گوارا نہ کیا - اور سوچ سمجھ کر یہی مناسب دیکھا - کہ اس نوکری پر لعنت کرکے اپنی جاگیر پر جا بیٹھے + بادشاہ نے قطب الدین خاں اپنے کوکہ کو وہاں کا صوبہ کرکے بھیجا - اور اشارہ کر دیا - کہ جس طرح ہو - اُس کا کام تمام کر دے + شیر افگن خاں بے خبر بردوان میں اپنی جاگیر پہ بیٹھا تھا - سنتے ہی استقبال کو آیا - دو چار جاں نثار اُس کے ساتھ تھے - قطب الدین خاں

کے آدمیوں نے فوراً انہیں گرفتار کر لیا + شیر افگن خاں دیکھ کر حیران ہوگیا - سمجھا - کہ معاملہ بگڑ گیا - تلوار گھسیٹ کر کوکہ جی کے ایسا ایک ہاتھ مارا - کہ دو ٹکڑے ہوکر ہزار سالہ مردوں میں جا ملے + بادشاہی سپاہی دیکھتے ہی ٹوٹ پڑے اور اس تن تنہا کی بوٹی بوٹی ہانٹ لی - مگر ننگ و نام کے دیوان میں نام اس کا سر دفتروں میں لکھا گیا + اس بے گناہ کے لئے ہزار جرموں کے برابر تو یہی جرم تھا - کہ جہانگیر کا رقیب تھا - اب تو بادشاہی صوبے کو مارا - سلطنت کا گنہگار بھی ہوگیا - سب گھر بار ضبط ہوکر دربار کو روانہ ہؤا - مگر مقصد اسی گوہر شب چراغ سے تھا - چنانچہ اب تو پردہ بھی درمیان سے اُٹھ گیا تھا - ایک بی بی کھلم کھلا پیغام لے کر آئیں - مہر النسا سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائی - اور بولی - کہ شیر افگن جیسے خاوند کو گنوا کر دوسرے کا منہ دیکھنا ننگ و وفا کا مُنہ کالا کرنا ہے - بی بی! تم میری طرف سے حضور میں عرض کرو - کہ خیر جہاں پناہ اُس بد نصیب پر جو کچھ گذر گئی - اُس کی تقدیر میں یہی لکھا تھا - مگر بیوہ بیکس پر اب رحم فرمایئے - اور اُس مرنے والے کی روح کو ایذا نہ دیجئے + اس جواب کو جس نے سنا - یہی کہا - کہ سبحان اللہ! لاج والی بی بی جسے اپنے پیارے شوہر کا رقیب سمجھتی ہے - اُس کی مسند شاہی پر اسی طرح خاک ڈالتی ہے - مگر جہانگیر اس روکھے پن سے بہت اچاٹ ہؤا - تو بھی جو دل کی پھانس تھی - وہ لگی رہی - چنانچہ کچھ عرصے کے بعد ماں کو اشارہ کیا -

کہ مہر النسا کو اپنے مصاحبوں میں رکھ لو + مدت اس طرح بھی گزری - غرض پرچتے پرچاتے اخیر کو یہ ہوُا - کہ مہر النسا سے نور محل اور نور محل سے نور جہاں بادشاہ بیگم بن کر نور الدین جہانگیر کے پہلو میں بیٹھ گئیں + نور جہاں حسن تدبیر کے ساتھ سلیقے میں بھی بے نظیر تھی + بادشاہ تو شراب کا نام رام رنگی رکھ کر اُس کی رنگ رلیوں میں لگ گئے - اُس نے تمام سلطنت سنبھال لی - یہاں تک - کہ جو حضور میں کچھ عرض کرتا - جواب پاتا - کہ ہم تو دو پیالے شراب اور ایک سیخ کباب پر سلطنت بیگم کے ہاتھ بیچ چکے - جو کہنا ہو - اُن سے کہو + روپے اشرفی پر سکہ لگ گیا - کہ ؎

بہ حکمِ شاہِ جہانگیر یافت صد زیور
بنامِ نور جہاں پادشاہ بیگم زر!

مُہر کا سجع تھا - کہ ؎

نور جہاں گشت بفضلِ الٰہ ہمدم و ہمرازِ جہانگیر شاہ

مرزا غیاث یعنی باپ اعتماد الدولہ ہوکر وزیر سلطنت اور بھائی آصف جاہ ہوکر دربار کے مالک ہوئے - خود جھروکے میں بیٹھ کر حکم احکام جاری کرتی تھی - اور تمام منصبدار اپنی اپنی عرض و معروض کرتے تھے - بادشاہ کا یہ عالم تھا - کہ ایک دم بیگم جدا ہوتیں - تو بے چین ہو جاتے - اگر دم کے دم دربار میں بیٹھتے - تو پیچھے پردہ پڑ جاتا - بیگم پشت پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہتیں - غرض خلوت و جلوت میں اسی کا جلوہ تھا - راجہ مان سنگھ کی بہن مہاراجہ جودھپور کی بیٹی وغیرہ رانیاں اور مہارانیاں تھیں - مگر نور جہاں نے

کے چراغ بے نور کر دئے تھے +

بادشاہ کے کئی بیٹے تھے - مگر ایک بیٹا دو سے چھوٹا خرم تھا - کہ وہی شاہجہاں ہوکر بادشاہ ہوا - چونکہ ابتدا سے یہ شاہزادہ ہونہار نظر آتا تھا - آصف جاہ نے دور اندیشی کی آنکھ سے دیکھ کر اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تھی +

نور جہاں کی ایک بیٹی شیر افگن خاں سے بھی تھی - اس کی شادی بادشاہ کے چھوٹے بیٹے شہریار سے ہوگئی - اب نور جہاں کو یہ فکر پڑی - کہ جہانگیر کے بعد تاجِ شہریاری کسی طرح شہریار کے سر پر رکھا جائے - اس لئے بھائی سے بھی کھٹک گئی - اور خرم کی طرف سے بادشاہ کے ایسے کان بھرے - کہ اس کا ملک شہریار کو مل گیا - یہاں تک کہ باپ بیٹے کو لاکھوں کے ساتھ لڑوا دیا + ان لڑائیوں میں بادشاہ کی طرف سے مہابت خاں نے بھی خوب خوب جوہر وفاداری دکھلائے تھے - چنانچہ اب اس نے ایسا زور پکڑا - کہ وہ نور جہاں اور آصف جاہ دونو کے ہاتھوں سے نکلنے لگا - چونکہ دربار نور جہاں کی چٹکی میں تھا - یہاں سے اُلٹے سیدھے احکام جاری ہونے شروع ہوئے - آخر حکم پہنچا - کہ اپنے علاقے سے چلے آؤ - اور حساب وکتاب سمجھاؤ - ناچار مہابت خاں آیا - مگر اپنی رفاقت میں پانچ ہزار راجپوت ایسے لایا - کہ جو اس کے نام پر سر کٹوانے کو سُرخ روئی زندگی کی سمجھتے تھے - بادشاہ کابل کو جاتے تھے - اور جہلم کے کنارے پڑے تھے - جو حاضری کی اطلاع ہوئی + حکم ہوا - کہ جب تک آصف جاہ کو حساب نہ سمجھا دو - تب تک مجرا موقوف + مہابت خاں

بہت دق ہوا - وہ دن تو ٹالا - دوسرے دن علے الصباح
دیکھا کہ بادشاہ حرم سرا میں مع چند خواصوں اور خواجہ سراؤں
کے رہ گئے ہیں - آصف جاہ اور تمام لشکر پار اُتر گیا ہے -
اُسی وقت پل اور گھاٹ کو روک خیموں کے گرد راجپوتوں کو
پھیلا دیا - اور خود گھوڑے پر سوار قناتوں کے اندر بارگاہ
کے دروازے پر آن کھڑا ہوا + حرم سرا میں غل مچ گیا +
بادشاہ گھبرا کر باہر نکل آئے - اور کہا - کہ مہابت خاں کہاں کہاں
ہے + اُس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی - کہ دشمنوں کے ہاتھ سے
جان بچا کر حضور کی پناہ میں آیا ہوں - بعد اس کے تین
دفعہ تصدق ہوا - اور اُسی وقت پالکی اپنے سپاہیوں سے اُٹھوا کر
خود کندھا دیتا ہوا اپنے خیمے میں لے گیا - نذریں دلوائیں - اور
بیٹوں کو تصدق کیا - ساتھ ہی خیال آیا - کہ چال چوک گیا - بیگم
کو ضرور لینا تھا - چنانچہ پھر بادشاہ کو سوار کر کے لایا - مگر وہ
اتنے عرصے میں پار اُتر گئی تھی - ناچار شہریار کے پکڑنے کا
خیال کر کے اُس کے ڈیروں پر آیا - اور وہیں بادشاہ کو اُتارا +
اُدھر بیگم نے پار جا کر بھائی کے ساتھ تمام سرداروں کو
بہت لعنت ملامت کی - اور فوج کو تیار کیا + یہاں بادشاہ
کو بیگم یاد آئیں - اور ہر چند حکم پہنچے - کہ خبردار
لڑائی کا ڈھنگ نہ ڈالنا - مگر وہ باز نہ آئی +

پہلے دن ایک سردار فوج لے کر اُترا - اور ناکام پھرا -
دوسرے دن آپ ہودج میں بیٹھی - شہریار کی چھوٹی سی بیٹی
کو گود میں اور دو خواجہ سراؤں کو آگے پیچھے بٹھا کر سب سے
پہلے اپنا ہاتھی دریا میں ڈالا - اور فوج کو پایاب اُتار کر میدان

گرم کیا - بہت ترکش تیروں کے آپ خالی کئے - آخر ہزاروں آدمی ضائع ہوئے - لڑکی گود میں زخمی ہوئی - اور بیگم خود اُس کا باندھ باندھتی ہوئی پار اُتر گئی ‸

ادھر مہابت خاں سجدے کر کرکے بادشاہ کے تصدق ہوتا تھا - مگر قید کر رکھا تھا - اور جو چاہتا تھا - سو کرتا تھا - دو تین دن کے بعد قول و قسم کرکے بیگم کو بلایا - لیکن الگ خیمے میں اتار کر قید کر دیا - اور جبراً قہراً بادشاہ سے قتل کا حکم لکھوا لیا - بعد اس کے خواجہ سرا کو بلایا - اور بیگم کو موت کا پیغام سنایا + بیگم نے جب یہ حکم سنا - تو ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے - مگر تدبیر کے میدان میں ایک قدم نہ چوکی - نہایت بے پروائی سے کہا - کہ خیر میرے مالک کا یہی حکم ہے - تو ایسا مرنا مجھے ہزار جینے سے بہتر ہے - ایک دفعہ اُس کا آخری دیدار دکھا دو - مہابت خاں نے بڑی تکرار سے مانا - مگر اس شرط پر - کہ ملاقات میرے سامنے ہو + چنانچہ وہ نور جہاں - کہ جس کے پردے کے سامنے سے اُمرا اور وزرا پنجہزاری ہفت ہزاری خلعت پہن کر چلے جاتے تھے - نظر بندی کے خیمے سے سکھپال میں بیٹھ کر آئی - میلے کچیلے کپڑے پہنے چہرے پر ہوائیاں اڑتی - ہاتھوں میں سونے کی ہتکڑیاں - پاؤں میں بیڑیاں پہنے منہ سے کچھ نہ بولی - مگر اس انداز سے آکر کھڑی ہوئی - کہ مایوسی اور بے اختیاری کی تصویر سامنے کھینچ دی - اس کی صورت دیکھتے ہی بادشاہ کا جگر پانی پانی ہوگیا - اور آنکھوں سے آنسو نکل پڑے - غرض مہابت خاں کی منتیں کرکے جان بخشی کروائی - اور تمام لشکر کابل کو روانہ ہوا +

اب بیگم نے اندر ہی اندر پھر اپنے بندوبست شروع کیے - ادھر آصف جاہ جو بھاگے ہوئے تھے - وہ بھی صفائی کر کے آ گئے - اور مہابت خاں کی مہابت میں فرق آنے لگا - مگر راجپوت جنہیں سوا تلوار مارنے کے اور کسی بات کی عقل نہ تھی - وہ بدستور زوروں پر چڑھے ہوئے تھے +

چنانچہ کابل میں ایک دن اُن سے اور بادشاہی سپاہیوں سے کسی آپس کی بات پر تلوار چلی - کچھ تو ملک غیر تھا - کچھ ہوا بدلی ہوئی تھی - غرض یہاں راجپوتی کھانڈوں کی کھنڈت ہوئی - بہت سے مارے گئے - بہت سے بھاگ کر پہاڑوں میں ٹکراتے - بہتیرے خراسان و ترکستان میں غلام ہوکر بک گئے + مہابت خاں کا زور اور بھی کم ہوا - اور نور جہاں پھر اپنی چمک دمک دکھانے لگی - چنانچہ مہابت خاں کو شاہجہاں کی مہم کا بہانہ کر کے نکال دیا - کہ دشمن کے ہاتھ سے سانپ مرے - اور دونو طرح اپنا مطلب قائم رہے + بادشاہ چند روز کے بعد وہاں سے کشمیر پہنچے - مگر سردی کے سبب سے دمے کی پُرانی بیماری نے زور کیا - اور پھر ہندوستان کو پھرے - جب بار گلے کے مقام پر پہنچے - تو شام کے قریب شکار کھیلنے بیٹھے - قراول اور وہاں کے پہاڑی زمیندار ہرن وغیرہ شکاروں کو گھیر گھیر کر لاتے تھے - سامنے ایک پہاڑ کی دھار تھی - کہ جب ہرن اُس کی چوٹی پر آتا - تو بادشاہ بندوق مارتے تھے کہ شکار گولی کھا کر قلابازیاں کھاتا نیچے جا پڑتا + ایک اجل رسیدہ لڑکا ہرن کو گھیر کر سامنے لایا - مگر ہرن ابھی ٹھیک زد کے مقام پر نہ آیا تھا - یہ بچارا خدمت کے جوش

میں اور آگے بڑھا - کہ اُسے روک کر آگے بڑھائے - اتفاقاً
پاؤں پھسل گیا - پاس ایک چھوٹا سا درخت اُگا ہُوا تھا -
سہارے کے لئے اُس پہ ہاتھ مارا - مگر وہ بھی ٹوٹ گیا -
اور یہ اجل کا شکار خود شکار کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا قلابازیاں
کھاتا پہاڑ کی تہ میں پہنچا - کہ ہڈیاں چور چور ہوگئیں - بادشاہ
گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے - اور حرم سرا میں آئے - اُسی
وقت سے طبیعت دم بدم بگڑنی شروع ہوئی - یہاں تک کہ
تیسرے دن جہاں سے رخصت ہوئے اور تاریخ ہوئی - کہ ؎

جہانگیر از جہاں رفت

نور جہاں کی جہانداری کا دن بے نور ہوگیا - بہت روئی
بہت پیٹی - منہ نوچا - بال کھسوٹے - اور جس روزِ سیاہ
کے اندیشے کا برسوں سے بندوبست کر رہی تھی - وہ وقت
آگیا + آصف جاہ کو بلا بھیجا - کہ شہریار کے لئے کچھ تدبیر
کرو - مگر بھائی کو اپنے گھر میں سلطنت لینی تھی - اُسی
وقت بہن کو نظر بند کر لیا - اور سب کی آمد و رفت بند
کردی - اُس نے بھی بہتیرے منصوبے کھیلے - مگر عورت تھی - کوئی
چال اُس کی نہ چل سکی - آخر رضا بقضا دے کر بیٹھ رہی +
نور جہاں بڑی سلیقے والی بی بی تھی - زیور - پوشاک - بناؤ -
سنگار - گھر کی آرائشوں میں نئے نئے ایجاد کر گئی - گلاب
کا عطر بھی اسی کی یا اس کی ماں کی گل افشانی ہے +
گھوڑے پر خوب سوار ہوتی تھی - شکار ایسا کھیلتی تھی -
جس کے نشانے سے ہرن - پاڑا - چکارا تو کیا ہے - شیر و پلنگ کو
پناہ نہ تھی - چنانچہ ایک دفعہ شیر شکار کیا - تو کسی ظریف نے یہ مطلع

کہا - اور دفعتہً عالم میں مشہور ہوگیا +

نور جہاں گرچہ بظاہر زن است در صفِ مردان زنِ شیر افگن است

حاضرجوابی کا یہ عالم تھا - کہ منہ سے پھول جھڑتے تھے - ساتھ اس کے خود بھی شاعر تھیں - ایک دفعہ رمضان ختم ہوا - بادشاہ نے عید کا چاند دیکھ کر نور جہاں کی طرف دیکھا اور کہا - کہ ع ہلال عید بر اوجِ فلک ہویدا شد - اُس نے فوراً کہا - کہ ع کلیدِ میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد - ایک دفعہ آسمان پر دُم دار تارا نکلا - جسے جاہل لوگ بادشاہ یا بادشاہت پر منحوس سمجھتے ہیں - بادشاہ محل میں کھڑے دیکھ رہے تھے کسی خواص کے منہ سے نکلا - کہ دیکھو تو کیا لمبی شعاعیں ہیں - بیگم نے اُسی وقت یہ شعر پڑھا - ؎

ستارہ نیست بدیں طول سر بر آوردہ فلک بہ شاطرئے شاہ پر بر آوردہ

ایک دن بادشاہ نے جو قبا پہنی - تو اُس میں لعل کی گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں - نور جہاں نے دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎

ترا نہ تکمۂ لعل است در لباسِ حریر
شداست قطرۂ خون منت گریباں گیر

جس طرح خود شاعر تھی - اُسی طرح شعرا کی قدردانی بھی کرتی تھی - چنانچہ ایک دن باغ کی سیر کو گئی - تمام باغ میں پردہ ہوگیا - مُنہ پر نقاب ڈالے ہنستی بولتی مصاحبوں کے ساتھ چلی جاتی تھی - مرزا صیدی شاعر اُسی دن شہر میں پہنچا تھا - اور اسی باغ کے کنارے ایک کوٹھے پر اُترا تھا - اُسے خبر نہ تھی - کہ نور جہاں یہی ہے - بے تکلف یہ شعر پڑھا - ؎

برقع برخ افگندہ برد ناز بہ باغش تا نکہت گل بیختہ آید بہ دماغش

نور جہاں نے سن کر حال دریافت کیا + پانسو روپیہ تو اسی وقت انعام دیا - اور پھر بلاکر شعرائے دربار میں داخل کیا + اکثر شعرا سے مباحثے بھی رہتے تھے - چنانچہ سلیم شاعر نے ایک دفعہ یہ شعر کہا ؎

زشرم آب شدم کآب را شکستے نیست بحیرتم کہ مرا روزگار چوں بشکست

نور جہاں نے ہنس کر کہا - کہ یخ بستہ بشکست + ایک دن طالب آملی سے کہا - کہ تم حضور کی تعریف میں قصیدے کہتے ہو - کچھ ہمارے لئے نہیں کہتے + اس حاضر جواب نے ہاتھ باندھ کر عرض کی - کہ جسے دیکھا نہ ہو - اُس کی تعریف کیا کروں +

شاہجہاں نے بادشاہ ہوکر پچیس لاکھ روپے کی جاگیر مقرر کردی - اور بہت عزت و حرمت سے رکھا - مگر نور جہاں کی آنکھوں میں جہاں سیاہ تھا - رنگیلے شوہر کے بعد جب تک زندہ رہی - رنگین کپڑے نہ پہنے - آخر بارہ برس کے بعد دنیا سے منہ موڑا - شہر لاہور کے پاس خاوند کے مقبرے[۱] کے پہلو میں آرام کیا - چنانچہ ٹوٹا پھوٹا گنبد اس کا اب بھی موجود ہے +

شہابؒ الدّین شاہ جہاں

جب جہانگیر بادشاہ نے جہاں کی دارو گیر سے مخلصی پائی - تو آصف جاہ وزیر نے ہرکاروں کے داروغہ کو خلوت میں بلاکر کہا - کہ کوئی ایسا تیز رفتار اور با اعتبار ہرکارہ لاؤ - کہ اسی وقت ہوا ہوجائے - اور یہ ہمارے ہاتھ کی انگوٹھی ہے - اسے

[۱] جہانگیر کا مقبرہ جہاں ہے - پہلے یہ مہدی قاسم خاں کا باغ کہلاتا تھا +

شاہزادہ خرم تک پہنچائے - کہ حیدر آباد دکن میں ہے - ایک اشرفی کوس کا تو ابھی حساب سمجھا دو - اور انعام پیچھے دیکھا جائیگا - چنانچہ جھنا بنارسی نام ایک ہرکارہ آیا - اور انگوٹھی لے سلام کر روانہ ہوا - یہاں مصلحتاً ایک شاہزادے کو تخت پر بٹھا دیا - اور تمام لشکر کو لے کر لاہور میں آیا ÷ ادھر ہرکارہ انگوٹھی لے کر اُڑا - کوہ و دریا پر سے ہوا کی طرح گزرتا اور ہوا کو گرد کی طرح پیچھے چھوڑتا - دو مہینے کی منزلیں بیس دن میں طے کرکے جنیر کے مقام میں شاہزادے کو جا مجرا کیا ÷ خسر در داماد میں پہلے ہی اشارے ٹھیرے ہوئے تھے - انگوٹھی کو دیکھتے ہی مطلب سمجھ لیا - اور فوراً آگرے کی طرف کوچ کیا - منزل بمنزل دارالخلافے میں پہنچا - اور جشن شاہانہ سے دربار کیا جا بجا فرمان جاری ہوئے - اور شہاب الدین شاہجہاں کے لقب سے فرمانوں کی پیشانی نے رونق پائی ÷

شاہجہانی سلطنت کے لئے اوّل تو کئی پشت سے سکّہ بیٹھا ہوا تھا - دوسرے جن ہونہاروں کی طرف سے کھٹکا تھا تخت پر بیٹھتے ہی اُن سے خاندان کو صاف کیا - ساتھ اس کے عام رعیّت کے لئے بھی اس کی نیّت بہت نیک تھی اس لئے کوئی خرخشہ ایسا نہ ہوا - جس سے بنیادِ سلطنت میں خلل پڑے ÷ خاں جہاں لودھی اپنے نمک خوار کی بغاوت کے سبب سے دکن میں فساد ہوا - چنانچہ لودھی تو ناکام مارا گیا - مگر ملکِ دکن اس کی آفت میں گرفتار ہوگیا - اور نتیجہ اس کا یہ ہوا - کہ دہاں کے حاکموں سے خاطر خواہ اطاعتیں لینے کے لئے بڑے بڑے معرکے ہوئے - اور عہدنامے تازہ ہو کر اُن

کے زور گھٹائے گئے +

علی مردان خاں شاہ ایران کے کاردار نے اپنے آقا سے ناراض ہوکر قندھار شاہ جہاں کے حوالہ کردیا۔ مگر شاہ ایران نے پھر چھین لیا + ہر چند ایک دفعہ دارا شکوہ اور دوسری دفعہ اورنگ زیب بڑے بڑے سامانوں سے گئے۔ مگر دونو ناکام پھرے۔ بلخ کو بھی فتح کیا۔ مگر سنبھال نہ سکے۔ اہل پرتگال نے چاٹگام میں ایک کوٹھی مستحکم بنائی۔ اور ہگلی اس کا نام رکھا۔ ڈھاکے کے حاکم کو اُن کی طرف سے شبہ پیدا ہوا چنانچہ اُس نے دربار کو اُن کی شکایت لکھی۔ اور یہ بھی لکھا کہ یہ لوگ روز بروز گستاخ ہوتے جاتے ہیں۔ بلکہ قلعے پر توپیں بھی چڑھا لی ہیں + بادشاہ نے حکم بھیجا۔ کہ ان بت پرستوں کو نکال دو۔ چنانچہ بہت سے آدمی اُن کے قتل ہوئے۔ باقی اس طرح نکالے گئے۔ کہ پھر اہل پرتگال کو بنگال میں قدم رکھنا نصیب نہ ہوا۔ اس کے علاوہ جاہ و حشم کے آئین نے جشنِ جمشید اور آئین سکندر کو گرد کردیا۔ اکبری عہد کے خلاف شرع قواعد و آئین جہانگیر کے وقت کے عیشِ رنگیں سب موقوف کیے۔ اور بندوبست کے آئین و قوانین جاری کیے +

قلعۂ دہلی

جب جاہ و حشم کے ہجوم کے لیے آگرے اور لاہور کے قلعوں میں گنجائش نہ رہی۔ تو دلی میں ایک نیا قلعہ[1] بنوانا شروع

---

[1] سنہ ۱۶۳۸ء ۱۰۴۸ھ میں بنیاد رکھی گئی۔ سنہ ۱۶۴۸ء ۱۰۵۸ھ میں تیار ہوا۔ تاریخ ہوئی
که شد شاه جهان آباد از شاه جهان آباد

کیا - کہ قلعۂ آگرہ سے دو چند اور لاہور سے چند درچند زیادہ ہو - چنانچہ کروڑ روپے کی لاگت سے دس برس میں بن کر تیار ہوا - میر عمارت نے عرضی لکھی - خود بدولت ہوا دار آبی پر سوار ہو کر لب دریا کے دروازے سے قلعے میں داخل ہوئے - قلعہ کو ملاحظہ کیا - سر سے پاؤں تک سنگ سُرخ سے گل رنگ اس پر سنگ مرمر کے حاشئے کا نرالا ڈھنگ - برجیاں فصیلیں اور مرغولیں خوشنما - عمارتیں اور باغ اور باغوں کی نہریں ایسی دلکشا - کہ اگر بے مبالغہ بھی ایک ایک کی تفصیل لکھی جائے - تو ایک دفتر آراستہ ہو جائے - کل قلعے کا نقشہ دیکھو تو کاغذ پر ایک ہشت پہلو پھول نظر آتا ہے +

غرض کہ جشن کا سامان شروع ہوا - دیوان عام کے سامنے وہ شامیانہ کہ جس کا نام دل بادل تھا - اور دیوان خاص کے میدان میں سہا منڈل خیمہ ایستادہ ہوا - جس کا کلس خیمۂ فلک کے پار نکلا جاتا تھا - یہ بھی سات برس کے عرصے میں تیار ہوئے تھے - اور ہزاروں گز پشمینے کشمیر کے اور مخمل زرباف گجرات کے اُن پر خرچ ہوئے تھے + درنو سونے کے ستونوں اور چاندی کے استادوں پر کھڑے تھے - ان کے آگے خوش نما شامیانے اطلسی و زربانی - سنہری - رپہری چوبوں پر تانے گئے +

ایوان نامی جس طرح طلائی چھت کی مینا کاری سے گونا گون تھا - ویسے ہی ایرانی قالین اور بنارسی کمخوابوں سے بوقلموں تھا - صدر سے لے کر پا انداز کے ایک ایک مکان تک در و دیوار کو مخمل زرباف بادلہ وکمخواب - پردہ ہائے فرنگی - دیبائے رومی - اطلس چینی سے نگار خانۂ چین کر دیا - صدر

میں تخت طاؤس سجایا گیا +

تختِ طاؤس

نمونہ عجائبات دنیا کا تھا - کروڑ روپیہ کہنے کو تو دو لفظ اور ایک بات ہے - مگر خیال کرنا چاہئے - کہ آج اس قدر سونے اور جواہرات کے لئے کس قدر دریا اور پہاڑ الٹنے پڑتے ہیں - پشت کا تخت جس پر بادشاہ تکیہ لگا کر بیٹھتا تھا - دس لاکھ روپے کا تھا +

بارہ مرصّع ستونوں پر مغرّق محرابیں اور جڑاؤ مینا کاری کی چھت دھری تھی - چھت سے پائے تک خالص کندن اور آبدار جواہر سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا - اور تین سیڑھی بلند چبوترے پر یہ عالم تھا - گویا ایک ستارے کا نگینہ ہے کہ انگوٹھی پر دھرا ہے - اس کی روکار کی محراب پر ایک درخت طلائی بھاری دھرا تھا - جسے سبزہ و الماس سے سرسبز ورلعل و یاقوت سے گل رنگ کیا تھا - اِدھر اُدھر اُس کے دو مور رنگا رنگ کے جواہرات سے مرصّع چونچ میں موتیوں کی تسبیحیں لئے اس طرح کھڑے تھے - گویا اب ناچنے لگتے ہیں - چاروں طرف چاروں چتر زر نگار جن میں موتیوں کی جھالر جھلملاتی تھی - آگے ایک شامیانہ - کہ جواہرات اور موتیوں کی آب داری سے دریائے نور کی طرح لہراتا تھا - اور ایک لاکھ روپے کی لاگت میں تیار ہؤا تھا - سونے روپے کی نولوں پر استادہ تھا + گرد اس کے کرسیاں اور چوکیاں اپنے اپنے مرتبے سے سجی ہوئی تھیں + تخت کے گرد

پاسِ ادب کے لیئے کئی کئی گز تک حاشیہ چھوڑ کر چاندی کا کٹہرا ایسا خوشنما لگا تھا - کہ جس کی مینا کار جالیاں مرغِ نظر کو شکار کرتی تھیں - غرض دربار آراستہ ہوُا - مگر اقبال کا رعب داب دیکھ کر قدرتِ خدا یاد آتی تھی ! چنانچہ کٹہرے کے باہر اوّل یمین ویسار شاہزادہاے والا تبار - بعد اُن کے راجہ و مہاراجہ - ملک ملک کے حاکم - امیر و وزیر اپنے اپنے عہدے لیئے کھڑے - مگر تمام فرمانبرداروں کی آنکھیں زمین پر - اور گوش دل اپنے فرمانروا کے حکم پر لگے تھے + ہر ایک در میں دو دو خاص بردار - مخمل کی غلاف دار بندوقیں کندھوں پر - بادلے کی جھنڈیاں ہاتھوں میں لئے بُت بنے ہوئے قائم تھے + باہر کے دالان میں اور عہدہ دار منصب دار - حکم کے منتظر حاضر تھے - اس کے آگے کے دردوں میں تین تین حبشی جیسے کالے پہاڑ - آنکھیں لال لال - زربفت کی وردیاں پہنے - ہتھیاروں میں اوپچی بنے - گرزہاے فولادی کندھوں پہ - بادلے کی برقیں ہاتھوں میں + تیسرے درجے میں اہل کار - اور ہر کارخانے کے کاردار - منشی - متصدی قلمدان بغل میں - بستے آگے رکھے موجود تھے - اور دروں میں سپاہی ننگی تلواریں علم کیئے - قد آدم چاندی کے کٹہرے سے لگے خاموش کھڑے تھے - باہر تیس تیس گز کا فاصلہ دے کر پھر چاندی کا کٹہرا کھڑا کیا تھا - در اس کے برابر بہادر سپاہی خاص بادشاہی - جن میں داہنے پر ترک - بائیں پہ افغان سامنے راجپوت اپنی اپنی وردیاں پہنے - سنہری - رُوپہلی برقیں ہاتھوں میں

لئے بجے تھے ۔ یہاں سے دروازے تک سواروں کے پہرے دو رستہ پابستہ آراستہ تھے ۔ جو درباری لوگ آتے پہرے پہرے پر اپنے اپنے نام و نشان بتاتے اور آگے چلے جاتے ۔ مگر دبدبے و دہشت کا یہ عالم تھا ۔ کہ ہوش و حواس کے قدم تھرتھراتے تھے + دربار میں پہنچ کر تین سلام گاہوں پر تسلیم بجا لاتے تھے + جب نقیب آواز دیتا تھا ۔ کہ آداب بجا لاؤ ۔ جہاں پناہ بادشاہ سلامت ! عالم پناہ بادشاہ سلامت ! تو دل سینوں میں دہل جاتے تھے ۔ کٹہرے کے پاس کورنش کا آداب ادا کرتے تھے +

غرض اوّل شاہزادوں کی نذریں گزرنی شروع ہوئیں ۔ ہر ایک کو خلعت اور ترقئ منصب کے احکام سنائے گئے سعد اللہ خاں[1] وزیر اعظم کو ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا منصب عنایت ہوا +

---

[1] چنیوٹ علاقہ جھنگ کا رہنے والا تھا ۔ اور ایک غریب گم نام کا بیٹا تھا ۔ لاہور میں علم حاصل کیا ۔ اور فقط علم کی برکت نے اس مرتبے تک پہنچایا ۔ کہ شہنشاہ ہند کا وزیر اعظم ہوگیا ۔ چنانچہ ۱۰۵۰ھ ہجری میں ملازم ہوا ۔ ۱۰۵۵ھ ہجری میں دیوان خالصہ ہوا ۔ ۱۰۵۷ھ ہجری میں وزیر اعظم ہوگیا ۔ اس کی مسجد مقام چنیوٹ میں اب بھی موجود ہے ۔ جس کے دو مینار سنگِ لرزاں کے ہیں ۔ کہ ہلانے سے حرکت کرتے ہیں +

عبرت

دربار میں یہ شانِ پروردگار آشکار تھی۔ کہ دفعتہً بادشاہ آبدیدہ ہوئے۔ اور دونو ہاتھ فاتحہ کو اُٹھائے۔ ساتھ ہی سب اہلِ دربار نے ہاتھ اُٹھائے۔ مگر پاسِ آداب سے کوئی شخص جرأتِ سوال کی نہ کرسکا۔ بعد فاتحہ کے خود بادشاہ نے کہا۔ اے بندگانِ با اخلاص جو خیال اس وقت میرے دل میں گزرا۔ اُس کا اظہار تم پر بھی واجب سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ فرعون نے ایک آبنوس اور ہاتھی دانت کے تخت پر بیٹھ کر دعوےٰ خدائی کا کیا۔ گواہ اور آگاہ ہو کہ جس نخوت و تکبر سے اُس نے وہ دعوےٰ کیا تھا۔ میں اُس سے لاکھ مرتبہ عجز و نیاز کے ساتھ عبودیت الٰہی کا اقرار کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اُٹھا۔ اور دوگانہ شکرانے کا بجا لا کر دیر تک پیشانی کو زمین نیاز پر ملتا رہا۔ وقت کی تاثیر سے دربار میں سناٹے کا عالم ہوگیا۔ سب کے دل آب ہو گئے۔ اور سینوں کے ولولوں نے دم گرم سے اس ایوان میں ایک گونج پیدا کی۔ بادشاہ سجدے سے اُٹھ کر دوبارہ مسند پر بیٹھا۔ ملک الشعرا نے قصیدہ مبارکباد کا پڑھا۔ کسی باکمال نے کبت سنائے۔ کوئی اشرفیوں میں تلا۔ کسی کا منہ موتیوں سے بھرا گیا۔ اتنے میں غلامانِ خاص جواہر کار خوان ہاتھوں میں لئے آئے۔ جن کے جواہر نگار خوان پوشوں میں موتیوں کی جھالر لٹکتی تھی۔ میر دربار نے اشارہ کیا۔ اور اشارے کے ساتھ ہی سونے روپے کے پھول اور جواہرات کا

مینہ چھم چھم برسنے لگا ٭

جشنِ ماہتابی

رات کو جشن ماہتابی ہوا - کہ تمام دیوان عام ایک بُقعہء نور نظر آنے لگا - فرش میں سفید مخملیں - سفید ہی قالین - دیواروں پہ براق اطلسیں - زربفت و کمخواب کے پردے - مگر وہ بھی روپہلی - آرائش کے سامان اور روشنی کے سب لوازمات موجود - مگر تمام بلور اور شیشے سفید - سامنے چمن اور درختوں کے پھول پتّے تمام سفید - روشوں پہ گھاس سفید - دربار کا لباس سفید - یہاں تک کہ انگوٹھی بھی چاندی کی اس پہ بھی الماس سفید - غرض کہ زمین سے آسمان تک نور کا عالم تھا - اور دریائے مہتاب لہراتا نظر آتا تھا - چندرما کی تلا کے جشن میں نو دن باقی تھے - اس لئے نو دن تک برابر جشن کے انعام و اکرام جاری رہے ٭

شاہجہاں کی ایک بی بی ممتاز محل آصف جاہ کی بیٹی تھی کہ نہایت نیک نیّت و نیک طبیعت تھی - چاروں بیٹے بھی اسی کے شکم سے تھے - اور جو محبّت کہ بادشاہ کو اس سے تھی - کسی سے نہ تھی - وہ حاملہ ہوئی - جب ولادت کا وقت قریب آیا - تو اندر کارداں دائیاں اور باہر حاذق حکیم جمع ہوئے - دفعتہً پیٹ میں سے بچّے کے رونے کی آواز آئی - سب سن کر حیران بلکہ ہراساں ہوئے ٭

بیگم نے خود بادشاہ کو بلایا - اور کہا - کہ اب وقت قریب آیا ہے - دو وصیتیں میری ہیں - وہ سُن لو ٭ اوّل یہ کہ بعد

میرے اور شادی نہ کرنا - کہ ایسا نہ ہو - سوتیلے بھائیوں میں بگاڑ ہو - اور میرے بچّوں کی جانیں تلف ہوں - دوسرے یہ کہ میری قبر پر ایسی عمارت بنوانا - کہ عالم میں یادگار رہے + تھوڑی دیر کے بعد لڑکی پیدا ہوئی - اور بیگم کا انتقال ہوگیا + بادشاہ کو بڑا غم ہوا - دو برس تک دنیا کی لذّتوں کا لطف نہ اٹھایا - ناچ رنگ کی صحبتیں بند کر دیں - اور دل و دماغ پر ایسا صدمہ ہوا - کہ چند روز میں بال سفید ہو گئے عمارت جو بیگم کے مزار پر بنی - وہ حقیقت میں ایسی ہی بنی ہے - کہ روے زمین پر ثانی نہیں رکھتی - چنانچہ تاج گنج کا روضہ خاص و عام میں مشہور ہے - الغرض اکتیس برس کی سلطنت کے بعد اقبال کا آفتاب ڈھلنا شروع ہوا +

محیّ الدین اورنگ زیب کی عالمگیری

اخیر عمر میں بادشاہ خود بادشاہی کرتے تھے - اور چاروں بیٹے ملک گیری اور ملک داری کرتے تھے - مراد اور شجاع تو نرے شاہزادے ہی تھے - دارا شکوہ جو سب میں بڑا تھا - شاہزادہ پن کے ساتھ فقیری اور تصوّف میں بھی ڈوبا ہوا تھا - فقرا خواہ صوفی خواہ ویدانتی صحبت میں رہتے - ان کی کتابیں پڑھواتا - باتیں سنتا - عربی اور فارسی میں تصوّف کی کتابیں تصنیف کرواتا - بلکہ سنسکرت سے فارسی میں ترجمے کرواتا + اورنگ زیب برخلاف ان سب کے ایسا متین شخص تھا - کہ پابندئے شرع کے لحاظ سے ملکی جوڑ توڑوں کے

سوا دوسرا خیال نہ رکھتا تھا - جابجا پرچہ نویس بٹھائے ہوئے تھے - ہر طرف کان لگے رکھتا - بلکہ ہر بات کی پیش بندی برسوں پہلے سے کرتا - مگر باپ کو چاروں بیٹوں میں دارا ہی پیارا تھا - اور اکثر اسی کو پاس رکھتا تھا - چنانچہ تیس برس کی سلطنت کے بعد ایک دفعہ ایسا بیمار ہؤا - کہ کل کاروبار دارا کے ہاتھ میں آگئے - چونکہ یہ ناز پروردہ اور سلطنت کے کاروبار میں بے تجربہ تھا - باپ کو چراغِ سحر اور تخت کو زیرِ قدم پاکر بھائیوں کے نام ایسے احکام جاری کئے - کہ اُنہیں پڑھ کر اور باپ کو بیمار سُن کر گھبرا اُٹھے - ساتھ ہی اُن کے وکیلوں کو نظر بند کر لیا - اور دربار کی خبروں کے بند کرنے کے لئے اُدھر کے سوداگروں اور بنجاروں تک کو بھی روک لیا + یہ حال دیکھ کر تینوں بھائی اپنے اپنے علاقوں سے چلے - مراد اور شجاع نے تو کھلم کھلا سلطنت کے نشانوں پہ پھریرے چڑھا دئے - مگر اورنگ زیب نے یہاں بھی اپنی متانت خرچ کی - یعنی درپردہ تو پورے سامان کئے مگر ظاہر میں مراد چھوٹا بھائی جو گجرات دکن میں اُس کے قریب تھا - اُسے نہایت دردمندی کے ساتھ ایک خط لکھا - خلاصہ اُس کا یہ ہے - کہ مجھے سلطنت کی ہوس نہیں مگر چونکہ دارا شکوہ بد عقیدہ اور بد مذہب ہے - اور تم جیسے چھوٹے بھائی پہ - کہ قابلِ سلطنت ہو - ناحق جبر کرتا ہے - میں برادر عزیز کی حق تلفی ناجائز سمجھ کر اعانت فرض سمجھتا ہوں - میرا ارادہ یہ ہے - کہ اس مہم کے بعد حج کو چلا جاؤں - اور وہیں گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر بقیہ زندگی میں خاتمہ کر دوں +

چھوٹا بھائی نہ سمجھا - کہ بڑا بھائی شفقت کے پردے میں دغا کرتا ہے - صاف دل سے آیا - اور جان و جگر سے رفیق ہو کر آگرے کو روانہ ہؤا - یہاں بادشاہ کو شفا ہو گئی - دیکھا - تو عالم تہ و بالا ہے - اُسی وقت کار و بار سلطنت کو سنبھال بیٹوں کے نام فرمان جاری کئے - مگر ادھر تو اُنہیں یقین نہ آیا - ادھر دارا شکوہ جو اس عرصے میں ایک دفعہ شجاع کو شکست بھی دے چکا تھا - مقابلے کو تیار ہو گیا + باپ بڈھا تجربہ کار تھا - وہ اس ناز پروردے کی حقیقت کو بھی جانتا تھا - اور اورنگ زیب کو بھی خوب پہچانتا تھا - اِس لئے مقابلے کو منع کیا - اور کہا - کہ دونو تمہارے چھوٹے بھائی ہیں - ہم صفائی کروا دینگے - دارا نے نہ مانا - اپنی شکوہ میں آ کر ان دونو بھائیوں سے بھی جا اڑا - مگر چونکہ میدان جنگ کا مشاق نہ تھا - اِس لئے شکست فاش کھائی - اور ہاتھی پر سے ننگے پاؤں کود کر پنجاب اپنے علاقے میں بھاگ آیا - کہ یہ ملک وسیع اور با سامان بھی ہے - اور ادھر سے ایران کا رستہ بھی کھلا ہے - یہاں بیٹھ کر خاطر خواہ بندوبست ہو جائیگا + فتحیاب نشان اقبال اُڑاتے آگرے میں داخل ہوئے - مگر مراد اس مہم میں ایسی جانبازی سے لڑا - کہ شجاعت کا چہرہ زخموں سے گل رنگ ہو گیا - ہاتھی کا میگڈمبر مارے تیروں کے سیہہ جانور کا نمونہ بن گیا + عالمگیر نے باپ کو عرضی لکھی - اور چونکہ آپ نے اب تک سلطنت کا دعوےٰ نہیں کیا تھا - اس لئے بھائیوں کی بے اعتدالی کا افسوس بھی لکھا باپ نے ایک تلوار بھیجی - اور نہایت محبت سے لکھا - کہ فتح

مبارک ہو! مگر مجھے آکر منہ تو دکھاؤ - اُس نے عذر معذرت کے بہانے ہمراہ کرکے بیٹے کو بھیجا - آپ باہر رہا - مگر یہیں بیٹھے بیٹھے ایسا پیچ مارا - کہ بوڑھا باپ نہ سمجھا - رنا تو دفعتہً یہی سنا - کہ تمام دروازوں اور چوکی پہروں پر عالمگیری سپاہی بیٹھے ہیں + غرض باپ کو قید اور آگرے کا بندوبست کرکے آگے بڑھا +

مراد کے زخمی ہونے سے اس کی مراد خاطر خواہ بر آئی - چنانچہ سلطنت کی صورت بنتی دیکھ کر اس کے نامراد کرنے کے بندوبست کرنے لگا - روز عیادت کو جاتا - اور جو انعام و اکرام فوجوں کو دیتا - اُن سے کہتا - کہ نذریں شکریئے کی اُسی کو جاکر دو + چند روز کے بعد ایک دن اپنے ہاں میں اُس کی ضیافت کی + وہ بے تکلف چلا آیا - اور چونکہ اس کا دل صاف تھا - اس لئے خاطر جمع سے عیش و عشرت میں مصروف ہوا - اور رات کو وہیں رہا - اُس نے فوراً گرفتار کر گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا +

اب دارا کا حال سنو - کہ لاہور میں بیٹھ کر ادھر کے سرداروں کو شامل کیا - اور ہندوستان کے راجاؤں کو بغاوت کے لئے خطوط لکھے - باپ کو بھی منت و زاری کے ساتھ عرضیاں لکھیں - ادھر سے بھی ہر طرف تحریریں جاری ہوئیں + چونکہ لاہور کا خزانہ ہاتھ میں تھا - لشکر جمع کرکے ستلج اور بیاس کے گھاٹوں کا بندوبست کیا - مگر جب اُدھر سے سکندری نقارہ بجتا آیا - تو دارائی فوجیں بھاگیں اور خود بھی گھبرا کر ملتان پہنچا - کہ بھکر سے ہمایوں کے قدموں میں ایران چلا جائے -

شاہ ایران کو ایک خط لکھ کر مدد مانگی - مگر وہاں سے جواب آیا
کہ اس طرح فوج کا مدد کے لیئے آنا زیبا نہیں - تم خانۂ
بے تکلف سمجھ کر یہاں آ جاؤ - اور چند روز اس ملک کی
سیر کرو - ہم خود تمہارے باپ اور بھائیوں سے خط و
کتابت کرینگے - اگر تحریر سے کام نکلا - تو بہتر - نہیں تو
جس طرح ہوگا - تمہارا حق تمہیں دلوا دینگے * اس آوارہ
نصیب نے قندھار کا ارادہ کیا - مگر ساتھ فقط رفیقوں
کی رفاقت اور خدمتگاروں کی جمعیت باقی تھی - وہ بھی
اکثر ہندوستانی یا ولایتی تھے - کہ ہندوستان میں رہ رہکر
ایسی ایسی محنتوں کے چور ہو گئے تھے - رفیقوں نے ساتھ
چھوڑنا شروع کیا - سب سے زیادہ یہ - کہ پیاری بی بی اور
کچھ عیال بھی ساتھ کجاووں میں سوار تھے - جب کوہستان
میں داخل ہوئے - اور اونچے اونچے پہاڑ نظر آئے - تو بی بی
ہندوستان کے محلوں کی بی بی رونے لگی - اور کسی طرح آگے
جانے کو راضی نہ ہوئی - دارا کو اس سے نہایت محبت تھی -
ناچار الٹا پھرا - اور یاغستان کے جنگلوں میں گھس گیا * اس
حالت میں جسونت سنگھ جودھ پور کا راجہ جو پہلے معرکوں میں اس
کے ساتھ حق رفاقت کا ادا کرتا رہا تھا - اُس کی طرف سے جواب
آیا - اور اس نے وہیں بلایا - ایسے ڈوبتے کو اس تنکے کا
سہارا غنیمت ہوا - اور پھر ادھر کی طرف چلا * رستے کی
مصیبتوں کا کیا بیان ہو ! کہ ہمایوں کی مصیبتوں سے ابھی
قلم کا دم نہیں ٹھیرا - غرض جودھ پور کے پاس پہنچ کر
خط لکھا - اور راجہ کا انتظار شروع کیا * عالمگیر نے اسے

پہلے ہی توڑ لیا تھا - جواب ہیں ادھر سے غبار بھی نہ اُٹھا + امیر سردار سب گئے - بلکہ ناچار ہو کر بیٹے کو بھیجا - اور بہت سی منت و زاری کی - مگر وہاں سے جو ہمایوں کو ناکامی نصیب ہوئی تھی - وہی بیرات اسے ملی + وہ یہی کہے گیا - کہ تم اجمیر میں چل کر ٹھیرو - میں وہیں آتا ہوں + ناچار یہاں آیا - اور ہر چند کہ پہاڑوں کو مورچوں اور توپوں سے سد سکندری بنا لیا - مگر نصیبے میں تو خود داغ تھا - یہاں بھی شکست کھائی + شام تک ایک پہاڑی پر کھڑا لڑائی کا رنگ دیکھا کیا - رہے سہے جاں نثار کٹے جاتے تھے - اور مورچہ بمورچہ دشمن چھائے چلے آتے تھے - جب رات ہوگئی - تو مایوس ہو کر بھاگا - اندھیرے میں اہل و عیال کہیں کے کہیں جا پڑے - صبح ہوتے ان کو بھی بھٹکتا پایا - اور احمد آباد کا رُخ کیا - پہاڑوں اور جنگلوں کی راہ - خود بے سامان - دشمن کے تعاقب کا خطر - رستے میں پتا پتا بلا نظر آتا تھا - اگرچہ عالمگیر نے پیچھا نہ کیا - مگر پہاڑوں کے بھیل دبائے چلے آتے تھے - جب موقع پاتے تھے - آن گرتے تھے - اور جو پیچھے رہ جاتا تھا - اُسے لوٹ کھسوٹ کر بدن پر کپڑا نہ چھوڑتے تھے - غرض آٹھ دن تک گرتا پڑتا برابر چلا گیا + اسی عالم میں دیکھا - کہ ایک قافلہ دلی کو چلا جاتا ہے - اور اس میں ڈاکٹر فرنگی بھی ساتھ ہے - دارا کی بی بی زخمی ہو گئی تھی - اور حکیم جرّاح کوئی ساتھ نہ تھا - اس بے سرو سامان نے ڈاکٹر صاحب سے خود ملاقات کی - اور کہا - کہ اس بُرے وقت میں تم ہمارا ساتھ دو تو بندوں کی شکر گزاری کے علاوہ خدا کے ہاں بھی ثواب ہو + اس

کی بیکسی دیکھ کر مروت نے ڈاکٹر صاحب کو بھی آنکھ نہ پھیرنے دی
اور قافلے کو چھوڑ اس کے ساتھ روانہ ہوئے + تین دن کے
بعد جب احمد آباد ایک منزل رہا - تو سب خوش ہو گئے - کہ
کل شہر میں پہنچ کر بسم اللہ کے گنبد میں بیٹھ جائینگے - گویا
اتنی راہ میں رات کو سرائے نصیب ہوئی اور یہی غنیمت ہوا
کہ رہزنوں کی آفت سے تو خاطر جمع ہوئی - مگر مکان کی
قلت اور آدمیوں کی کثرت سے ایسی چپقلش تھی - کہ جو بیبیاں
کئی کئی ڈیوڑھیوں کے اندر محلوں میں بیٹھتی تھیں - ان میں
اور ڈاکٹر صاحب میں فقط ایک ٹاٹ کا پردہ تھا + غرض
جوں توں رات کاٹی - صبح کو کوچ کی تیاری ہوتی تھی - جو ایک
شخص نے اندر جا کر کچھ کہا - کہ دفعتہً ساری بیبیاں رونے لگیں
اور اُن کی باتوں سے یہ سمجھ میں آیا - کہ احمد آباد کے دروازے
بند ہیں - یعنی آفت نصیبوں کو اندر جانا نصیب نہ ہوگا - اب
جان کی خیر اسی میں ہے - کہ یہیں سے پھریں - اور کسی
اور طرف کو نکل چلیں + اتنے میں دارا شکوہ اندر سے حیران
و پریشان نکلا - سب نے تعظیم دی - مگر چپ کھڑے تھے +
اس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا - کہ گویا زمین و آسمان میں اُسے
کہیں ٹھکانا نہیں نظر آتا - اور سوائے مایوسی کے کسی کی آس
نہیں + دل شکستہ نوکروں سے آبدیدہ ہو کر کہا - کہ میں نہیں
جانتا - مجھ پر اور ان پردہ نشینوں پر ظالموں کے ہاتھ سے
کیا کیا کچھ ہونا ہے - خیر رفاقت کا وقت ہے + یہ حالت
اس کی دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کے بھی آنسو نکل پڑے +
غرض اس غم و اندوہ کے دھوئیں سے دل کو خالی کر کے

ڈاکٹر صاحب سے بھی رخصت ہوا - چار پانچ زنانی سواریوں کے ساتھ دو ہاتھیوں پر چند صندوقچے اور کئی گٹھڑیاں لاد کر سوار ہوا - اور چند رفیقوں اور خواجہ سراؤں کو لے کر چلا - مگر لٹیروں کے ہاتھ سے امید نہ تھی - کہ چار قدم بھی صحیح سلامت چل سکے - غرض جس رستے آیا تھا - انہیں قدموں پھر بھکر کو روانہ ہوا ؛

جاتے ہوئے کچھ کے راجہ نے بڑی خاطر کی تھی - اور اپنی بیٹی اس کے بیٹے سے نامزد کی تھی - اب کی دفعہ وہ بھی اس بے مروتی سے پیش آیا - کہ دنیا کی بے وفائی کی تصویر دل پر کھچ گئی - اور اس کے پنجے سے نجات پانی غنیمت ہوئی - ناچار پھر بھکر کو روانہ ہوا - کہ اِدھر سے قندھار کی راہ ایران کو نکل جائے - اب فقط گنتی کے خدمتگار - اور چند خواجہ سرائیاں و اطفال کے ساتھ تھے - اور دریائے سندھ کے کناروں اور سرحد کے پہاڑوں میں ٹکراتا پھرتا تھا - چنانچہ انہی پہاڑوں کا ایک سردار بڑے خلوص اور خاطر داری سے پیش آیا - اور وعدہ کیا - کہ قندھار تک خود جا کر پہنچا آئیگا - مگر ملک جیون نام بیگ افغان ادھر کا سردار تھا - کہ شاہجہان نے ایک دفعہ اُسے ہاتھی کے پاؤں سے کچلوانے کا حکم دیا تھا اور دارا شکوہ نے اُسے بچایا تھا - اس وقت میں اس کے خط پہنچے ؛ دارا کو پھر لالچ آیا - کہ شاید اس کی مدد سے یہیں کچھ بات بن جائے - چنانچہ بے تکلف اُس کے گھر چلا آیا ؛ وہ بڑی تعظیم و تواضع سے پیش آیا ؛ یہ فلک آوارہ اس کے دل کی دغا سے بے خبر

تھا - بے تکلف رہنے لگا - کہ چند روز بیٹھ کر یہاں دم لے مگر قسمت کی سرگشتگی کب ٹھہرنے دیتی تھی - جس پیاری بی بی کے سوا کوئی غمخوار رفیق نہ رہا تھا - ان دکھوں کا وہ بھی ساتھ نہ دے سکی - یعنی مصیبتوں کے علاوہ کئی مہینے سے جو بیماری کے دکھوں میں مبتلا تھی - جان دے کر عذاب دنیا سے چھوٹ گئی + دارا کو نہایت رنج ہؤا - دل زندگی سے بیزار ہوگیا - اور رہے سہے ہوش و حواس بھی جاتے رہے - چنانچہ جو جاں نثار ایسے وقتوں کے رفیق تھے - انہیں جنازے کے ساتھ کرکے لاہور بھیجا - کہ اپنے پیر یعنی میاں میر صاحب کی خانقاہ میں دفن کریں + اس وقت اس آفت زدے کو اکیلا دیکھ کر ملک جیون کی بد نیتی پھوٹ بہی - اور فوراً گرفتار کر لیا + بادشاہی کاردار سرحد پر موجود تھے - انہیں خط لکھ بھیجے - اور انہوں نے بادشاہ کو عرضیاں کیں + چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کی گرفتاری کی خبر سن کر شادیانے بجوائے - اور ملک جیون کے لئے خلعت بیش بہا اور بختیار خاں کا خطاب بھیج کر حکم دیا - کہ جلد لیکر حاضر ہو + دارا بیچارہ مع عیال و اطفال پاؤں میں زنجیر - ہاتھوں میں ہتکڑیاں پہنے اُسی وقت روانہ ہؤا + جب شہر ایک منزل رہا - تو بادشاہ نے ایک معتبر خاص بھیجا کہ جاکر خود دیکھ آئے - اور نئے حکم پہنچائے - چنانچہ دوسرے دن اُسی ہدایت کے بموجب شہر میں لائے - ایک ہتنی - کہ جس کی پیٹھ پر عماری تک بھی نہ تھی - اس پر وہ قیدی طوق و زنجیر میں مسلسل تھا بیٹا برابر بیٹھا تھا - اور خدا کی قدرت دیکھتا تھا - کہ یہ کونسا

شاہ جہان آباد ہے - اور آج اس میں میرا کیا حال ہے ! شہر کے لوگ بازاروں میں کھڑے زار زار روتے تھے - اور دم نہ مار سکتے تھے - چنانچہ تمام شہر میں پھرایا - اور پرانی دلّی میں لے جا کر قید کر دیا + دوسرے دن بختیار خاں بدبخت بھی اپنی حسن خدمت کے انعام کے لئے دربار میں حاضر ہوا - جونہی شہر میں قدم رکھا - ہزاروں آدمی کوٹھوں اور دکانوں پر کھڑے ہو گئے - اور چاروں طرف سے لعنت پھٹکار کا غل ہوا - جوتیاں - ٹھیکرے - خاک - مٹی جو کچھ جس کے ہاتھ میں آیا - برسانے لگے - اور اس قدر پل کر گرے - کہ کئی ہمراہی اس کے پامال ہو گئے - بلکہ اگر کوتوال نہ آ پہنچتا - تو لوگ بدبخت خاں کی بوٹیاں اُڑا ڈالتے +

دارا شکوہ نے اس عالم میں ایک رقعہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجا - جس کا ترجمہ یہ ہے - رقعہ -

برادرِ من بادشاہِ من سلامت

سلطنت تمہیں اور تمہارے بچّوں کو مبارک ہو ! مجھے اب کچھ ہوس نہیں رہی - فقط ایک گوشۂ عافیت اور ایک لونڈی خدمتگار چاہتا ہوں - کہ لقمہ کھا کر پانی کا گھونٹ پیوں اور تمہارے لئے دعا کرتا ہوں - والسّلام + بادشاہ بھائی نے اس کے جواب میں کیا تو یہ کیا - کہ علما کو بلا کر چند رسالے اور کتابیں جو اس نے علم تصوّف میں تالیف و ترجمہ کروائی تھیں - وہ پیش کیں - اور پوچھا - کہ جس شخص کا یہ اعتقاد

لہ یعنی مرد خدمتگار بھی مطلوب نہیں - کہ تم کسی سے سازش دوڑانے کا خیال کرو +

ہو۔ اُس کے لئے شرع میں کیا حکم ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ان کے مضامین شریعت کے خلاف ہیں۔ جس مسلمان کا یہ اعتقاد ہو۔ اُس کا قتل واجب ہے چنانچہ اپنے نزدیک یہ حجت شرعی قائم کی۔ مگر معلوم ہوا۔ کہ کوئی شخص اس مظلوم کا قتل قبول نہ کریگا۔ ایک سنگدل اپنی عداوت ذاتی سے اس کے لہو کا پیاسا تھا۔ اُسے حکم دے کر چند ظالموں کے ساتھ بھیجا ۔ دونو باپ بیٹے اس ویران گھر میں بیٹھے مسور کی دال پکا رہے تھے۔ بلکہ اس عالم میں زہر کے خوف سے اکثر وہی کھایا کرتے تھے۔ گو سپندوں نے اپنے قسائیوں کو سامنے آتے ہی پہچان لیا۔ لیکن تیموری لہو نے اس وقت بھی بیکسی سے خاک میں ملنا گوارا نہ کیا۔ ایک چھوٹی سی چھری باورچی خانے میں پڑی تھی۔ وہی اٹھا لی۔ اور جب تک کہ ظالم چاروں طرف سے نہ آن گرے۔ تب تک وہ بھی نہ گرا ۔ آخر زخموں سے چور ہو کر مارا گیا۔ اور مر کر پھر کوچہ و بازار میں تشہیر ہوا۔ بلکہ جن لوگوں نے بختیار کے ہمراہیوں کو پامال کیا تھا۔ اُن پر بھی خلیفۃ اللہ کی مخالفت کا جرم ثابت کر کے مارا۔ اور رعب اپنا لوگوں کے دلوں پر قائم کیا۔

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری کتنے دن آپ جیا جس نے دارا مارا

بڑے بھائی کا تو یہ حال ہوا۔ مراد بخش چھوٹے بھائی کا حال سنو۔ کہ گوالیار کے قلعے میں قید تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ اس کا ارادہ بھاگنے کا ہے۔ اُسے وہاں سے طلب کیا۔ اور قتل کا سامان اس طرح تیار کیا۔ کہ مراد بخش کو دکن سے چلتے

وقت ایک خدمتگار پر سازش کا شبہ ہوا تھا - اور اظہاروں کے وقت اُس نے بہت گستاخی سے جواب و سوال کئے تھے - چونکہ میدان جنگ کا سامنا تھا - اور موقع نازک تھا - اس لئے اُسے مروا ڈالا تھا - اب اُس کا بیٹا دربار میں مدعی بن کر پیش ہوا - چنانچہ بادشاہ عادل نے اُس نامراد بھائی کو گوالیار سے بلا لیا - اور قصاص کے حکم سے اطلاع بھیجی + اُس نے جواب میں کہلا بھیجا - کہ مرنے سے میں نہیں ڈرتا - مگر جس وقت قتل کا حکم دیا تھا - تو میں حاکم با اختیار تھا - بلکہ تم نے بھی مجھے بادشاہ مانا ہوا تھا - اور حاکم با اختیار اپنی مسند حکومت پر جو حکم تجویز کرے - اگر اُس کی رائے درست ہے تو درگاہ الٰہی میں دو ثوابوں کا مستحق ہے - اور اگر خطا پر ہے - تو ایک ثواب کا - حاکم پر کسی شرع اور قانون میں اس طرح قصاص مجرمانہ نہیں آتا + اورنگ زیبی عدالت میں یہ عذر بے جا منظور ہو کر حکم قتل کا جاری ہوا - اور وہ نامراد نوجوان اپنے نامہربان بھائی کے حکم سے مارا گیا +

شجاع نے اگرچہ بہت دفعہ شجاعت دکھائی - مگر ہر دفعہ شکست کھائی - جب اورنگ زیبی فوج برابر دھاوے چلی گئی - اور کسی طرح پیچھا نہ چھوڑا - تو ناچار ہٹتا گھٹتا اراکان کے راجہ کے پاس چلا گیا - اور وہاں جا کر مفقود الخبر ہو گیا +

عالمگیر کا لشکر دکن پر جاتا ہے

ملک دکن کے اضلاع اکبر کے عہد میں بھی خراج دینے

لگے تھے - شاہجہاں نے اپنی حکومت کو ان میں زیادہ تنر دور
دیا تھا - اور خود عالمگیر ہی اُس وقت بھی فوج لے کر گیا
تھا - اب جو سب طرف سے خاطر جمع ہوئی اور دیکھا - کہ جواہرات
کی کانوں اور سمندر کی بندرگاہوں سے اس زرخیز ملک میں
روپے کی بڑی کثرت ہے - چاہا - کہ اپنی عالمگیری کو وہاں پورا
کرے - اس واسطے اس کے لینے کا ارادہ کیا + اگرچہ ریاستیں
وہاں اور بھی بڑی بڑی تھیں - مگر ابوالحسن تانا شاہ حیدر آباد
گولکنڈے کا حاکم بڑا صاحب اقتدار اور عالی دماغ بادشاہ
تھا - ساتھ اس کے خوش مزاجی اور نیک نیتی سے رعیّت
بھی اُسے نہایت عزیز رکھتی تھی + چونکہ بادشاہ مذکور عالمگیر
کے ساتھ بھی عہد و پیمان پر صدق دل سے قائم تھا - اس
لئے سر دست کچھ بہانہ ہاتھ نہ آیا - آخر ایک جہاں نثار
خاص کو روانہ کیا - اور پیغام یہ بھیجا - کہ سنا ہے - ایک
الماس نہایت نایاب تمہارے جواہر خانے میں ہے - وہ
بادشاہی جواہر خانے میں داخل کر دو + امیر مذکور کو
خلوت میں یہ بھی سمجھا دیا - کہ غرض اس وکالت سے فقط
لڑائی کا بہانہ پیدا کرنا ہے - اس لئے تمہیں بھیجا جاتا ہے
کہ تانا شاہ کی ہر ایک بات پر نظر رکھنا - اور جس طرح ہو
تکرار کے بڑھانے میں کوشش کرنا - بلکہ اس طرح بیباکی اور
گستاخی کی باتیں کرنا - جن کا تانا شاہ متحمل نہ ہو سکے - اور
کسی طرح لڑائی کے لئے ایک سبب معقول پیدا ہو جائے + امیر
مذکور وہاں گیا - تو تانا شاہ نے نہایت تعظیم و تکریم سے استقبال
کیا - اور بڑی دھوم سے مہانداری کی + جب اُس نے الماس

باب میں کہا - تو اپنے جواہر خانے کے داروغہ کو بلا کر تمام جواہرات مع فرد کے سامنے رکھ دئے - بلکہ قسمیہ کہا - کہ ان جواہرات کے سوا میرے پاس کوئی اور الماس نہیں ہے - اور جو کچھ یہاں ہے - بندگان عالی کا مال ہے - انہیں دیکھ کر جو اعلےٰ سے اعلےٰ رقم ہو - وہ لے لو - چنانچہ ایک قطعہ الماس اُس نے لے لیا - مگر جب تک وہاں رہا - کوئی موقع بگاڑ کا نہ ہاتھ آیا + چونکہ وکالت کی اصل خدمت یہی تھی - اس نے سر دربار سخت سخت کلام کرنے شروع کئے - پھر بھی تاناشاہ ایسے معقول جواب دیتا تھا - کہ یہ بند ہو جاتا تھا - اور کوئی بات ایسی نہ ہوتی تھی - جس پر گرفت کر سکے - چنانچہ ایک دن تاناشاہ نے اثنائے تقریر میں کہا - کہ اگرچہ ہم بھی بادشاہ ہیں - مگر اپنے تئیں عالمگیر بادشاہ کے نوکروں میں جانتے ہیں + امیر مذکور نے بگڑ کر کہا - کہ عالمگیر بادشاہ کے نام کے ساتھ اپنے لئے بادشاہی کا نام لینا آپ کو نہیں چاہئے - ابوالحسن نے ہنس کر کہا - کہ نہیں - تمہاری غلطی ہے - اگر ہم بادشاہ نہ ہونگے - تو عالمگیر کو شہنشاہ کون کہیگا + آخر باوجود ان سب باتوں کے شہنشاہ ہوس پناہ نے فوج کشی کے سامان کر دئے لیکن اب اکبر کے آئین اور جہانگیر کی خوش مستیوں نے عہد شاہجہاں کے امن و امان میں پرورش پا کر عجیب و غریب رنگ پیدا کئے تھے - یعنی سلطنت کی شان و شوکت کے ساتھ فوج کا بھی ڈھنگ بدل گیا تھا - چنانچہ جب دیکھنے والے انہیں دیکھ کر تیموری اور بابری سواروں کا اور ان کی یلغاروں کا خیال کرتے تھے - تو تعجب آتا تھا - لشکر کے ادنےٰ ادنےٰ

رسالہ دار کا یہ عالم تھا۔ کہ اُس کے ساتھ رسالہ ایک دولہا کی برات معلوم ہوتی تھی۔ خیال کرنا چاہئے۔ کہ ایک ایک شاہزادے کا اور خود بادشاہ کی سواری کا کیا عالم ہوگا! غرض۔ لشکر شاہی نے نشان چڑھایا۔ اور دکن کو روانہ ہؤا۔ سب سے پہلے ایک ہاتھی پر علم اژدہا پیکر پیچھے اس کے ہاتھیوں پر ہندوستان کا ماہی مراتب۔ اپنی ولایت کے طوغ و علم۔ برنجی اور فولادی نقارے اور دمامے۔ بعد ان کے ہزاروں ہاتھی۔ ہودج۔ عماری سے سجے۔ سونڈوں میں فولادی زنجیریں لئے۔ گلے میں ہیکلیں پیشانیاں شام شفق کی طرح رنگین۔ اس پر سنہری روپہلی ڈھالیں زربفت کی جھولیں پاؤں تک لٹکتی۔ کسی پر ہودج۔ کسی پر عماری۔ ریشمی اور کلابتونی رسّوں سے کسی۔ گردنوں پر مہاوت جن کے گلے میں زربفت کی کرتیاں سر پر جوڑے دار پگڑیاں کمریں کٹار۔ ایک ہاتھ میں گجباگ۔ ایک میں آنکس۔ جھومتے جھامتے چلے جاتے تھے + آگے پیچھے چرکٹے۔ سانٹے مار۔ بھالے بردار۔ برچھیت۔ باندار۔ فیتلے سلگاتے بھاگے جاتے تھے +

پھر ہزاروں سواروں کے پرے۔ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبے۔ بہادر نوجوان ترک بچے۔ افغان۔ حبشی۔ راجپوت دو دو تلواریں باندھے۔ فولادی خود سروں پر دھرے۔ کمریں قرولی اور کٹار۔ پشت پر گینڈے کی ڈھال۔ چار آئینے سجے۔ کہنیوں تک دستانے چڑھے۔ ہاتھ میں سات گز کا برچھا۔ نگاہوں سے خون ٹپکتا۔ موچھوں کو تاؤ دیتے۔ گھوڑے اڑاتے چلے جاتے تھے + پھر ہزاروں سانڈنیاں خوش رفتار۔ کہ جن کے سو سو کوس کے دم۔ اُن پر بانکے راجپوت لال پگڑیاں باندھے۔ زرد

انگرکھے پہنے - آبی بانات کے پاجامے چڑھائے - ہتھیار لگائے - مہاریں اُٹھائے + جب یہ گذر گئے - تو سواری کے خاص خاصے نظر آئے - عربی - ترکی - عراقی - یمنی کاٹھیاواڑ کے دکنی - چاندی سونے کے بھاری بھاری ساز - کسی پر جڑاؤ زین دھرا - کسی پر چارجامہ کسا - قجریاں اور پاکھریں پٹھوں پر پڑیں - جن میں تانم و سمور کی جھالر - کلابتوں کے پھندنے - گلے میں مراگاے کی چوریاں - لٹکتیں - سر پر کلغیاں طلائی اور نقرئی ریشمی باگ ڈوریں سائیسوں کے ہاتھوں میں اٹکیل کرتے اور چوکڑیاں بھرتے جاتے تھے + ان کے بعد - عربی - رومی - تاتاری - فرنگی - ہندی باجے - نقیبوں اور چوبداروں کے آوازے - دلے کی چوٹ کے ساتھ کرکیتوں کے کڑکوں کا وہ سماں بندھا ہوا کہ بزدلوں کے دلوں میں لہو جوش مارنے لگے + ان کے بعد احدیوں اور خواصوں کا انبوہ - کندھوں پر بندوقیں جن پر بانات کے غلاف + پھر خاص برداروں کا غول - سروں پر کشمیری عمامیں بندھی - کمخواب کے انگرکھے - زربفت کی نیمہ آستینیں پہنے - گجراتی مشروع کے گھٹنے چڑھائے - اصفہانی تلواریں سونتے - جمع تیغے ہاتھ میں - سنہری روپہلی میان کمر میں + ان کے بعد سقوں کا غول آیا - کہ چھڑکاؤ سے روئے زمین کو ترو تازہ کر دیا + غلام اور خواجہ سرا انگیٹھیاں اور عود سوز لئے خوشبوؤں سے دماغ معطر کرتے چلے گئے + پھر ارکان دربار کے جھمگٹے - بیچ میں شاہ خورشید کلاہ - سفید داڑھی - بڑھاپے کا نور منہ پر - ہوادار میں سوار - ساتھ ایک خاصے کا گھوڑا - پیچھے سونے کی عماری ہاتھی پر دھری - جریب کا پیمانہ

اور کوس کا پیا پڑتا چلا جاتا تھا - سواری سے کوس بھر پیچھے سینکڑوں ہاتھی مست جنگی دیو زاد کی صورت - مستکوں پر فولادی ڈھالیں - ایک کالی گھٹا چلی آتی تھی - کہ جس سے بجائے پانی کے مستی ٹپکتی تھی + پیچھے چیتوں کے چھکڑے - آنکھوں پر زردوزی دیدہ بند - کمریں کمخوابی اور ریشمی حلقے پڑے - ساتھ ہی شکاری کتے - تازی - ولایتی - بودار - بلڈوگ کہ شیر کا سامنا کریں - اور پلنگ سے منہ نہ پھیریں - پیچھے کوسوں تک شاہزادوں اور ارکان دولت کے لشکر - راجوں اور مہاراجوں کی فوجیں پیادوں کے غول اور سواروں کے رسالے - رنگا رنگ کے نشان - جدا جدا پھریرے اڑاتے چلے آتے تھے - بھیڑ و بھڑکا کا تانتا لگا تھا - کہ جس کا صبح سے شام تک خاتمہ نہ تھا +

غرض[1] کہ شاہ فتح نصیب نے پہلے شاہزادوں کو روانہ کیا + انہوں نے جا کر سرحد کے قلعوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی - اور بیجاپور اور حیدر آباد پر بھی فوجیں گئیں + دکنی جوان ایک ایک قلعے اور گڑھی پر ایسے جان توڑ توڑ کر مٹے - کہ بادشاہی سپاہ کے جی چھوٹ چھوٹ گئے - اور اورنگ زیبی تدبیریں اور اُن کے جاسوسوں کی تحریریں کچھ کام نہ کر سکیں - یہ باہر کے بہتیرے بندوبست کرتے - مگر وہ بہادرانہ گلوں اور دلاورانہ مقابلوں سے ایسی ایسی زکیں دیتے - کہ بادشاہ کے قدیمی جاں نثار اور بڑے بڑے سپہدار ندامت پر ندامت اُٹھاتے - آخر محاصرے سے تنگ ہو کر حاکم بیجاپور نے اطاعت اختیار کی اور حیدر آباد اور گولکنڈے کی نوبت آئی - عالمگیر عقل و تدبیر میں سکندر کو اور

[1] یہ حالات سیرالمتاخرین اور خافی خاں کی تاریخ سے لئے گئے +

شجاعت میں رستم و اسفندیار کو خاطر میں نہ لاتے تھے - اور اخبار نویسوں کے بھروسے پر یہ سمجھے ہوئے تھے - کہ کوئی بات مجھ سے مخفی نہیں + چنانچہ کسی سردار پر بزدلی کا الزام - کسی امیر پر بے لیاقتی کا جرم قائم کیا - بلکہ جن نمک حلالوں نے حد سے زیادہ جاں نثاریاں کی تھیں - اُن ہی کو سازش کی تہمتیں لگائیں - انتہا یہ - کہ ولیعہد سلطنت کو مع اس کی بی بی کے ادنے گنہگاروں کی طرح قید کیا - غسل و حجامت تک بند کردی زیور اور ضروری اسباب سب چھین لیا + اور اس میں بھی شک نہیں - کہ طرف ثانی آخر مسلمان تھے - اور چونکہ یہ لڑائی بادشاہ نے فقط شوق طبیعت اور وسعت سلطنت کے اشتیاق میں اُٹھائی تھی - اس میں لاکھوں مسلمانوں کا خون ناحق بہنا کسی کو بھلا نہ معلوم ہوتا تھا + غرض بادشاہی لشکر اور سلطنت کے سامان کے سامنے ایک صوبے کی کیا بساط ہے! برسوں کا طول کھچ گیا - چنانچہ اس عرصے میں بعض قلعے فتح ہوئے - بعض کے محاصرے سالہا سال تک قائم رہے - آخر خود بدولت پہنچے - اور تدبیروں کے جال پھیلانے شروع کردئے + چونکہ لڑائی میں ایسے کام کرنے کچھ فریب نہیں - بلکہ سپاہیانہ پیچ ہیں - اس لئے سازش کے سلسلے دوڑا کر ابوالحسن کے نوکروں کو توڑنا شروع کیا + بہت سے اُدھر کے بیوفا اِدھر آ گئے - شاہِ مصلحت پناہ نے اُن کے دل بڑھانے اور درجے چڑھانے کے لئے اپنے پنجہزاری اور ہفت ہزاری منصب داروں کو موقوف کیا - اور موروثی کاردار بیکار کردئے + غرض انواع و اقسام کی تدبیریں اور رنگا رنگ کی تجویزیں ہوتی تھیں - لیکن چونکہ حق دار

کا نخی بھی قوی زور رکھتا ہے - اس لیے فتح کی صورت نہ دکھائی دیتی تھی - بلکہ ہر بات میں ندامت حاصل ہوتی تھی ٭

ایک دفعہ بہت سے مشورے اور گفتگو کے بعد یہ ٹھیری - کہ خان فیروز جنگ جو ان دنوں میں بڑی چلتی تلوار نکلا تھا رات کو شبخون کرے - اور کمندیں ڈال کر قلعے پر چڑھ جائے - چنانچہ وہ ایک شب بڑے بڑے جانباز سپاہیوں کو ساتھ لیکر رات بھر اندھیری رات کی چادر میں چھپا رہا - صبح ہوتے کمندیں اور زینے لگا دئے - اور جب سپاہی اُن پر چڑھنے لگے - تو حاجی محراب مقرب خاص کہ اکثر معاملوں میں خفیہ نگہداشت اس کا کام تھا - ان کی کارگزاری دیکھنے کے لئے کہیں لگا ہوا تھا وہ اسی وقت دوڑا ہوا آیا - بادشاہ ابھی سجادے پر تھے - کہ دور ہی سے مجرے سلام مبارکباد کے کرنے لگا - یعنی فوج قلعے پر چڑھ گئی ٭ بادشاہ بھی باوجود اپنی تمکنت و وقار کے خوشی کے مارے اُٹھ کھڑے ہوئے - اور اشارہ کیا کہ ہوں یعنی فتح کے شادیانے کیوں نہیں بجاتے ؟ ساتھ ہی پوشاک پہن کر سواری منگائی - اور خود تماشا دیکھنے کو تیار ہوئے ٭ تمام آس پاس کے لوگ آنے لگے - اور آداب و تسلیمات بجا لاکر مبارکبادیں دیتے تھے - اتنے میں خبر آئی - کہ منصوبہ الٹا پڑا - اور جاں نثاروں کو بڑی چشم زخم پہنچی ٭ صورت یہ ہوئی - کہ برجوں کے پہرہ دار ان کی آہٹ سن کر ہوشیار ہو گئے - مگر دغا باز چپکے بیٹھے رہے بلکہ ہتھیار لگائے - اور لوہے کے پنجے ہاتھوں پر چڑھائے - جوں ہی نیچے والوں نے فصیل سے سر نکالا - انھوں نے پہلے ہی وار میں پگڑیاں اور خود اُڑا لیے - بعد اس کے سر کھسوٹ اور منہ نوچ نوچکر

اس طرح دھکیلا - کہ اوپر والوں نے اپنے نیچے والوں کو لیتے ہوئے
زمین پر آکر دم لیا - جو زندہ رہے - خراب خستہ لوٹتے پیٹتے
ڈیروں میں آئے - مگر ایک کی صورت نہ پہچانی جاتی تھی + بادشاہ
کے نمک حلال اخبار نویس اور معتبر جاسوس جن پر کل کاروبار
کا مدار تھا - انہوں نے اس حملے کے بگڑ جانے کی اصل دریافت
کرکے حق نمک ادا کیا - اور لکھا - کہ دلیروں کی دلیری میں تو کچھ
شک و شبہ نہیں - مگر حقیقت میں فصیل پر ایک کتا بیٹھا تھا -
وہ ناپاک ان کی آہٹ سن کر بھونکنے لگا - کہ پہرے دار جاگ
اُٹھے - نہیں تو آج قلعے کے فتح ہو جانے میں کچھ باقی نہ تھا -
چنانچہ ابوالحسن اُس کتے کی نمک حلالی سے بہت خوش ہوا ہے -
سونے کی ہنسلی اور زنجیر گلے میں پہنا کر زربفت کی جھول کا
خلعت دیا ہے - اور وہ منصب و خطاب عطا کیا ہے - کہ تمام
منصبدار اس سے رشک کرنے لگے ہیں - چونکہ ایسی ہی خبریں
حضور میں تدبیر سلطنت کے راز سمجھی جاتی تھیں - اس لئے شاہ
باتدبیر نے بھی اخبار نویس کو خوشنودیٔ مزاج کا پروانہ لکھا +
ایک دن بہت مینہ برسا - قلعے کی فوج اسی عالم میں نکلی
اور اس دلاوری سے حملے کئے - کہ مورچالوں کے دھوئیں اُڑا دئے
اور بارہ نامور منصبداروں کو پکڑ کر لے گئے + تاناشاہ نے کئی
دن انہیں مہمان رکھا - اور غلے اور رسد کے سامان جو انبار در
انبار بھرے پڑے تھے - سب دکھلائے - بعد اس کے خلعت
دے کر رخصت کیا - اور بادشاہ کے لئے عرضی بھی دی + خلاصہ
اُس کا یہ تھا - کہ اختیار یا بے اختیاری سے جو کچھ خطا ہوئی
فدوی اس کی سزا کو پہنچا - اب امیدوار معافی کا ہوں - اور قلعے

کا حال یہ ہے ۔کہ اگر حضور نے فتح کیا ۔ تو آخر یہ پامال ملک کسی جاں نثار کو عطا کر کے تشریف لے جائینگے ۔ وہ جاں نثار آپ فدوی ہی کو تصور فرمائیں + حضور پر روشن ہے ۔ کہ لشکر منصور کے اس قدر قیام کرنے سے یہ ملک آشیانۂ چغد و بوم سے بدتر ہوگیا ہے ۔ جس کو آپ مقرر کرینگے ۔ وہ اپنے اور اپنے منصبداروں اور فوج اور دفتر کے لئے سالہا سال تک یہاں کی آمدنی کے علاوہ لاکھوں روپے خزانۂ شاہی سے لیگا ۔ میں اپنا خراج معمولی بدستور دیتا رہونگا ۔ اور اس کے علاوہ جب آپ تشریف لائیں ۔ تو ہر کوس پر لاکھ روپے داخل کرونگا ۔بلکہ جتنی دفعہ کہ اب تک حضور مورچے پر آئے اور گئے ۔ یا ادھر کی سمت کو قدم رنجہ فرمایا ہے ۔ اس کے شکریے میں معمولی نذرانہ الگ حاضر کرونگا ۔ یہ سب باتیں فقط اس لئے ہیں ۔کہ طرفین کے مسلمان اور بندگان خدا ناحق نہ مارے جائیں ۔ اور حضور کی سپاہ کے لوگ جو برسوں سے گھر کو ترس گئے ہیں ۔ یہ عیال و اطفال کی جدائی کا رنج نہ اٹھائیں + اگر یہ عرض بھی قبول نہ ہو ۔ تو اتنی اجازت ضرور ہو ۔ کہ پانچ چھ لاکھ من غلہ جو جلال غلام نمک حلال حضور کا خود دیکھ گیا ہے ۔ وہ لدوا کر بھیج دوں ۔ کیونکہ سنتا ہوں ۔کہ حضور کے لشکر میں رسد کی طرف سے بڑی تکلیف ہے +

تمام لشکر جو کئی برس سے یہاں پڑا تھا ۔ اس مضمون کو سُن کر خوش ہوگیا ۔ اور تاناشاہ کی تعریفیں کرنے لگا ۔ مگر بادشاہ نے اس کا جواب کچھ نہ لکھا ۔ ہاں زبانی بہت سی باتیں کہیں + خلاصہ اُن کا یہ تھا ۔ کہ اگر فرمانبردار بنا ہے ۔ تو

دروازے کھول دے - کہ ہمارے آدمی جائیں - اور طوق و زنجیر پہنا کر لے آئیں - بلکہ برخلاف اس کے برار کے حاکم کے نام حکم بھیجا - کہ پچاس ہزار تھیلے ٹاٹ کے بھیج دو - کہ دوبارہ خندق کو بھر کر قلعے پر حملہ ہو - اہل فوج سن کر کہنے لگے - کہ کاش تانا شاہ کا پانچ لاکھ من غلہ آنے دیا ہوتا - کہ بھوکوں کی جانیں بچ جاتیں - اور تھیلے، خندق کے کام آتے +

لشکر کے دل شکستوں کے دل بڑھانے کے لیے ایک دن خود بدولت نے وضو کر کے نماز پڑھی اور سجادے پر بیٹھ کر پہلا تھیلا دست مبارک سے سیا - اپنے ہاتھ سے اس میں خاک بھری - اور حکم دیا - کہ پہلے اسے خندق میں ڈالیں - اور ساتھ ہی سرنگیں لگانی شروع کیں + چند روز کے بعد ایک دن رپٹ گزری - کہ سرنگیں تیار ہوگئیں - اور بارود فتیلے سب درست ہیں - اسی وقت حکم پہنچا - کہ بہیر انداز کے لوگ رات کو قلعے کے پیچھے جا کر چھپ جائیں - اور صبح ہوتے خوب دیرانہ غل مچائیں - تاکہ قلعے والے ادھر نظریں لگا رکھیں - اور یہاں سرنگوں کو آگ دکھائی جائے + چنانچہ اسی وقت حکم کی تعمیل ہوئی - اور دوسری طرف کو تمام فوج ہتھیار سجا کر حملے کو تیار کھڑی ہوگئی - مگر جب فتیلوں کو آگ دی تو سرنگ باہر کی طرف اڑ کر رہ گئی - اور مصیبت یہ ہوئی - کہ جو خاک پتھر اڑے - وہ ادھر ہی آئے - چنانچہ لشکر منصور کے صدہا بہادر اور نامی منصبدار ضائع ہوگئے + آخر بادشاہی جاسوسوں نے پھر حق نمک ادا کیا - اور سراغ نکالا - کہ قلعے والوں

کو خبر ہوگئی تھی - وہی چوتھے اندر سے سرنگیں توڑ کر بارود تک چرا لے گئے - اور نہر کاٹ کر پانی ادھر توڑ دیا - چنانچہ باہر کا حصّہ جتنا باقی تھا - وہ اُڑ گیا - یہی سبب تھا - کہ سیلاب اس کا ادھر ہی زور کرکے آیا - اور لشکر کے بہادروں کو تباہ کیا ۔ یہاں بادشاہی مورچوں کے لوگ قلعے کی دیوار کی طرف حیران دیکھ رہے تھے - کہ کب گرے - اور ہم آگے بڑھیں - اندر سے قلعے کی فوج دفعتًہ آن گری - اور مار مار کر مورچوں میں ایک قیامت برپا کردی - آخر بہت سی جانیں دیں - اور ان سینہ زوروں سے پیچھا چھڑایا ۔ ادھر تو ابھی مردوں اور مجروحوں کو سنبھال رہے تھے - کہ دوسرے سردار نے اپنی نقب کو آگ دیدی - وہاں بھی دغا باز اپنا کام کر گئے تھے - وہ نقب جس قدر اُڑی - اُس سے بھی آفت بری - اور پہلے سے بھی دو چند بہادروں کا خون ہوا - یہ حال سن کر قہر بادشاہی کے دریا میں طوفان آیا - اور خود ہوادار[1] پر سوار ہوکر مورچے پر آئے اور دمدمے کا حکم دیا ۔ بے ادب گستاخوں نے بادشاہ کا بھی خیال نہ کیا - ایسی توپیں ماریں - کہ کئی گولے چتر شاہی پر تصدق ہوئے - اور کئی پاؤں میں گرے - برابر سے ایک خواص کا ہاتھ اُڑ گیا - اس پر بھی شاہ مستقل مزاج شوق فتح میں برابر حملے کا حکم دئے جاتا تھا - مگر غضب یہ ہوا - کہ باران بے محل آسمان سے نازل ہوا - اُس نے سارا کام مٹی کر دیا - کہ توپ و بندوق سے لیکر کمان تک بیکار ہوگئی - وہ دمدمے جو لاکھوں روپے اور ہزاروں آدمی کی جانفشانی سے تیار ہوئے تھے سب بیٹھ

[1] ایک شاہانہ سواری کا نام ہے ۔

گئے۔ اور جو گھیلا حضور نے بعد نماز کے باوضو بیا تھا۔ وہ بھی پھ گیا ✦ سوارئ خاصہ کا ایک ہاتھی۔ کہ مبصروں نے چالیس ہزار روپے اُس کی قیمت آنکی ہوئی تھی۔ وہ بھی ساتھ تھا۔ گولا کھاکر بھاگا۔ اور کیچڑ میں پاؤں پھسل کر حضور کے سر پر قربان ہوا۔ اتنے میں قلعے والے باغی پھر شیر ہو کر اندر سے نکلے حضور فوج کو سنبھال کر نہایت شجاعت اور کمال احتیاط سے پیچھے ہٹے۔ مگر انہوں نے دمدموں پر آ توپیں اور بہت سامان جو ہزار مشکل سے وہاں تک پہنچا تھا۔ آسان لے لیا۔ اور خاطر جمع سے قلعے میں چلے گئے ✦ توپیں جو چل سکیں۔ وہ لیں۔ باقی میں میخیں مار گئے ✦ دوسرے دن پھر حضور سوار ہوئے۔ اور بہادر حملے کے لئے تیار ہوئے ✦

ایسی ایسی باتوں سے جب بادشاہ بہت تنگ ہوئے۔ تو ابوالحسن تانا شاہ کی عملداری کی خلاف شرع باتوں سے ناراض ہوکر حیدرآباد کا نام دارالجہاد رکھا۔ اور جنگ دین کی نیت سے لڑائی شروع کی۔ مگر اپنے لشکر اسلام کے لوگ ایسے بد اعتقاد تھے۔ کہ خلیفۃ اللہ کے فتوے پر ذرا خیال نہ کرتے تھے ۔ بلکہ جہاد تو درکنار لڑنا گناہِ محض سمجھتے تھے۔ جو اُدھر کے لوگ اِدھر ٹوٹ کر آتے تھے۔ اور انہیں تالیف قلوب کے لئے عہدے ملتے تھے۔ اُسے اپنی حق تلفی سمجھتے۔ اور جو قحط اور بے سامانی اور اہل و عیال کی جدائیوں سے تکلیفیں ہوتی تھیں۔ انہیں بادشاہ کی بے تدبیری کہتے تھے۔ اور جب اپنی جاں فشانی اور حملے میں ناکام ہوتے۔ تو بادشاہ کی بدنیتی خیال کرتے تھے۔ اگر بادشاہ سازش کی احتیاط کرکے اُن کا عہدہ گھٹاتا۔ تو باوجودیکہ خانہ زاد قدیم

تھے - پھر بھی بُرا مانتے تھے - اور آپس میں شکایتیں کرتے تھے - بلکہ اس کی بد تدبیروں پر مل مل کر ہنستے تھے - مگر اس پر بھی خود بادشاہ اور اس کے سردار باوفا تدبیر کے رستے میں بال بھر بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے - چنانچہ اور سامان جنگ کے ساتھ عاملوں اور ساحروں کے عمل بھی کام میں آتے تھے +

ایک قلعے کو فوج شاہی گھیرے ہوئے پڑی تھی - کوئی مکار عامل بن کر لشکر شاہی میں آیا - اور تسخیر کواکب کے دعوے سے قلعے کے فتح کروا دینے کا بیڑا اُٹھایا - سپہ اور سپہ سالار بھوکوں کے مارے تنگ آ گئے تھے - سب نے غنیمت سمجھا - اور اس کی طرف رجوع کی + اس نے عجیب عجیب پاکھنڈ باندھے - اور بڑے بڑے دعوے کئے - بموجب اس کے کہنے کے مورچے کے پاس ایک بڑا کٹ گھڑ تیار ہوا - اور اس منتفنی نے ایک موٹا روئی دار دگلہ اور ریشم کا بھرا ہوا چلتا پہنا - اس پر ربڑ کا لبادہ اوڑھا - اور ایک زنجیر طلائی - کہ وزن میں سوا دو سیر سے کم نہ تھی - ہاتھ میں لیکر بڑے گھمنڈ سے کھڑا ہوا - چند الفاظ بے معنی منتر کے طور پر پڑھنے شروع کئے - اور کہ دیا - کہ جس وقت ہم اشارہ کریں - اُسی وقت حملہ کر دینا + اگرچہ اس جعلساز نے تیر و تفنگ کا بندوبست پکا کر لیا تھا - مگر کوئی ٹھنڈا گولا یا پتھر ایسا آکر لگا - کہ خود کٹ گھڑے سے گرا اور گرتے ہی ٹھنڈا ہو گیا + آخر دو تین دن کے بعد فتح سے نا امید ہو کر محاصرہ اُٹھا لیا - چنانچہ سب سردار لباس بدل بدل کر چلے - اور چلتے ہوئے کسی نے جل کر اس کٹ گھڑ کو بھی آگ لگا دی + قلعے والے پیچھے دوڑے اور چلانے لگے - کہ اپنے کٹ گھڑ کو تو جل لینے دو - اس

کی راکھ منہ پر مل کے جانا ۔ کہ اچھی طرح صورت بدل جائے +
یہ سب باتیں تو تھیں ۔ مگر بادشاہِ باتدبیر نے جو خفیہ سازشوں کی سرنگیں لگائی تھیں ۔ وہ سب سے زیادہ کارگر ہوئیں ۔ فی الحقیقت ایسے مرد آزمائی کے وقت میں راہ رفاقت پر ثابت قدم رہنا بڑے مردوں کا کام ہے ۔ چنانچہ بہت سے نامرد بیوفا اپنے ولی نعمت کو چھوڑ کر ادھر سے ادھر آن ملے ۔ اور چونکہ وہ اس ملک کے حالات اور سلطنت کے معاملات سے بخوبی واقف تھے ۔ اس لئے تانا شاہ کو کہ بے یار و مددگار دشمن کے منہ کا شکار رہ گیا تھا ۔ بالکل ضعیف کر دیا ۔ باوجود اس کے وہ استقلال کی تصویر اپنی جگہ سے نہ ہلی ۔ اور بادشاہ نمک حلال اس کے اس طرح لڑتے اور جانیں فدا کرتے رہے ۔ کہ جانبازی اور جانفشانی قیامت تک اُن کے نام کی قسم کھایا کریگی ۔ مگر ساری مہم کا خون ایک شریر بیوفا کی گردن پر ہوا ۔ یعنی قلعے میں ایک دروازے پر کسی افغان سردار کے ماتحت فوج تھی ۔ وہ بیوفا مل گیا ۔ اور آقا کا گھر بگاڑ کر آخرت کا عذاب اپنی گردن پر لیا ۔ چنانچہ دن کو بڑے زور سے لڑائی ہوئی ۔ اور دن بھر اہل قلعہ نے اس زور و شور سے فوج شاہی کے حملوں کو دفع کیا ۔ کہ سب کے منہ پھر پھر گئے ۔ شام کو طرفین کے بہادر اپنی اپنی خیمہ گاہوں کو پھرے اس وقت محمد اعظم عزیز فرزند بادشاہ کا اور کئی عمدہ سپہ سالار فوجیں لیکر اسی دروازے کی طرف پہنچے ۔ جدھر افغان مذکور کا مورچہ تھا ۔ چنانچہ اُس بیوفا نے چپکے سے دروازہ کھول دیا ۔ فصیلوں میں بھی جابجا سوراخ ہو گئے تھے ۔ تمام فوج شاہی سیلاب کی طرح قلعے میں گھس گئی ۔ اور دفعتہً ایک غل اُٹھا ۔ کہ تمام قلعے

ہیں، ہل چل پڑ گئی ۔ جو جانثار تمام دن توپ و تفنگ سے سینہ بسینہ رہے تھے۔ پھر دوڑے۔ اور باقی رات اس طرح کی تلواریں مار مار کر کاٹی۔ کہ وفاداری کے چہرے گلزار اور جان نثاری کے پھول شاداب ہو گئے ۔ غرض جب صبح نے رات کا گریبان چاک کیا۔ اور تاروں نے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر دامن سحر میں منہ چھپایا۔ تو فتحیابوں نے اور بھی زور دیا۔ اور تانا شاہ کو موت سامنے دکھائی دی۔ ساتھ ہی حرم سرا سے فریاد وزاری کا غل اُٹھا۔ اُس وقت دیوان خاص سے اُٹھ کر گھر میں گیا۔ در و دیوار پہ اداسی اور سوگواری برس رہی تھی۔ ہر طرف نظر حسرت سے دیکھا۔ ہر ایک کو سامنے بلا کر تشفی اور دلاسا دیا۔ اور ایک ایک سے حق بخشوا کر رخصت ہؤا ۔ بعد اس کے باہر آیا۔ اور اُسی صبر و وقار سے مسند پر بیٹھ گیا ۔ خبردار نے خبر دی۔ کہ چند سردار فوج عالمگیری کے شاہزادے کے دربار سے اس طرف رخصت ہوئے ہیں۔ چونکہ اُس کے کھانے کا بھی وقت تھا۔ اس واسطے بموجب معمول کے بکاول، کو حکم بھیجا۔ اور بن بلائے مہمانوں کے انتظار میں توقف کیا۔ باوجود اس کے چہرے پر وہی بشاشت تھی۔ اور تیوری پر بل تک نہ تھا۔ اتنے میں سرداران مذکور ہتھیار سجے ننگی تلواریں ہاتھوں میں لئے پہنچے ۔ اس صاحب اخلاق نے خود سلام علیک میں سبقت کی۔ پھر بھی تانا شاہ تھا۔ بادشاہی آن تان کو نہ چھوڑا۔ یعنی ہاتھ سر پر نہ رکھا۔ مگر نہایت گرمجوشی اور تپاک سے اور آداب ریاست کے لحاظ سے بات کی ۔ اس کی نیک نیتی نے ایسا رعب ڈالا۔ کہ وہ بھی کچھ نہ کہ سکے۔ اور آکر خاموش بیٹھ گئے ۔ اتنے میں روز روشن ہو گیا تھا۔ بکاول

نے عرض کی - کہ خاصہ تیار ہے - تب اُن سے اجازت چاہی - اور انہیں بھی چلنے کے لئے کہا - اگرچہ کیمپ عالمگیری نمکخوار اجازت کے روا دار نہ تھے - مگر کچھ انسانیت کے نمک پروردہ بھی ان میں تھے - چنانچہ اُنہوں نے اشارہ کیا - کہ جو کچھ ہونا تھا - وہ ہو چکا - ایسی ادنےٰ بات پر حکومت جتانی تنگ ظرفی معلوم ہوگی - چنانچہ کھانے کی اجازت دی - اور خود بھی شریک ہوئے + ایک سردار نے طعن سے کہا - کہ یہ کیا وقت کھانے کا ہے ؟ نانا شاہ نے نہایت بے تکلفی سے کہا - کہ ہاں میں اسی وقت کھانا کھایا کرتا ہوں + اُس نے کہا کہ یہ تو میں جانتا ہوں - مگر اس حال میں آپ کا جی کھانے کو کیونکر چاہتا ہے ؟ جواب دیا - کہ البتہ علے العموم تو لوگوں کا یہی حال اور خیال ہے - مگر انسان کو خدا پر بھی نظر رکھنی چاہیئے - جو شاہ و گدا دونو کا خالق ہے - باپ دادا نے نہایت فارغ البالی سے عمر گذاری - میں نے چند روز نہایت فقیری و تنگدستی اُٹھائی - پھر خدا کی عنایت ہوئی - تو اس بے مقدار کو اس درجے پہ پہنچا دیا - کہ جس کا وہم و گمان بھی نہ تھا - یعنی ایک دم میں بادشاہ ہو گیا - الحمد للہ کہ اب کوئی آرزو باقی نہیں - لاکھوں حاصل کیئے - اور لاکھوں ہی دیئے - عالم سلطنت میں جو ناشائستہ عمل ہوئے - اُن کی تنبیہ و تادیب کے لئے خداوندِ عالم نے بادشاہت لے لی - مگر الحمد للہ کہ استقلال اور اختیار کا سررشتہ اُسی طرح میرے ہاتھ میں رکھا ہے + غرض کھانا کھا کر پھر آیا - آپ پان کھایا - اوروں کو کھلایا - عطر لگایا - اور اُسی آن وبان دل کے اطمینان سے سوار ہو کر چلا - قلعے کے دروازے پر اعظم شاہ ایک مختصر خیمے میں بیٹھا تھا - اور دم دم کی خبریں پہنچ رہی

تھیں - اس کے پاس لے گئے + ملاقات کے وقت گلے سے
نایاب موتیوں کی ایک مالا اتار کر شاہزادے کو تحفے کے طور
پر دی - بعد اس کے دربار شاہی میں آیا - یہاں سوائے ذلّت
و خواری کے اور کیا توقع تھی - چنانچہ قید ہو کر دولت آباد
کے قلعے میں گیا - اور وہاں سے عالم بقا کو پہنچا +
عالمگیر دکن کے ملکوں کا انتظام کر رہا تھا - کہ بڑھاپے کے
سبب سے بیمار ہوا - جب وقت قریب آیا - تو ملک کو تین حصّوں
میں تقسیم کرکے تینوں بیٹوں کے لئے وصیت نامہ لکھ دیا - اور
آپ اس ملک فنا سے رخصت ہوا + عالمگیر کے بلند ارادے
اور مستحکم استقلال اکثر مواقع پر قابل تعجب تھے - چنانچہ اکبر کے
عہد سے یہ آئین مقرّر تھا - کہ بادشاہ ہفتے میں دو دفعہ ہاتھیوں
کی لڑائی کا تماشہ دیکھا کرتے تھے - شاہجہاں کے سامنے ایک دفعہ
دو مست ہاتھی لڑ رہے تھے - خود بادشاہ جھروکوں میں بیٹھے ہوئے
تھے - اور اکثر شاہزادے - اُمرا وغیرہ خاص و عام نیچے تماشا دیکھ
رہے تھے - عالمگیر کی چودہ برس کی عمر تھی - اور گھوڑے پر سوار
کھڑا تھا + اتفاقاً ایک ہاتھی بھاگا - اور جدھر یہ کھڑا تھا - ادھر
ہی آیا + سب بھاگ گئے - مگر یہ اُسی طرح اڑا رہا - اور جب
ہاتھی حملہ کرکے آیا - تو ایک برچھا کان میں مارا - کہ سر میں
غرق ہو گیا + ہاتھی نے چاہا - کہ گھوڑے کو سونڈ میں لپیٹ کر
دے مارے - گھوڑا اس طرح جھکا - کہ یہ پشت سے گرا - اور
پھر اُٹھ کر تلوار سونت ایک ہاتھ سونڈ پر مارا - اس عرصے
میں اور جاں نثار آ پہنچے - اور ہاتھی بھاگ گیا + بادشاہ نے
ہزاروں روپے تصدّق کئے - اور سمجھایا - کہ نور چشم ! ایسے

موقع پر اس طرح اڑنا نہیں چاہئے - ہٹ جانا چاہئے تھا - اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا - کہ غلام ہٹنے کو پیدا نہیں ہوا - اس استقلال نے سخت مزاجی کو پہنچکر یہاں تک نوبت پہنچائی - کہ غیر تو درکنار سگے بھائیوں کا وہ حال کیا - باپ کو ایسا قید کیا - کہ قیدِ زندگی سے چھوٹ کر اس کی قید سے چھوٹا - مشہور ہے - کہ عالمِ قید میں ایک دن باپ نے کہلا بھیجا - کہ خالی بیٹھے بیٹھے جی گھبراتا ہے چند لڑکے ہی بھیج دیا کرو - کہ انہیں سبق پڑھا کر دل بہلایا کروں عالمگیر نے سن کر کہا - کہ اب تک حکومت سے حضرت کا جی نہیں بھرا

عالمگیر کو ہر قسم کے لہو و لعب سے یہاں تک کہ شعر و سخن سے بھی بالکل رغبت نہ تھی - چنانچہ دیوان حافظ کا درس مکتبوں سے موقوف کروا دیا تھا + مگر باوجود اس کے گلستان اور دیوانِ حافظ ہر وقت سرہانے دھرا رہتا تھا + بعض مصاحبوں نے اس کا سبب پوچھا - جواب دیا - کہ لوگوں کی طبیعتیں خام ہیں - حافظ کے اصل معنی پر خیال نہیں کرتے - ناحق شراب گلگوں اور معشوق گل رخسار کے نام سن کر مست ہو جاتے ہیں - اس لئے انہیں اس کا دیکھنا جائز نہیں +

شاعروں کا بازار اس کے عہد میں سرد ہو گیا تھا - مگر دربار میں اکثر امیر بھی موزوں طبع اور عالی دماغ تھے - بعض دفعہ ایسے ایسے قصیدے کہہ کر لائے - کہ خود بھی محظوظ ہو کر مکرر اُن کے اشعار کو پڑھتا رہا - مگر جب وہ پڑھ چکے - تو ان سے فرمائش میں یہ کہا - کہ آئندہ ایسے بے فائدہ کام میں اوقات ضائع نہ کرنا - باوجود اس کے کبھی کبھی خود بھی شعر کہتا تھا چنانچہ اسی کا شعر ہے ؎

غمِ عالم فراوان است و من یک غنچہ دل دارم
چسان در شیشۂ ساعت کنم خاکِ بیاباں را

لطیفہ۔ حالتِ شہزادگی اور عالمِ نوجوانی میں ایک حرم سے محبت تھی۔ وہ قضائے الٰہی سے مر گئی۔ چنانچہ نہایت رنج ہوا۔ اور جی بہلانے کے لئے دوسرے دن شکار کو سوار ہوا ۔ جنگل میں جاکر جب خواص خدمتگار ادھر ادھر پھیل گئے۔ تو عاقل خاں نام ایک امیر نے چپکے سے عرض کی۔ کہ اس رنج و ملال میں شکار کی تکلیف فرمائی؟ آبدیدہ ہوکر یہ شعر پڑھا ؎

نالہائے کلبۂ احزاں تسلی بخش نیست ۔ در بیاباں میتواں فریاد خاطر خواہ کرد

عاقل خاں نے اپنا یہ شعر پڑھا ۔

عشق چہ آساں نمود آہ چہ دشوار بود ۔ ہجر چہ دشوار بود یار چہ آساں گرفت

یہ سن کر زار زار آنسو جاری ہو گئے۔ جب دل ٹھیرا۔ تو پوچھا۔ کہ یہ کس کا شعر ہے؟ اس نے عرض کی۔ ایسے شخص کا ہے۔ جو حضور کے سامنے اپنے تئیں شاعر نہیں کہہ سکتا۔ مسکرایا۔ اور کئی دفعہ پڑھوایا ۔

قدیم سے قاعدہ تھا۔ کہ جب بادشاہ تخت پر بیٹھتا تھا۔ تو سب شعرائے پایۂ تخت اس کا سکہ کہہ کر لاتے تھے۔ اور جس کا سکہ پسند آتا تھا۔ اسے ایک لاکھ روپیہ انعام ملتا تھا۔ ان کے لئے بھی لوگ سکے کہہ کہہ کر لائے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم نے بھی اپنا سکہ کہا ہے۔ تم سب دیکھو اور اپنی رائے ظاہر کرو۔ چنانچہ روپے کے لئے یہ ہے ؎

سکہ زد در جہاں چو بدر منیر ۔ شاہ اورنگ زیب عالمگیر

اور اشرفی پر ۔

سکہ زد در جہاں چو مہر منیر ۔ شاہ اورنگ زیب عالمگیر

سب نے متفق اللفظ اقرار کیا - کہ حقیقت میں اس سے بہتر سکہ نہیں ہوتا - چنانچہ وہی سکہ جاری ہوا +

سیواجی

کہتے ہیں - کہ دکن کے ملکوں میں مالوجی نام ایک سردار تھا - خاندان اس کا بھوسلہ کہلاتا تھا - اور چند خود اسپ سواروں سے بیجاپور کے دربار کا ملازم تھا - انہی ممالک میں لکھ جی جادو راؤ بھی ایک نامی سردار تھا - کہ دربار مذکور سے دہ ہزاری منصب رکھتا تھا اور مالوجی کی نسبت ذات میں بالا دست شمار ہوتا تھا - ایک دن جادو راؤ کے گھر میں کسی تہوار کی تقریب سے بڑا جلسہ ہوا - تمام ٹھاکر سردار آکر جمع ہوئے + مالوجی بھی اس جلسہ میں آیا - اور ساتھ اپنے چھوٹے سے بیٹے کو بھی لایا + بچے کی پانچ برس کی عمر تھی - اور ساہ جی نام تھا - محفل میں کھیلتا پھرتا تھا - اتفاقاً جادو راؤ کی چھوٹی سی بیٹی بھی کھیلتی ہوئی وہیں آگئی - چونکہ صحبت بے تکلف تھی - جادو راؤ نے دونو بچوں کو دونو زانوؤں پر بٹھا لیا - اور باتوں باتوں میں کہنے لگا - کہ بچپنے کا زمانہ عجیب زمانہ ہے - اور اس عمر میں اگر بہار زندگی پوچھو - تو ان کا بیاہ رچانا ہے + مالوجی سنتے ہی بول اٹھا - کہ ساری سبھا گواہ رہے - میرے فرزند کا رشتہ جادو راؤ جی کی بیٹی سے ہوگیا + اگرچہ جادو راؤ کی عالی خاندانی اور بلند نظری اس بات کی برداشت نہ کر سکتی تھی - مگر مالوجی کا اقبال بھی اب اوج موج دکھانے لگا تھا - اس لیے بد مزہ ہوکر چپکا ہو رہا + چند روز کے بعد مالوجی کا ستارہ اور بھی چمکا - اور احمد نگر کے دربار سے پنجہزاری منصب اور ملک حاصل کیا - جس کا راج گدی

مقام پونا تھا - مگر اس سگائی کا دعوےٰ اُس نے اب بھی نہ چھوڑا۔ اور فی الحقیقت اب دعوےٰ کچھ بیجا بھی نہ تھا - چنانچہ جادو راؤ بھی راضی ہوگیا + چند روز کے بعد ادھر ساہ جی جوان ہوگیا - اُودھر لڑکی نے ہوش سنبھالا - غرض دونو کے سنجوگ نے ایسا زور کیا - کہ خاندان کی ریت رسم کے بموجب شادی ہوگئی + بڑے بڑے حاکم اور فرمانروا بیاہ میں آئے - احمدنگر کا بادشاہ اپنے دربار سمیت براتیوں میں شامل ہؤا - لیکن عجب سبھ لگن اور مبارک گھڑی سے یہ بیاہ رچا تھا - جس کا کلِ مراد یہ کھلا کہ چند سال کے بعد سیوا جی پیدا ہوئے - جن کے قدم سے مرہٹے کے خاندان میں حکومت کی بنیاد پڑی + سیوا جی تین برس کا تھا - ساہ جی اُس کے باپ نے ایک اور شادی کرلی اور بیٹے کو ماں کے پاس بھیج دیا + وہاں دادا جی نام ایک نامی گرامی پنتھ کا گرو تھا - تعلیم اور تربیت کے لئے اُس کے سپرد کر دیا - یہ ہونہار لڑکا وہاں پرورش پاتا رہا اور وہ تربیت پائی - جو ایسے ہونہار اُلو العزم کے لئے چاہئے تھی + پڑھنے لکھنے کی طرف تو خیال نہ کیا - مگر تیراندازی - نیزہ بازی شمشیر زنی - شہسواری وغیرہ جنگیوں کے ہنر سب حاصل کئے - جب ہوش سنبھالا - تو استاد کی تربیت اور جوہر ذاتی سے ایک جتی ستی پکے عقیدے کا ہندو نکلا - اسے اپنی زبان میں ساکھے اور کہانیاں اور نظم کی داستانیں سننے کا بہت شوق تھا - چنانچہ ان کے جوش کلام نے دل میں اور بھی خروش پیدا کیا - اور یہ شوق ہؤا - کہ جو مضامین ان کہانیوں میں سوئے ہوئے ہیں - انہیں میں میدان جنگ میں للکار کر بیدار کردوں + جب ۱۶ برس کا ہؤا - تو جوان جوان پہاڑی اور جنگلی اہل وطن موجود تھے - وہیں کے جنگل اور پہاڑوں میں چرند و پرند کے شکار

کی مشق کرتے کرتے آدم شکاری اور راہ ماری کے میدانوں میں جا پڑا ۔ اس اتفاقی تعلیم نے اس ملک کے تمام رستے اور گھاٹیوں کے مقاموں سے آگاہ کیا - گویا جنگل اور پہاڑوں کے بن اس کے دل کی اُمنگ کے لئے پرورش کا پنگورا ہو گئے ۔ جب ۱۹ برس کا ہوا - تو لوٹ مار کرتے کرتے ایک قلعہ مار لیا دو برس کے بعد ایسا ہوگیا - کہ خود ایک جنگی قلعہ بنا کر برج و خندق سے خاطر خواہ مستحکم کیا ۔

بیجا پور کا بادشاہ یہ خبر سن کر صبر نہ کر سکا - اور دادا جی ان کے اُستاد گرد سے جواب طلب کیا ۔ اگرچہ دادا جی اپنے نونہال کو پھلتا دیکھ کر دل میں تو پھولا نہ سماتا تھا - مگر ظاہر میں صاف انکار کر گیا - اور لکھا - کہ لڑکے نے جو کچھ کیا - اپنی شوخ مزاجی سے کیا ہوگا - مجھے اس معاملے سے مطلق علاقہ نہیں ۔ چند روز کے بعد دادا جی بیمار ہوا ۔ جب حال اپنا غیر دیکھا - تو سیوا جی کو بستر مرگ پر بلا کر پاس بٹھایا - اور کہا - کہ اے فرزند ! ہمیں قضائے آسمانی سے وہ سفر پیش آیا ہے - جس سے کسی فرد بشر کو چارہ نہیں - اور رستہ اس کا ایسا ہے - جہاں سے پھرنے کا گزارا نہیں - تجھے اس دریائے بے بقا میں پار اُترنا ہے - اور بڑی بڑی مہموں کا سر کرنا ہے - مگر دیکھتا ہوں - کہ اکیلا ہے - اور دنیا کا ابھی کچھ دیکھا نہیں ہے - اس لئے چند نصیحتیں کرتا ہوں - اور خدا کے سپرد کرتا ہوں - سب سے اوّل یہ کہ دھرم گیان پر قائم رہنا - اور گائے برہمن کا ادب رکھنا - پھر خاندان کی حمایت کو لازم سمجھنا - سپاہی کو جان سے پیارا سمجھ کر اس کی دلداری اور پرورش میں ساعی رہنا - ٹھاکر اور ٹھاکر دوارے کی حفاظت

فرض عین سمجھنا - اور جس میدان میں قدم مارا ہے - پیچھے نہ ہٹانا - آگے جو کرے - سو خدا + دادا جی نے تو یہ کہکر قضا کی - سیوا جی نے فرزندی دعوے سے اُس کی جاگیر اور مال و متاع پر قبضہ کیا - لیکن جو روپیہ خزانے اور علاقے سے ہاتھ آیا - اُسے تمام فوج پر تقسیم کر دیا - اور ملک گیری کے میدان میں دل کھول کر گھوڑے دوڑانے شروع کر دئے + پہلا شکار تو یہی مارا - کہ کوئی بادشاہی سردار تین لاکھ اشرفی کا خزانہ بیجاپور کو لئے جاتا تھا - اُس پر جا گرا - اور سارا خزانہ لیکر پہاڑوں میں گھس گیا + چند روز کے بعد ایک انبوہ کثیر ساتھ لیکر نکلا - جس کے نقاروں سے گیان دھرم کی گونج اُٹھی - اس حکمت سے تمام گرد و پیش کے علاقوں میں ایک طوفان مچ گیا - چنانچہ اکثر قلعے فتح کئے - اور قلعدار اُن کے گرفتار کر لئے - مگر جب انہیں سامنے بلایا - تو بہت عزت سے پیش آیا - اور انعام و اکرام دے کر رخصت کیا +

سیوا جی کی طبیعت جس طرح گیان دھرم کی طرف راغب تھی - اُسی طرح مسلمانوں کے رسم و رواج سے متنفر تھی اور اس سے زیادہ حمایت قومی کے حق میں سر گرم تھی - چنانچہ یہ سب باتیں اُس وقت کی چالوں کے لئے ایسی موافق پڑیں - کہ خاص و عام ہنود کے دلوں میں شوق کے ولولے جوش مارنے لگے - اور ترقی کے دریا لہرانے لگے - اور جب مضامین جمع ہوگئے تو شاعری آسان ہوگئی - چنانچہ اُس نے بھی جتی ستی ہو کر بھگتوں کی صورت بنا لی - اور اس قسم کے اشارے کرنے لگا - جس سے معلوم ہو - کہ اُس کے حال پر اوتاروں اور

دیوی دیوتاؤں کی طرف سے ضرور دیا کی نگاہ ہے +
بیجا پور کا بادشاہ یہ ہست کھنڈے دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ شاہ جی یعنی سیوا جی کا باپ بادشاہ مذکور کی طرف سے کرناٹک کا صوبہ تھا۔ اُس سے بدعملی کا جواب طلب ہوا۔ مگر بابا جی نے وہی معمولی جواب دیا۔ جو دادا جی نے دیا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے کسی بہانے سے اُسے دربار میں بلا کر قید کر لیا۔ اور کہا۔ کہ اگر تمہارا بیٹا اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیگا۔ تو قید خانے کا دروازہ تیغہ کر دیا جائیگا۔ کہ پھر جیتے جی نکلنا نصیب نہ ہوگا سیوا جی اُس وقت بائیس برس کا نوجوان تھا۔ یہ خبر سن کر رنج تو بہت ہوا۔ مگر ذرا نہ گھبرایا۔ بلکہ تدبیر کے رستے پر متوجہ ہوا۔ اور سوچا۔ کہ اس کڑے وقت میں بادشاہ دہلی کی طرف رجوع کرنی چاہیئے۔ چنانچہ یہ منصوبہ اُس کا نہایت ٹھیک پڑا اور انتہائے مطلب یہ ہے۔ کہ شاہجہاں کے دربار سے پنجہزاری کا منصب حاصل کر لیا + اس عرصے میں ساہ جی کے بوڑھے نصیبے نے بھی آنکھ کھولی۔ یعنی اُس کے علاقے پر کوئی غنیم آکر گرا۔ اُس وقت دربار بیجا پور میں صلاح ہوئی۔ کہ ساہ جی کو رہا کر کے اُس کے علاقے پر بھیج دینا چاہیئے۔ چنانچہ اُسے طوق و زنجیر سے نکال بحالی کا خلعت پہنا دیا۔ اور وہ کہن سال بوڑھا موچھوں پر تاؤ دیتا پھر اپنی حکومت پر آ قائم ہوا + سوا جی کا زور اور اطمینان دوبالا ہو گیا۔ چنانچہ پونا کے راجہ کو جا مارا۔ کئی قلعے تسخیر کیئے۔ کئی قلعے خود تعمیر کیئے اورنگ زیب شاہزادگی کے عالم میں دکن کی طرف ملک گیری کر رہا تھا۔ اُس سے مل کر سند شاہی کو تازہ کیا۔ اور

اپنے ملک مقبوضہ کے زور کو زیادہ تر پختہ کر کے خدمتگزاری کے لیئے ساتھ ہو گیا۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد جو ایک موقع ہاتھ آیا۔ تو اُس کے علاقے میں بھی کئی جگہ ہاتھ اٹھا۔ اور پھر ایسا صاف اُڑ گیا۔ کہ اورنگ زیب بھی دیکھتا رہ گیا +

چند روز کے بعد شاہجہاں کی بیماری کے سبب سے شہزادے کو ہندوستان کی طرف پھرنا پڑا۔ اُس نے پھر موقع پایا۔ اور وکیل بھیجا۔ کہ میری پہلی خدمتوں پر لحاظ ہو۔ اور قصور معاف ہو۔ چونکہ وقت نازک تھا۔ اس لئے شاہزادے نے فرمان معافی بھیج کر لکھا۔ کہ قصور معاف۔ ملک بر قرار۔ لیکن اپنی فوج ہمارے ہمراہ رکاب کر دو + جب تک شاہزادہ اُدھر رہا۔ سیوا جی زبانی باتوں میں ٹالتے رہے۔ مگر فوج کے بھیجنے کو صاف اُڑا گئے + جب اورنگ زیب اِدھر آیا۔ اور ہندوستان اور پنجاب کی مہموں میں لگ گیا۔ تو دکن کا میدان خالی ہُوا۔ اُنھوں نے پھر بادشاہ بیجا پور کو دق کرنا شروع کیا۔ چنانچہ وہاں سے افضل خاں نام ایک سردارِ بادشاہی دھوم دھام جلو میں لے کر روانہ ہُوا۔ اور حکم ہُوا۔ کہ سیوا جی کا خاطر خواہ علاج کر کے پھرے +

افضل خاں پُرانا سپہ سالار بڑی آن بان سے اپنی نمود کے زور میں بھرا چلا آتا تھا۔ اس نوجوان کو جب خبر پہنچی۔ تو اپنی کمزور حالت کو اور بھی خوف زدہ بنا کر اپنے قلعے میں ہو بیٹھا اور عذر معذرت کے خطوط بھیجنے شروع

کر دیئے - خان ایک تو پہلے ہی ہوا میں بھرے ہوئے تھے۔ اب اور بھی پھولے - مگر سیوا جی نے بڑا پیچ یہ کھیلا - کہ افضل خاں کا دیوان ایک برہمن تھا - اُسے ملا لیا + اُس نے خان مذکور کو بالکل منقوش خاطر کر دیا کہ لڑکے میں اصلاً تاب مقابلے کی نہیں - ایک قلعے میں پناہ پکڑ کے بیٹھ گیا ہے - اور اپنے حال میں سخت پریشان ہے - کہ کیا کرے - اور کیا نہ کرے - افضل خاں شیر ہو کر اور آگے چلا - اور انہی پیغام سلاموں میں بہت سے بن اور کوہستان دشوار گزار طے کرتا ہؤا آگے بڑھ گیا + جب قلعے کے نیچے دامن کوہ میں پہنچے - تو سیوا جی نے وکیل بھیجا - اور کہا - کہ آپ بزرگ ہیں - آپ کو میرے حال پر شفقت اور مرحمت کرنی چاہیئے - اگر آپ کی بدولت دربار سے میری عزت میں فرق نہ آئے - تو مجھے اطاعت اور جاں نثاری میں کچھ عذر نہیں - مگر چند باتیں زبانی کہنی ہیں - آپ اُدھر سے خود تشریف لائیے - اِدھر سے میں حاضر ہوتا ہوں - بالمواجہ اُن کا فیصلہ ہو جائے - خان مذکور چند سپاہیوں کو ساتھ لیکر دامنِ کوہ سے قلعے کی طرف بڑھا تھا - جو دیوان مذکور کی معرفت پھر عرض ہوئی - کہ مجھ بے مقدار کو اس جمعیت سے بھی اندیشہ ہوتا ہے - میں حاضر ہوتا ہوں - میرے ساتھ بھی ایک خدمتگار سے زیادہ نہیں - آپ بھی اپنی جمعیت کو وہیں چھوڑ دیں + خان بہادر نے اپنی خانی کے گھمنڈ میں اُنہیں بھی وہیں چھوڑا - فقط ایک خدمتگار ساتھ - گلے میں تن زیب کا جامہ - ہاتھ میں ایک سیدھی سیف - کہ وہ بھی کسی اور ارادے سے نہ تھی - فقط نمائش اور زیبائش کی غرض

بچھے لی تھی۔ خراماں خراماں قلعہ کی طرف چلے + اُدھر سے سیوا جی ایک رُوئی دار زرد دگلہ پہنے۔ اُس کے نیچے فولادی زرہ۔ بغل میں تلوار دبائے سکڑے سمٹے نمودار ہوئے۔ مگر اس طرح کہ گویا ڈرے جاتے ہیں۔ اور خان کے رعب کے مارے چل بھی نہیں سکتے + خاں بہادر نے اُس کی سوکھی سہمی صورت کو تیوری بدل کر ترچھی نگاہ سے دیکھا۔ اور بڑے فخر کے ساتھ گلے ملنے کو ہاتھ بڑھائے + سیوا جی نے دونو ہاتھوں فولادی بگ[1] نونہ چڑھا رکھے تھے + گلے ملتے ہی اس طرح جھوئے کہ اُس کی پیٹھ کے پار ہو گئے + خان بیچارہ ابھی حیران ہی تھا۔ کہ یہ کیا بلا ہوئی۔ جو اُس نے ایک بچھوے سے اُس کا کام تمام کر دیا + اگرچہ افضل خاں نے بھی ایک ہاتھ مارا۔ مگر سیوا جی کے خود نے بچا لیا + سیوا جی نے کمال یہ کیا تھا۔ کہ جنگل کی جھاڑیوں میں جا بجا اپنے سوار لگا رکھے تھے۔ چنانچہ اُسی وقت انہیں ہرکارے دَوڑا دئے + خاں کا لشکر جہاں بے فکر اور بے خبر پڑا تھا۔ یہ چاروں طرف سے گھر کر اس طرح اُس پر گرے۔ کہ سب تتر بتر ہو گئے۔ اور بے شمار لوٹ ہاتھ آئی + چند روز کے بعد جب اُدھر سے پیٹ بھر کر خاطر جمع کر لی۔ تو عالمگیر کو دق کرنا شروع کیا +

عالمگیر اب بالاستقلال بادشاہ ہو گیا تھا۔ اور سیوا جی اس عرصے میں کھلا میدان پا کر چاروں طرف دوڑتا پھرتا تھا۔ چنانچہ اُس کے بندوبست کے لئے عالمگیر نے شائستہ خاں حاکم اورنگ آباد

---

[1] دکھن کے سپاہی فولادی پنجے ہاتھوں پر چڑھا لیتے تھے۔ جن سے مخالفوں کو نوچتے تھے اور انہیں بگ نونہ کہتے تھے۔ یعنی پنجۂ شیر +

کے نام فرمان جاری کیا + شائستہ خاں نے اُس کی دستدرازیوں کی روک تھام شروع کی - اور فوج لے کر مارتا پیٹتا آگے بڑھا + اچھے اچھے میدان ہوئے - اور مرہٹے ان میں ایسے ایسے اڑے کہ مر مر کے ہٹے + آخر شائستہ خاں نے بڑھتے بڑھتے خاص پونا میں جاکر مقام کیا - اور اتفاق یہ کہ اُس محل میں سکونت اختیار کی - جہاں سیوا جی نے بچپنے میں پرورش پائی تھی - الغرض یہاں بیٹھ کر اِدھر اُدھر فوج پھیلا دی - اور اس طرح کا کڑا بندوبست کیا - کہ اکیلا دکیلا آدمی بے خبر نہ نکلنے پاتا تھا - لشکر شہر کے گرد پڑا تھا - اور آپ خاطر جمع سے محلوں میں بیٹھتا تھا +

چونکہ پونا کی سرزمین وہی میدان تھے - جہاں سیوا جی شیر نے بچپن میں کود پھاند کر ملک گیری کی مشق کی تھی - اس لئے وہاں کے گھر گھر - بلکہ اُس کے چپے چپے زمین سے خوب واقف تھا - اور اب باوجودیکہ بادشاہی فوج ہر طرف پھیلی تھی - مگر آس پاس داؤں گھات میں لگا ہؤا تھا - چنانچہ سوچ سوچ کر یہ رستہ نکالا - کہ شائستہ خاں کی فوج میں ایک سپاہی نوکر تھا - اُس سے سازش کی - اور وہ اُس کی صلاح سے ایک برات بنا کر شہر کو لے چلا + اُس نے سو سو پچاس پچاس پیادے کچھ کچھ فاصلے سے راہ میں چھوڑے - اور آپ پچیس جانبازوں کے ساتھ براتیوں میں مل گیا - سرشام برات شہر کے قریب پہنچی - اور بے تکلف لشکر کے بیچ سے گزر کر شہر میں داخل ہوئی + شیر دلیر نے محل کے نیچے کھڑے ہو کر دم لیا - اور چاروں طرف نگاہ دوڑائی - دیکھا - کہ سب اپنے کاروبار میں

بے خبر ہیں - یہ پچھواڑے کے دروازے سے اندر داخل ہو کر
دفعتہً بادل کی طرح گرجا - اور ایسا بلائے ناگہانی کی طرح پہنچا
کہ شائستہ خاں حیران رہ گیا - ایسے وقت میں جان بچا کر نکل
جانا فتح عظیم سمجھا - چنانچہ گھبرا کر ایک کھڑکی سے کود کر بھاگا -
بلکہ اپنے ہاتھ کی دو انگلیاں بھی وہیں چھوڑ گیا + شائستہ خاں
تو ناشائستگی کا داغ پیشانی پر لیکر بھاگا - مگر اُس کا بیٹا اور
بہت سے رفیق مارے گئے - اور سیوا جی اپنا کام کر جس طرح
آیا تھا - اُسی طرح پاک صاف نکل گیا + راہ میں جہاں جہاں
سپاہی چھوڑ آیا تھا - وہ بیٹھے اُس کی سیوا کر رہے تھے -
چنانچہ انہیں لیتا اور نقارے پر فتح کا ڈنکا دیتا اپنے
مورچوں میں جا پہنچا + اس کامیابی کی اس کے لشکر میں بڑی
بڑی خوشیاں ہوئیں - اور ایسی روشنی کی - کہ ۱۲ میل کے
فاصلے پر بادشاہی لوگ پڑے تھے - مگر تمام چراغاں دکھائی دیتے
تھے + حقیقت میں کل قوم کے لئے یہ معرکہ باعث فخر اور سرمایۂ
عزت ہوا - چنانچہ اب تک بھی مرہٹے اس کارنامے کو بڑی
دھوم دھام سے فخریہ بیان کرتے ہیں - مرہٹے کا فرقہ
طبیعت کا محنت کش - بدن کا ایسا چالاک اور پھرتیلا تھا - کہ دکن
کی سرکاروں میں پلٹنوں اور سواروں میں بھرتی ہو کر دھاووں اور
یلغاروں میں خوب کام دیتے تھے - چنانچہ سیوا جی نے اپنی قوم
کے آدمیوں کو اس کام کا اوزار دیکھ کر اُن سے کام لینا
چاہا - سب کو سمیٹ کر لشکر میں بھرتی کر لیا - اور اپنے
نمک کے زور سے قومی حرارت کو دلوں میں اور بھی اشتعالک
دی چنانچہ اب قدم ہمت کو آگے بڑھایا - اور بڑھتے بڑھتے یہاں تک

ہوًا - کہ سورت جیسے مالا مال شہر اور پر زر بندر کو جا مارا - اور چونکہ مقام مذکورہ کھلا میدان اور بے آڑ جگہ تھی - اس لئے خوب جی کھول کر لوٹا - اور دولت و مال بیقیاس باندھ باندھکر اپنے ٹھکانے لے گیا + چند روز کے بعد ساہ جی کی سنائی آئی اب سیوا جی اور بھی کھل کھیلے - چنانچہ نام پر راجگی کا طرّہ اور روپے اشرفی پر سکّہ لگایا - اور سلطنت کی صورت بناکر راج قائم کردیا + اُدھر بیجاپور سے لڑائی شروع کر دی - اِدھر ایک بیڑا کشتیوں کا بنوا کر دریا میں دوڑا دیا - اور لوٹ مار سے تر و خشک کو یکساں کر دیا - مگر مشکل یہ ہوئی - کہ ان میں چند کشتیاں وہ بھی لوٹ لیں - جن پر حاجی لوگ ممالکِ ہندوستان سے جاتے تھے - اور بادشاہ دہلی کی رعایا تھے + اورنگ زیب کو انتقام لینے کے لئے اس سے بہتر موقع نہ ہاتھ آیا - اور اس قدر غصّے ہوًا - کہ گویا آپے سے باہر ہوگیا - فوراً جہاد کا فتوے لگایا - اور لشکر جرّار روانہ کیا + فوج شاہی جلتے ہی چاروں طرف پھیل گئی - اور جا بجا اس کے قلعوں پر محاصرے ڈال دئے + سیوا جی جب سب طرف سے تنگ ہوًا - تو دیکھا - کہ اورنگ زیب کو دکن کے قلعوں کی تسخیر کا بڑا شوق ہے - مصلحت یہ ہے - کہ اس وقت اُس سے مل کر بیجاپور پہ چلئے اور فوج کو لوٹ کی چاٹ دیجئے - جب بادشاہی فوج کا ٹڈی دل دلّی چلا جائیگا - پھر جیسا ہوگا - دیکھا جائیگا +

راجہ جے سنگھ عالمگیر کا سپہ سالار تھا - اُس سے خط و کتابت جاری کی - اور چند ہمراہیوں کے ساتھ بے تکلّف آن موجود ہوًا + سپہ سالار مذکور بڑی خاطرداری سے پیش آیا

اور اس نے بھی بڑی عاجزی سے جاں نثاری اور وفاداری کے قول و قرار کئے۔ راجہ کی سفارش سے اکثر درخواستیں اُس کی دربار شاہی میں منظور ہوئیں۔ اور عزت و توقیر کی سُرخی سے فرمانوں کی پیشانی نے رونق پائی۔ چنانچہ سیواجی اپنی فوج کو لیکر راجہ جے سنگھ کے ساتھ لشکر میں شامل ہوگیا۔ اور فوج شاہی نے بیجاپور پر علم اُٹھائے۔ ان میدانوں میں مرہٹوں نے ایسی ایسی جانبازیاں دکھائیں۔ کہ اورنگ زیب بھی قائل ہوگیا۔ چنانچہ اُس نے خود اپنے خطوں میں لکھ کر فرزندوں اور نمک خواروں کو اُن کی جرأتیں جتائیں۔

سیواجی کو راجہ کی رفاقت اور بادشاہ کی عنایت نے بڑا دھوکا دیا۔ یعنی علاقے پر اپنے معتبر کو چھوڑا۔ اور آپ سنبھاجی بیٹے کو مع پانسو سوار اور سو پیادے مرہٹے کے ساتھ لیکر دلی کو چلا۔ مگر افسوس۔ کہ دلی کے تخت پر اس وقت نہ اکبر تھا نہ شاہجہاں جو اس اولوالعزم بہادر کو دل و جاں سے بندۂ احسان بنا لیتا۔ یہاں اورنگ زیب تھا۔ اور سیواجی کی ساری اگلی پچھلی باتوں کو دل کے اندر امانت لئے بیٹھا تھا۔ کھلم کھلا تو سزا دینی مناسب نہ سمجھی۔ یہ چاہا۔ کہ اس کی کم ذاتی کا داغ اور بے حقیقی کا رنگ لوگوں کو دکھا کر بے عزت کرے۔ اور جو جو حرکتیں اس نے کی ہیں۔ اُن کا بخار نکالے چنانچہ جب سیواجی دلی کے پاس پہنچے۔ تو راجہ جے سنگھ کے بیٹے کے ساتھ ایک بے حقیقت سے آدمی کو لینے کے لئے بھیجا۔ سیواجی کو یہ امر ناگوار تو گزرا۔ مگر پھر بھی دربار میں آیا اور نذرانۂ گراں بہا پیش کرکے بڑے حوصلے کے ساتھ دعا و ثنا کے فقرے ادا کرتا

ہؤا آگے بڑھا - کہ بادشاہ نظر عنایت سے دیکھیں - شاہ عالی دماغ نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا - اور چوبدار نے اُسے تیسرے درجے کے امیروں میں لے جا کر کھڑا کر دیا - سیوا جی کو اس بات کا ایسا رنج ہؤا - کہ چہرے کا رنگ بدل گیا - اور صف سے کچھ پیچھے کو ہٹا - اس پہ بھی دل کو تاب نہ آئی - اور غش کھا کر گِر پڑا + جب ہوش میں آیا - تو جے سنگھ کے بیٹے کو سرہانے کھڑا پایا - جے سنگھ کو بہت بُرا بھلا کہا - کہ اس کی بدولت یہ ذلّت و خواری مجھے نصیب ہوئی - خیر جب بادشاہ نے میری آبرو کو خاک میں ملایا - تو جان کو کس کے لئے چھوڑا ہے - اس کا بھی فیصلہ کر دے - غرض ایسی جلی بھنی باتیں کر کے دربار سے بے رخصت اپنی فرودگاہ کو چلا گیا + اورنگ زیب ایسی باتیں خدا سے چاہتا تھا - اس حرکت کو ایسا ٹال گیا - گویا گستاخی سمجھا ہی نہیں - کہا - تو یہ کہا - کہ خیر جے سنگھ نے جو اُس سے وعدے وعید کئے ہیں - ہمیں معلوم نہیں - اُس سے دریافت کیا جائیگا - مگر اُس کی فرودگاہ پر پہرے بیٹھ جائیں +

سیوا جی سمجھے - کہ قید تو ہو گئے - مگر اب اس پھندے سے کسی طرح نکلنا چاہئے - چنانچہ اس کا راستہ یہ نکالا - کہ پہلے اپنے ساتھیوں کو بیمار ڈالا - اور ہوا کی ناموافقت کا بہانہ کر کے اُن کے وطن جانے کی اجازت مانگی - سیانا بادشاہ چوکا - اور اُس کی جمعیّت گھٹنی غنیمت سمجھ کر خوشی خوشی منظور کر لیا - وہ لوگ یہاں سے نکلے - مگر کچھ تو بھیس بدل کر شہر ہی میں رہ گئے - اور کچھ منزل بمنزل وطن تک پھیل کر بیٹھ گئے +

بعد اس کے خود سیوا جی بھی بستر بیماری پہ پڑ گیا - عالمگیر نے بید حکیم بھیجے

اُن کا علاج شروع ہؤا ۔ روز نسخے لکھے جاتے اور دوائیں تیار ہوتیں ۔ مگر یہ عالمگیر کا بھی اُستاد تھا ۔ اُس نے روپے کی چاٹ پر لگا کر حکیموں کو گانٹھ لیا ۔ اور مٹھائی وغیرہ کھانے پینے کی چیزیں غریب فقیروں کو بانٹنے کے لئے منگانی شروع کیں + اشیائے مذکور بڑے بڑے ٹوکروں میں رکھ کر اور کسنوں میں کس کر آنے لگیں ۔ چنانچہ اوّل اوّل پہرے داروں نے روکا ۔ مگر جب دیکھا ۔ کہ اس میں کھانے کے سوا کچھ نہیں ۔ تو اُنھوں نے بھی روک ٹوک موقوف کر دی + سیوا جی ایک دن سرشام سے منہ لپیٹ کر لیٹ رہا ۔ جب کچھ رات گئی ۔ تو ایک نوکر کو اپنی جگہ سُلا دیا ۔ اور ایک ٹوکرے میں آپ بیٹھا ۔ دوسرے میں بیٹے کو بٹھایا ۔ راز دار حمال موجود تھے ۔ بے تکلف سر پر دھر پہرے داروں کے سامنے سے لئے چلے گئے ۔ کسی کو خبر نہ ہوئی ۔ باہر جاں نثار منتظر بیٹھے تھے ۔ اور گھوڑا تیار تھا ۔ اُسی وقت سوار ہو اس طرح نکل گیا ۔ گویا یہاں تھا ہی نہیں + ادھر کچھ دیر کے بعد پہرے داروں کو کھٹکا گزرا ۔ دیکھا ۔ تو بستر پر نوکر پڑا پایا + داروغہ بیچارہ بہت گھبرایا ۔ اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا + اتنے بادشاہ کو خبر ہو اور حکم احکام جاری ہوں ۔ اُتنے وہ ایک بے خطر رستہ لے کر متھرا کو سیدھا ہؤا ۔ اور پل کے پل میں کہیں کا کہیں نکل گیا + متھرا میں سیوا جی کے سیوک دن رات بیٹھے اُن کی سیوا کر رہے تھے ۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر ڈاڑھی مونچھ کو صفائی بتائی ۔ سادھوؤں کی صورت بنائی ۔ بدن پر بھبوت رمائی ۔ اور ایسے رستے سے دکن کو نکل گئے ۔ جہاں سے کسی کے وہم و گمان

کا بھی گزر نہ ہوُا + بیٹے کو ایک برہمن کے سپرد کر گئے۔ کہ خاطر جمع سے ہمارے پاس پہنچا دینا + دکن میں پہنچتے ہی سیوا جی وہی تھے۔ اور اُن کے ہتھ کنڈے وہی تھے۔ وہاں جاکر خوب دل کا بخار نکالا۔ اور تمام اضلاع کو زیر و زبر کرکے قیامت برپا کر دی +

اِدھر جب عالمگیر کو خبر ہوئی۔ تو بہت پیچ و تاب کھایا۔ اور ولیعہدِ سلطنت کو مع دو اور جنگ آزمودہ سرداروں کے فوجیں دیکر بڑی دھوم دھام سے روانہ کیا +اُدھر سیوا جی بھی ایک آفت تھے۔ انہوں نے ولیعہد اور سرداران مذکور سے سازش کرنی شروع کر دی۔ ادھر عالمگیر بھی قیامت تھے انہوں نے پہلے ہی پٹی پڑھا دی تھی۔ کہ سپاہیانہ پیچوں میں کسی طرح دریغ نہ کرنا۔ بیشک مل جانا۔ مگر جس وقت موقع پر چڑھے۔ تو خواہ قید خواہ قتل کسی بات میں نہ چوکنا۔ چنانچہ چند روز لڑائیاں بھی ہوتی رہیں۔ اور اسی طرح کے دار بھی چلتے رہے۔ آخر سیوا جی کا وار پورا پڑا۔ کہ عالمگیر اپنے بیٹوں اور سرداروں کی جانب سے بدگمان ہوگیا۔ اور انہیں بلاکر اَور سرداروں کو بھیج دیا۔ مگر سیوا جی کی خوش نصیبی یہ۔ کہ بادشاہ خود پنجاب کی سرحد پر افغانوں کو دبا رہا تھا۔ چنانچہ وہ تو کئی برس تک اُدھر مصروف رہا۔ دکن کا فساد اُدھر خاطر جمع سے پرورش پاتا رہا۔ اور جو سپہ سالار وہاں تھا۔ اُس کا یہ حال ہوگیا۔ کہ خود حملہ کرنا تو بالائے طاق۔ غنیم کا روکنا بھی اُسے مشکل ہوگیا +

سیوا جی اب اپنے جی کے راجہ ہوگئے۔ جب چاہتے۔ اُٹھتے اور کوئی نہ کوئی قلعہ مار لیتے :- اسی عرصے میں ان کی سالگرہ کا

دن آیا - انھوں نے راج تلک کا جشن کیا - اور تمام راجگانہ رسمیں برتیں کہ وہ زرق برق دکھائی - کہ بکرماجیت اور راجہ بھوج کے دربار گرد ہوگئے ۔ تل ریتھ کر سونے کا تلادان کیا سونا - روپا - جواہرات - نچھاور کئے - سرداروں کو خلعت - منصب بڑے بڑے انعام و جاگیریں عطا کیں - فارسی خطابوں کی جگہ سنسکرت لفظوں سے خطاب دئے - اور وہ حکمتیں برتیں - جس سے مذہبی جوش اور قومی خروش ملکر ایک عجیب ہیولا کھڑا ہوگیا۔ سیواجی اس عرصے میں اپنے ملک کو پھیلاتا اور ملکی زور کو بڑھاتا رہا - چند روز کے بعد عالمگیر بادشاہ نے فوج کثیر کے ساتھ ایک سپہ سالار کو گولکنڈے پر چڑھایا - اور پیچھے اس کے ولیعہد کو بھیجا - کہ بیجاپور کا محاصرہ کرے ۔ بیجاپور کا مسند نشین تو خرد سال تھا - اُس کے وزیر نے گھبرا کر سیوا جی سے مدد مانگی ۔ اُس نے غنیمت سمجھ کر اُسی وقت سواری کا حکم دیا - ہزاروں برچھیت مرہٹا بھالے اور برچھے سنبھال کر اُٹھ کھڑا ہُوا - اور یہ اُس نیستان رواں کو لیکر روانہ ہُوا - مگر بڈھا سپاہی تھا - اپنے بازوؤں میں عالمگیری لشکر کے مقابلے کی طاقت نہ دیکھی - اس لئے لشکر سے بچ کر علاقوں پر آن گرا - اور جہاں گزر ہُوا - تمام ملک کو ستیاناس کر دیا - عالمگیر بھی انتظام میں یکتا اور بندوبست کا پکا تھا - چاروں طرف احکام جاری کئے - اور ہیر پھیر کر ایسی جگہ لا ڈالا جہاں سیواجی چاروں طرف سے گھر گئے ۔ اِدھر یہ بھی بقول عالمگیر کے پہاڑی چوہا تھا - اس طرح دبک کر نکل گیا - کہ اہل لشکر دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے ۔ عالمگیر تو اپنے کارگزاروں پر غصے اور عتاب کے فرمان جاری کرتے رہے

یہ چند ہی روز کے بعد نکلے - اور ایسی کڑک دمک سے نکلے - کہ پہلے سے بھی دہ چند زیادہ ÷ اس عرصے میں عالمگیری فوج نے بیجا پور کو نہایت تنگ کر رکھا تھا - چنانچہ اب کی دفعہ وزیر بیجاپور نے سیواجی کو بڑی منت و سماجت سے مراسلہ لکھا - اور اخیر میں یہ بھی لکھا - کہ زیادہ تحریر کی گنجائش نہیں - لیکن آنا ہے - تو اُس وقت سے پہلے کام آؤ - کہ بعد اُس کے آنا بیکار ہو ÷ بہادر کو پھر سپاہگری کا جوش آگیا - اُسی وقت لشکر جرّار پیادہ اور سوار لیکر دکھنی گھوڑے کی باگ اُٹھائی - یلغار کرتا جاتا تھا - جو رستے میں پرچہ لگا - کہ سنبھاجی یعنی راج کنور آپ کا سپہ سالار عالمگیر سے جا ملا ÷ سیواجی سنتے ہی گھبرا گیا - مگر پھر بھی ہوش و حواس کو قائم رکھ کر فوج کشی کے کاروبار بدستور جاری رکھے ÷ ادھر سنبھاجی جب سپہ سالار کے پاس آیا - تو بڑی آؤ بھگت سے اُس کا استقبال ہوا - اور خیمہ گاہ میں پہنچا تو سپہ سالار سرو قد کھڑا ہوگیا - نہایت پاک سے ہاتھ کھول کر بغل گیر ہوا - اور اعزاز و احترام سے خیموں اور سراپردوں میں اُتارا - سپہ سالار مذکور نے تدبیر یہ سوچی تھی - کہ جب بیٹے کو فوج وحشم و طبل و علم سے ساتھ لے کر آگے بڑھائینگے - تو باپ کی جمعیت خاندانی میں تفرقہ پڑ جائیگا - مگر سیواجی کا ستارہ اوج پر تھا - اوّل تو لڑکے نے باپ کے اطوار و خصائل میں سے خود سری اور سرشوری کے سوا کچھ نہ لیا تھا - دوسرے یہ پیچ پڑا - کہ سپہ سالار مذکور نے جو عالمگیر کو یہ سارا عرض حال لکھا تو وہاں سے حکم آیا - کہ اُسے فوراً قید کر لو - اور پا بزنجیر کر کے ہمارے پاس بھیجدو - سپہ سالار نے ایسی اطاعت کو عہد و

مروت کے بر خلاف دیکھ کر اُسے چھوڑ دیا۔ اور وہ چھوٹتے ہی سیدھا باپ کے پاس پہنچا + اب سیوا جی نے لشکرِ شاہی کو دن رات دھاوے کرکے اور جا بجا رسدوں پر چھاپے مارکے ایسا تنگ کیا۔ کہ سپہ سالار مذکور کو بیجا پور سے محاصرہ اُٹھا لینے کے سوا کچھ نہ بن آیا + یہ مدد جو عین کامیابی کا تاج تھی۔ اُس کے صلے میں دربار بیجا پور سے سیوا جی کے بڑے شکریے ہوئے۔ بلکہ مبارکباد کے خلعت اور تحفوں کے ساتھ باپ کے سارے حقوق عنایت ہوئے + اب شان و شوکت کے سامان زور شور کے نشان ایک سے ہزار ہو گئے۔ اور وہ وقت آ گیا۔ کہ جو جو آرزوئیں دل کی ہیں۔ اُنہیں جی کھول کر پورا کرے۔ یعنی اپنے حریفوں سے سینہ بسینہ مقابلہ کرکے ملک کو خاطر خواہ پھیلائے + یہ ان فکروں میں تھا۔ جو دفعۃً پیام اجل آیا۔ اور ایسی یکایک طبیعت بگڑی کہ ۵۳ برس کی عمر میں سارے ارماں سینے میں لئے ہوئے دنیا سے چلا گیا +

محمد شاہ کی تمہید سلطنت

بہادر شاہ یعنی عالمگیر کے بیٹے نے باپ کے بعد سوا پانچ برس بادشاہت کی۔ مگر اس کے بعد امیروں کے کئی جتھے ہو گئے اور تخت کے وارثوں میں ایسی تلوار چلی۔ کہ برس دن میں کئی دعویدار شاہزادے مارے گئے + آخر فرخ سیر تخت پر بیٹھا۔ مگر وہ عیش و عشرت میں ایسا مست و مدہوش ہوا۔ کہ تاج شاہی کو سر پر سنبھال نہ سکا۔ بلکہ وزیر اور سپہ سالار

جو اُس کے باعث تقویت ہوئے تھے۔ انھی کے مارنے کے درپے ہُوا۔ چنانچہ مستی کا وار تو پُورا نہ پڑا۔ ہشیاری اپنا کام کر گئی + اُنھوں نے چھ مہینے بیما پے درپے دو اَور شہزادے بھولے بھالے ڈھونڈھ کر تخت پر بٹھائے۔ شہزادے تو بہت سے نظر بند پڑے تھے۔ مگر اُنھیں ایسا عقل کا پورا چاہیئے تھا۔ جو کٹ پتلی کی طرح اُن کے اشارے پر چلے + آخر ایک شاہزادہ بہادر شاہ کا پوتا سلیم گڑھ میں قید تھا۔ اُس کے نام پر مصلحت کا قرعہ پڑا۔ دربار اور اہلِ دربار اُس وقت آگرے میں تھے۔ چنانچہ چند امیر اُس کے لینے کو روانہ ہوئے +

محمد شاہ کا زمانہ اور نادر شاہ کا آنا

روشن اختر شاہزادہ اگرچہ قید خانے میں تھا۔ لیکن دنیا کی آفتوں سے محفوظ ماں کے پہلو میں نچنت بیٹھا تھا۔ دفعتہً ستارۂ اقبال اوج پر آیا۔ چند امیروں نے آکر مجرا کیا۔ اور دست بستہ عرض کی۔ کہ تخت حاضر ہے۔ چل کر اپنے قدم سے رونق دیجیئے + شاہزادہ تو لڑکا تھا۔ اور برسوں سے قید خانے میں آنکھیں بند کئے پڑا تھا۔ مگر ماں دیکھ رہی تھی۔ کہ جو بادشاہ ہوتا ہے۔ وہی تخت کی قربانی ہوتا ہے۔ اس لئے ہاتھ جوڑتی پردے سے نکل آئی۔ کہ برائے خدا مجھے تاج نہیں چاہیئے۔ اس یتیم کا سر سلامت رہنے دو۔ اور سلطنت سے معاف رکھو + امیروں نے ہر طرح عہد و پیمان سے اُس کی تشفی کی۔ بعد اس کے خود چتر لگا کر شاہانہ عظمت سے

لے گئے - اور تاج سر پر رکھ کر محمد شاہ بادشاہ غازی بنا دیا۔
شاہزادہ یا تو قید خانے کی کوٹھڑی میں بند پڑا تھا - یا دفعۃً تمام ہندوستان کا شہنشاہ ہوگیا - اکبری اور جہانگیری دربار میں سارے امیروں وزیروں کو سامنے ہاتھ باندھے دیکھا - آنکھیں کھل گئیں - مگر دل میں حیران تھا - کہ یہ عجب بادشاہت ہے - محل سے نکلنا ہے - تخت پر آ بیٹھنا ہے - تخت سے اُٹھنا ہے - اندر چلا جانا ہے! معلوم نہیں - کہ دربار کیا ہے اور ملک میں کیا ہو رہا ہے - ماں کے سوا کوئی اپنا نظر نہیں آتا تھا - جس سے دل کا حال کہے - اور کچھ مشورہ کرے۔
وزیر اور سپہ سالار دونو دربار کے مالک تھے - جو چاہتے تھے سو کرتے تھے - اور انہی کے بھائی بند سارے کار و بار میں پھیلے ہوئے تھے - باقی سب امیر برائے نام تھے۔
محمد شاہ تو لڑکا ہی تھا - ماں نے پھر بھی زمانے دیکھے تھے - وہ سمجھی - کہ وزیر اور سپہ سالار کے پنجے سے رہائی ممکن نہیں - مگر اتنی بات ہے - کہ یہ سید ہیں - اور باقی جو دربار کے امیر ہیں - اکثر ترک ہیں - اور ہر چند وہ بھی بڑے بڑے حوصلے والے ہیں - مگر اتفاق وقت سے دب گئے ہیں - اور ان دونو فریقوں کا آپس میں بگاڑ ہے - بلکہ مذہب میں بھی اختلاف ہے۔
غرض ماں نے بیٹے کو سمجھایا - کہ ترکوں سے جوڑ کر سیدوں کو توڑ دو - تو بات بن جاتی ہے - چنانچہ بادشاہ نے بھی اس بات کا خیال شروع کیا - ساتھ ہی زور طالع یہ ہوا - کہ وزیر اور سپہ سالار کو بعض کاموں کے لئے دربار سے دور ہونا پڑتا تھا - کار و بار میں بادشاہ سے گفتگو کرنے کے لئے اور اُمرا کو بھی رستے ملنے لگے۔ اگرچہ

ان دونو کے معتبر آدمی ہر وقت موجود رہتے تھے - مگر بڑی بات یہ ہوئی - کہ محمد شاہ ترکی زبان جانتا تھا - چنانچہ ترکوں سے اسی زبان میں باتیں کیا کرتا - اور اس پردے میں جو نکتے مطلب کے ہوتے - وہ بھی ہو جاتے - رقیبوں کے آدمی کھڑے دیکھا کرتے نہ کچھ سمجھتے - نہ کچھ کہہ سکتے + رفتہ رفتہ بادشاہ کی حمایت سے ترکوں نے زور پایا - اور ان کے زور سے بادشاہ کی بادشاہت میں زور آیا - چنانچہ وزیر اور سپہ سالار مارے گئے - اور ان کی قوم کا نام دربار سے مٹ گیا + اگرچہ صوبوں میں اب بھی فساد تھے - مگر جب دربار غبار سے صاف ہوا - تو بادشاہ کی رنگین طبیعت نے اپنا اصلی رنگ دکھانا شروع کیا - چنانچہ ملک کا انتظام امیروں اور وزیروں پر چھوڑا - اور خود ناچ رنگ شراب - کباب سے ایسا عیش کے دریا میں ڈوبا - کہ کسی بات کی خبر نہ رہی + رعیت کئی پشتوں سے امن چین کے ساتھ انعام و اکرام سے مالا مال ہوتی چلی آتی تھی - گھر گھر عیش و عشرت سے دن عید رات شب برات ہوگئی + ایسی قدردان اور عالیشان سلطنتوں میں علما و شعرا اور عام اہل کمال کا کیا ٹھکانا تھا - ہزاروں آدمی جمع تھے - مگر بادشاہ کی طبیعت کو رنگینی پر مائل دیکھ کر سب رنگین ہوگئے - موزوں طبع - لطیفہ گو نوجوان آکر مصاحبت میں داخل ہوئے - بلکہ پُرانے بڈھے سر سے پاؤں تک خضاب ہوگئے - اسی عالم میں بادشاہ خود بھی شعر کہتے تھے - چنانچہ فارسی کا شعر ہے ؎

یار در بر صبح بر سر نگر بر جایش کنید
عاشقاں شب مے رود زنجیر در پایش کنید

اور اردو کا شعر ہے ؎

پیری میں نہ کس طرح کروں سیرِ جہاں کی
دن ڈھلتے ہی ہوتا ہے تماشا گزری کا

عمدۃ الملک نواب امیر خاں ایک قدیم الخدمت اور خاندانی امیرزادہ تھا۔ کہ دلیرانہ ہمت اور امیرانہ دماغ رکھتا تھا ساتھ اس کے لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی کا یہ عالم تھا۔ کہ پھلجھڑی کی طرح مُنہ سے پھول جھڑتے تھے۔ خلوت و دربار میں ایسی گل افشانیاں کرتا تھا۔ کہ تمام دربار لوٹ لوٹ جاتا تھا۔

لطیفہ۔ ایک دن بادشاہ نے پُوچھا کہ امیر خاں یہ جو پوت۔ سپوت۔ کپوت لوگوں میں زبان زد چلے آتے ہیں۔ اب بھی کچھ ان کی اصل ہے؟ عرض کی۔ کہ حضور اسی دربار میں سب موجود ہیں۔ بادشاہ نے کہا۔ کیونکر؟ کہا پوت تو یہی۔ جیسے حضور یعنی سلطان بن سلطان۔ اور سپوت برہان الملک کہ محمد امین نام ایک مغل ایران سے آیا۔ یہاں حضور کے تصدق سے وہ مرتبہ پایا۔ کہ باپ دادا کا فخر ہو گیا۔ اور کپوت یہ خانہ زاد۔ کہ باپ دادا حضور کے بزرگوں کی جاں نثاری میں اعلےٰ اعلےٰ عہدوں پر ممتاز رہے۔ اور فدوی اس حالت میں گرفتار ہے ❖

لطیفہ۔ ایک دن امیر خاں حضور میں اپنے بزرگوں کی جاں نثاریاں اور شاہجہاں اور عالمگیر کی قدر دانیاں بیان کر رہا تھا۔ اس میں یہ بھی کہا۔ کہ میرا باپ کابل میں ناظم تھا۔ اور اپنی عقل و تدبیر سے اس قدر مورد عنایات تھا۔ کہ کئی مہمیں دکن میں فتح ہوئیں۔ اور عالمگیر نے اُن کی فتح

اُس کے نام پر لکھی - یہ ننگ خاندان اس حال میں حضور کے سامنے حاضر ہے + برہان الملک نے کہا - کہ ؎

پسرِ نوح با بداں بنشست خاندانِ نبوتش گم شد

امیر خاں نے کہا - کہ دوسرا شعر بھی تو پڑھئے - کہ ؎

سگِ اصحابِ کہف روزے چند پے نیکاں گرفت مردم شد

لطیفہ - جب امیر خاں صوبۂ الہ آباد سے آئے تو بادشاہ نے پوچھا - کہ امیر خاں ہمارے لئے کیا لائے ؟ عرض کی - کہ دو ہزار احمق + بعد اس کے اپنے با وفا سپاہیوں کو جو وہاں سے ساتھ آئے تھے - موجودات کے لئے حاضر کیا + بادشاہ نے جب وہ سجیلے جوان اور اُن کی وردیاں اور سامان دیکھے - تو بہت خوش ہوئے - اور کہا - کہ انہی لوگوں کو تم احمق کہتے تھے - عرض کی - کہ حضور - نہ میرے پاس خزانہ - نہ ملک - فقط زبانی بات پر تین سو کوس چلے آئے - یہ احمق نہیں - تو اور کون ہیں + بادشاہ نے کہا - کہ خیر ان کو اپنی رفاقت میں رکھو - تنخواہ حضور سے بحال ہُوا کریگی +

غرض ایسے ایسے لوگوں کی صحبتیں تھیں - اور عیش عشرت کے ہجوم تھے + مہتاب باغ اور حیات بخش کے باغوں کو سجا کر طلسمات کا نمونہ کر دیا - نہروں میں فوارے پڑے رہتے - بادشاہ اُن میں بیٹھتے - نارنج رنگ کے جلسے جمتے - اور شراب کے دور چلتے + جب برسات آتی - تو اُن کے ہاں بہار آتی - قطب صاحب کے جنگل سبزے سے ہرے بھرے ہو جاتے - یہ شہر کو چھوڑ کر وہاں جا رہتے + حکم تھا - کہ ابر سیاہ ہمارا نقیب ہے - جب گرجنے کی آواز آیا کرے - اُسی وقت کمر بندی ہو جایا

کرے +

تمام امرا ایک ایک ملک اور علاقے پر تعینات تھے - مگر بہارِ دربار کے لطف اٹھانے کو نائب اپنے وہاں چھوڑے - اور خود دربار میں چلے آئے - ظاہر ہے - کہ جہاں اہل دربار ایسے ایسے خیالات میں ہوں - وہاں ملک کے انتظام کا کیا ٹھکانا مگر تازہ گل یہ کھلا - کہ وزیر اور سپہ سالار کے توڑنے کے لئے سب نے تجویز کی - کہ نظام الملک آصف جاہ کو دکن سے بلانا چاہئے - چنانچہ وہ آیا - کل کاروبار اُس کے سپرد ہوگئے اور ہر مقدمہ اُس کی صلاح سے طے ہونے لگا - مگر اس دیرینہ سال نے عالمگیر کے عالم دیکھے ہوئے تھے - دربار کے رنگ دیکھ کر بہت گھبرایا - اور بادشاہ کو صلاحیت پر لانا چاہا - یہاں کے رنگین مزاج اس سے بھی گھبرائے - اور اپنے توڑ جوڑ مارنے لگے - لیکن چونکہ آصف جاہ ایک رتبے کا شخص تھا - ان کے وار اُس کے مقابلے کے قابل تو نہ ہوتے تھے - البتہ دق کرتے تھے - چنانچہ ایک دن بادشاہ نے اُسے ملبوس خاص کا خلعت اور وزارت کا عہدہ دیا - اہل دربار کو اس بات کا داغ ہوا - چنانچہ توڑ اس کا یہ کیا - کہ اُسی رات کو ناچ کے جلسے میں ایک بھانڈ نے بادشاہ کو بہت خوش کیا - یاروں نے اُسے بھی ملبوس خاص کا خلعت دلوا دیا + اس پر بھی اس دل شکستہ نے جو طریقے اور آئین بادشاہی درباروں کے ہیں - وہ جاری کرنے شروع کئے - خلوت و جلوت میں بادشاہ کے وقتوں کی تقسیم کی - اور کاروبار ملک کے پیش کرنے لگا + رنگین مزاجوں نے اس کی ہنسی اڑانی شروع

کر دی + رنگیلے بادشاہ کو کچھ تو خود یہ کام وبال معلوم ہوتے تھے - کچھ امیروں نے بہکایا - چنانچہ آصف جاہ کی عرض و معروض پر بادشاہ کی بھی وہ توجہ نہ رہی + ایک امیر نے اپنی جگہ یہ بھی کہا - کہ کیسا بندر کی طرح بادشاہ کے سامنے اچھلتا پھرتا ہے + آصف جاہ کو بھی دم دم کی خبر لگتی تھی سن کر کہا - کہ اگر یہی حال ہے - تو دیکھو گے - کہ فصیل قلعہ کے ایک ایک کنگرے پر بندر ناچیگا + آخر تنگ ہو کر کسی بہانے سے اپنے علاقے پر چلا گیا - کہ ایسے مسخروں میں رہ کر وزیر ہندوستان کہلانے سے حیدر آباد کی صوبہ داری بہتر ہے + اتفاقاً انہی دنوں میں نادر شاہ افغانوں کو ایران سے نکالتا ہوا قندھار تک آیا تھا - اور افغان اُدھر سے نکل کر تمام کوہستان کابل میں پھیل گئے تھے - چونکہ کابل میں دربار دہلی کی طرف سے صوبہ رہتا تھا - اس لئے نادر شاہ نے محمد شاہ کے پاس اپنا ایلچی بھیجا - کہ تم بھی اپنے صوبے کے نام حکم بھیج دو - تاکہ دونو طرف سے دبا کر اس فرقے کو قرار واقعی گوشمالی دیں + یہاں اُن دنوں میں عیش و عشرت کے غل آواز تک بھی نہ سنائی دیتی تھی - چنانچہ ایلچی راہ میں مارے گئے - اور کسی نے خبر بھی نہ لی + کہتے ہیں - کہ آصف جاہ خود تو دکن کو گیا تھا - مگر نادر شاہ کو خفیہ ایلچی بھیج کر سنکار گیا - کہ آپ بے تکلف چلے آئیں - یہاں دلی تک میدان صاف ہے - چنانچہ چند روز کے بعد نادر شاہ نے ایلچیوں کی تباہی سن کر پھر مراسلہ لکھا - اور اخیر کو خطوں کی بے جوابی نے خود اُسے بھی ہندوستان کی طرف کھینچا - مگر یہاں یہ حال تھا - کہ عام خبروں کے علاوہ

کابل - لاہور وغیرہ کے حاکموں کی عرضیاں بھی آتی تھیں - اور کوئی جرچا نہ ہوتا تھا - بلکہ جب لوگ نادر شاہ کے آنے کی خبریں دیتے تو امرائے دربار سن کر خفا ہوتے - اور کہتے کہ لوگوں کے گھر بہت بلند ہیں - دور سے نادر شاہ کا لشکر دکھائی دیتا ہے + جب ناچار ہو کر نادر شاہ نے کابل کو آن گھیرا - تو وہاں کے حاکم نے نہایت اضطراب سے عرضی لکھی - چنانچہ جس وقت خریطہ پہنچا - بادشاہ مہتاب باغ میں عالم آب کا تماشا دیکھ رہے تھے - اور سامنے ناچ ہو رہا تھا - چونکہ اُس وقت نہایت سرور کا عالم تھا - عرضی کو لے کر گوشہ اُس کا شراب میں ڈبویا اور یہ مصرع پڑھا - کہ ع

این دفترِ بے معنی غرقِ مے ناب اولے

چونکہ آصف جاہ کی دانائی اور تجربہ کاری کہ اُس کے حریف بھی مانتے تھے - اس لئے نادر شاہ کی آمد آمد سن کر اُسے بھی دکن سے بلوایا + ادھر نادر شاہ نے کابل کو فتح کرکے پھر نامہ لکھا - اور اپنا دوسرا ایلچی جو دربار دہلی میں رُکا ہوا تھا - اُسے طلب کیا + یہاں دربار میں یہ مقدمہ اُلجھ رہا تھا - کہ کئی خط اور کئی ایلچی آئے - اور ادھر سے جواب بھی نہیں گیا - اب جواب کیا لکھیں - اور لکھیں - تو اس میں القاب کیا لکھیں - کیونکہ وہ اصل میں نادر قلی ہے - کوئی خاندانی بادشاہ نہیں ہے اتنے میں خبر آئی - کہ اُس کا لشکر اٹک اُتر آیا + یہاں بھی کوچ کی تیاریاں ہونے لگیں - اور چلتے چلتے دو مہینے میں کرنال پہنچے - سب نہر کے کنارے برات کی طرح پڑے تھے - اور جس طرح لوگ شہر سے عید گاہ کو جاتے ہیں -

اس طرح آتے تھے - اور لشکر میں شامل ہوتے جاتے تھے - برہان الملک کا انتظار ہو رہا تھا - کیونکہ اُس کی فوج توپخانے کی پشت گرمی سے ان دنوں بہت نامور تھی - اتفاقاً جس دن وہ آکر لشکر میں شامل ہؤا - اُس دن نادر شاہ بھی پاس پہنچ گیا تھا - اور یہاں کسی کو خبر بھی نہ تھی + برہان الملک نے دربار کی بے پروائی کی شکایتیں کر کے کوچ کی تاکید شروع کی +

اُسی دن گھسیارے کچھ زخمی کچھ بد حواس دوڑے آئے - کہ ہم جنگل میں گھاس کھودنے گئے تھے - نادری قراولوں[ل] نے کئی آدمیوں کو گرفتار کر لیا - اور ہم نے بھاگ کر اپنے تئیں یہاں پہنچایا ہے + اُمرا نے جمع ہو کر پھر گفتگو شروع کی + اتنے میں خبر آئی - کہ چند قزلباش نادری برہان الملک کے ڈیروں پر ہاتھ مار گئے - برہان الملک تلوار ٹیک کر اُٹھ کھڑا ہؤا - اور کہا - کہ صاحب اب کونسی بات باقی ہے - جس کا انتظار کیا جائے ؟ اُسی وقت فوج لے لڑنے کو روانہ ہؤا - مگر خان دوران نے بادشاہ کو اطلاع دی - انہوں نے آصف جاہ کو خبر کی - آصف جاہ بولا - کہ پہر دن باقی ہے - برہان الملک کو روکنا چاہیئے کیونکہ لشکر ان کا منزلیں مارتا ہؤا آیا ہے - اس وقت بے موقع جرأت کرنی مناسب نہیں - کل توپخانہ سامنے رکھ کر اور سب

ل قراول چند سرداروں کا مجموعہ ہوتا ہے - جو فوج سے آگے بڑھکر کئی کئی کوس تک گھوڑے مارتا پھرتا ہے - تاکہ دشمن کی فوج اور گرد و پیش کے حالات کی خبر رہے - اور موقع پاتا ہے - تو دست برد بھی کر جاتا ہے +

لشکر کو ترتیب دے کر بندوبست سے لڑیں - تو مناسب ہے + بادشاہ نے یہی بات خان دوران کو کہلا بھیجی - خان دوران سنتے ہی بگڑ کر اُٹھ کھڑا ہؤا - اور کہا - کہ بڑے حیف کی بات ہے ! ایسا جوانمرد سردار آقا کے نمک پر نثار ہونے جائے اور ہم پہلو میں بیٹھے اُس کے مرنے کا تماشا دیکھیں - چنانچہ بادشاہ کو کہلا بھیجا - کہ برہان الملک اب مقابلے میں جا بڑے ہونگے - اس لئے واپس بُلانا مصلحت نہیں - ساتھ ہی خود ہاتھی پر بیٹھ کر فوج کو لے روانہ ہؤا - اور آدھ کوس کا فاصلہ دے کر برہان الملک کے پہلو میں فوج جما دی +

نادر شاہ بھی سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہؤا - اور فوج کے تین حصے کرکے ایک اپنے ساتھ رکھ دو کو دونو کے مقابلے میں ڈالا - قزلباشوں نے برابر حملے پر حملہ کرنا شروع کیا + تھوڑی ہی دیر میں جیش پردردہ فوجیں پریشان ہوگئیں - بہت سے سردار مارے گئے - اور خان دوران زخمی ہوکر میدان سے پھرے + یہاں شکست کی ہوا اڑتے ہی خان دوران کے خیمے ڈیرے لٹ کر سب کارخانوں کی خاک اُڑ گئی تھی - اتنا بھی نہ تھا - کہ نیم جان لاشے کو سائے میں رکھیں + غرض ایک بیچوبہ کہیں سے لے کر اُس میں اُتارا - اتنے میں بادشاہ کی طرف سے چند خواجہ سرا آئے - اور آصف جاہ وغیرہ بھی عیادت کو پہنچے تھوڑی دیر میں اس بیچارے نے ذرا آنکھ کھولی - اور آہستہ سے اتنا کہا - کہ خیر ہم نے تو اپنا کام کر لیا - اب تم جانو - اور تمہارا کام جانے - مگر اتنا کہتے ہیں - کہ بادشاہ کو نادر کے پاس اور نادر کو شہر میں نہ لے جانا -

جس طرح ہو سکے - اس بلا کو یہیں سے ٹال دینا +

ادھر برہان الملک اور اُس کے چند رفیق میدان میں رہ گئے تھے - وہ جوانمرد ہاتھی پر بیٹھا تیر مار رہا تھا - کہ قزلباش چاروں طرف سے گھر آئے - ایک جوان نیشاپوری اُس کا ہموطن گھوڑا اُڑا کر پہنچا - اور آواز دی - کہ اے محمد امین! دیوانہ شدۂ - بکہ جنگ میکنی و بچہ اعتماد جنگ میکنی؟ برہان الملک نے ہاتھ روک لیا + قزلباش نے نیزہ زمین پر گاڑ گھوڑے کی باگڈور اس سے باندھی اور جھپٹ کر رسا پکڑ ہودج کے اندر جا بیٹھا +

برہان الملک ایران کے دستوروں سے واقف تھا - کمان ہاتھ سے رکھ دی - اور اپنے تئیں پنجۂ تقدیر کے حوالے کیا + قزلباش ہاتھی کو گھیر کر اپنے لشکر میں لے گئے + نادر شاہ نے جرم بخشی کر کے عنایت فرمائی - اور چونکہ شام ہو گئی تھی - فوج لے کر اپنے خیمہ گاہ کی طرف پھرا + برہان الملک کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھایا - چنانچہ اُس نے مصلحت آمیز باتیں کر کے نادر شاہ کو اس بات پر راضی کر لیا - کہ حضور ایک معقول نذرانہ لیں - اور یہیں سے واپس تشریف لے جائیں + نادر شاہ اس بات پر راضی ہو گیا + برہان الملک نے ایک عریضے میں یہ سب حال اپنے بادشاہ کو لکھا - اور رقعہ آصف جاہ کو بھیجا - کہ تم آؤ - اور اس امر کا فیصلہ کر دو - یہاں سب دریاے حیرت میں غرق بیٹھے تھے - کہ دیکھئے - اب کیا ہونا ہے! اور حیران تھے - کہ کیا کرنا چاہئے یہ خبر سنتے ہی خوش ہو گئے - محمد شاہ نے فوراً آصف جاہ کو روانہ کیا - اُس نے برہان الملک کے ذریعے سے نادر کی ملازمت حاصل کی - اور بعد گفتگو کے یہ ٹھیرایا - کہ دو

کروڑ روپیہ لعل[1] بہا بھیجئے - اور یہیں سے تشریف لے جایئے +
نادر نے یہ بات منظور کی - اور آصف جاہ عہد و پیمان کر کے
وہاں سے رخصت ہؤا - مگر محمد شاہ کے سامنے جا کر ان کاموں
کو اپنی کارگزاری اور دولت خواہی کے لباس میں ظاہر کیا
یعنی برہان الملک کی حسن خدمت کو اُڑا دیا - حضور سے
خان دوران اور امیرالامرائی کا خطاب اور خلعت بیش بہا
آصف جاہ کو عنایت ہؤا - برہان الملک کا ذکر بھی کسی نے نہ
کیا - دوسرے دن محمد شاہ کی ملاقات کی ٹھیری + بادشاہ ادھر
سے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ روانہ ہوئے - ادھر سے نادر
نے اپنے بیٹے کو استقبال کے لئے بھیجا - وہ رستے میں آ کر
ملا + بادشاہ نے تخت رواں کو زمین پر رکھوا کر ملاقات کی +
اُس نے فرزندانہ طور سے معانقہ کیا - اور ہمرکاب ہو کر نادر شاہ
کے پاس لے گیا + نادر شاہ لب فرش تک استقبال کو آیا -
اپنی مسند پر نہایت تعظیم سے بٹھایا - بعد اس کے برادرانہ
اور دردمندانہ باتیں شروع کیں - چائے آئی - اس کا دور
چلنے لگا + نادر شاہ اس وقت برک کی قبا - اُس پر قراقلی یعنی
سیاہ پوست برے کا خفتان - اُس پر ایک برکی چغہ پہنے بیٹھا تھا
سر پر کلاہ باپارخ[2] تھی + ادھر محمد شاہ شبنم کا کرتہ - ڈھاکے کی
ململ کا جامہ پہنے تھے - اور سر پر جو دستار تھی - اُس سے بھی گھبراتے

---

[1] مصارف جنگ - اور خرچ راہ کے روپے کو لعل بہایا نعلبندی کا روپیہ کہتے ہیں +

[2] یہ لمبی ٹوپی بھی پوست برہ یعنی سیاہ دُنبے کی کھال کی ہوتی ہے +

تھے - برابر پنکھا ہوتا تھا - نادر شاہ سے کہا - کہ رخت شما بسیار گرم است - برتن گرانی نے کند ؟ نادر شاہ نے آہ سرد بھر کر کہا - کہ برادر جان من ! ہمیں رخت گرم است - کہ ما را از ایران تا بہ اینجا رسانید - لطافت لباس شماست - کہ بگذاشت از دہلی تا بہ اینجا حرکت کنید ۔ غرض بادشاہ نے ہنسی خوشی یہاں سے مراجعت کی ۔ برہان الملک وہاں امیر الامرائی کے منصب کو اپنا حق سمجھے بیٹھا تھا - اُس نے جب آصف جاہ کے خلعت و خطاب کا حال سنا - تو بہت بگڑا - اور نادر شاہ سے کہا - کہ حضور نے کیا غضب کیا - جو ہندوستان کے قارونی خزانے چھوڑ کر دو کروڑ روپے پر رضامند ہو گئے - یہ رقم تو فقط غلام ادا کر سکتا ہے اور بادشاہی خزانے اور امرا اور مہاجنوں کے گھرانوں کے کیا ٹھکانے ہیں ! البتہ شہر یہاں سے چالیس کوس ہے - حضور وہاں تک تکلیف فرمائیں ۔ نادر شاہ خوش ہو گیا - اور اُسی وقت آصف جاہ کو بُلا بھیجا - وہ خوشی خوشی پھر حاضر ہوا ۔ اُسے حکم ملا - کہ تم ٹھیرو - اور اپنے بادشاہ کو بُلا لو - آصف جاہ نے کہا - کہ عہد نامے میں یہ نہیں ٹھیرا تھا ۔ نادر نے کہا - کہ ملک و سلطنت اور بادشاہ کی عزت و آبرو سے ہمیں کچھ تعرض نہیں - ہم فقط ایک ملاقات اور کرنی چاہتے ہیں ۔ آصف جاہ نے ناچار بادشاہ کو لکھا - بہت سے امرا اور نوکر چاکر اُدھر سے ساتھ چلنے کو تیار ہوئے - مگر وہ فقط عمدۃ الملک وغیرہ چند امیروں اور چند خواجہ سراؤں کو لے کر آئے - نادر شاہ نے عزت و احترام کے ساتھ الگ خیمے میں اتروا دیا - اور کہا - کہ بھائی محمد شاہ ! سلطنت اور دربار کا سامان مع حرم سرا کے منگوا لو - اور خاطر جمع سے یہاں رہو ۔

لشکر میں بھی حکم بھیج دیا - کہ جو چاہے - ہمارے لشکر میں آجائے - اور جو چاہے دلّی چلا جائے + بعد اُس کے اپنا فرمان اور بادشاہ کا شقہ ایک اپنے سردار کو دیکر شہر کو روانہ کیا - اُس نے جاتے ہی قلعہ دار سے کنجیاں لیں - اور سب کارخانوں پر قبضہ کر لیا + لشکر کے لوگ پریشان ہو کر بھاگے - بہتوں کو ولایتیوں نے لوٹ کر باندھ لیا - جو اُن سے بچے - وہ رستے کے گوجروں نے مارے جو جیتے بچے - وہ ننگے لچے گھر پہنچے + دوسرے دن نادر شاہ بھی محمد شاہ کو لے کر چلے - اور دلّی میں داخل ہوئے + پانچ چار دن کے بعد عید قربان آئی - مسجد میں خطبہ نادر شاہ کے نام سے پڑھا گیا + اور چونکہ دُہرا دربار تھا - اس لئے بڑی دھوم کا تزک و احتشام ہوا - مگر قربانی اس عید کی عجیب و غریب ہوئی یعنی عصر کے وقت تک تمام شہر میں امن و امان سے عیش و عشرت ہو رہی تھی - جو دفعتہً بھنگیڑ خانے میں بیٹھے بیٹھے ایک بھنگڑ بولا - کہ واہ محمد شاہ رنگیلے! آخر بادشاہی پیچ کھیل ہی گیا + دوسرا بولا - کیا؟ اُس نے کہا - کہ حرم سرا میں موقع تاک کر ایک قلماقنی[1] سے مغلے[2] کو مروا دیا + یہ ہوائی دفعتہً اُڑی - اور ہوا کی طرح تمام شہر میں پھیل گئی + غضب یہ ہوا - کہ نادری سپاہی جو ایک ایک دو دو گلی کوچوں میں بے تکلف پھرتے تھے -

---

[1] قلماق اگرچہ ترکوں میں ایک فرقے کا نام ہے - مگر ہندوستان میں قلماقنی اور اُردا بیگنی اُن عورتوں کو کہتے تھے - جو اسلحۂ جنگ سے بھی رہتی تھیں - اور حرم سرا میں سپاہیوں کی طرح پہرے وغیرہ کا کام کرتی تھیں +

[2] یعنی نادر شاہ کو مروا ڈالا +

انہیں لوگوں نے بے وارثا سمجھ کر قتل کرنا شروع کر دیا + رات کو نادر کو خبر پہنچی - اُس نے فوج کو حکم دیا - کہ اپنی جگہ پر قائم رہو + اگر تم پر چڑھ کر آئیں - تو جواب دو - نہیں تو چپ چاپ بیٹھے رہو + رات بھر برابر تلوار چلتی رہی - اور صبح تک سات سو ولایتی شہر میں کٹ گیا - افسوس یہ - کہ ارکان دربار چھپکے تماشے دیکھا کئے - بلکہ چند اشخاص کہ جن کو نادر شاہ سے کہ کر اپنے گھر لے گئے تھے - وہ بھی مارے گئے + نادر نے صبح کو اُٹھ کر پوچھا تو وہی حال سُنا + حیران ہوا - کہ کرنال کے معرکۂ جنگ میں کل تین ولایتی مریں اور بیس آدمی زخمی ہوں - اور شہر میں میرا صدہا سپاہی اس طرح ضائع ہو جائے! دنیا آنکھوں میں اندھیر معلوم ہونے لگی - اُسی وقت نکلا - اور گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کو دیکھتا ہوا چلا - کہ شاید مجھے زندہ و سلامت دیکھ کر یہ طوفان تھم جائے - اور دلی کے قتل عام کا دھبا میرے نام پر نہ آئے - مگر شہر کے لوگوں نے اُس پر بھی پتھر پھینکنے شروع کر دئے - بلکہ بندوقیں بھی ماریں - یہاں تک کہ ایک مصاحب کا پہلو زخمی ہوا ساتھ ہی دیکھا - کہ جابجا ایرانی غریب الوطنوں کے لاشے پڑے ہیں + یہ دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا - اور قتل عام کا حکم دے کر کہ دیا - کہ جہاں تک کوئی قزلباش ملا ہوا نظر آئے - ایک آدمی جیتا نہ رہے + یہ کہ کر ترپولئے تک آیا - اور روشن الدولہ[۱] کی مسجد میں آکر قتل عام کی علامت ظاہر کی یعنی تلوار کھینچ کر مسجد میں بیٹھ گیا + کوچوں میں خون کے نالے بہ گئے - اور گھروں میں آگ لگ کر زمین سے آسمان

---

[۱] یعنی سنہری مسجد +

تک دُھواں دھار ہو گیا + نادر شاہ کا غصہ خدا کا قہر۔ بادشاہ اور امیر سب دیکھتے تھے اور دم نہ مار سکتے تھے + ایک بڈھا خواجہ سرا محمد شاہ کے پاس روتا ہُوا آیا۔ اور کہا۔ کہ حضور کے باپ دادا کی رعیت سب قتل ہو گئی۔ بادشاہ بھی آبدیدہ ہوئے۔ اور اتنا کہا۔ کہ ؎

دیدۂ عبرت کشا قدرتِ حق را بہ بیں
شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت

دوپہر کے قریب جب عالم میں کہرام مچ گیا۔ تو پھر سب نے آصف جاہ سے رجوع کی + وہ تلوار گلے میں ڈالے سر برہنہ کئے خاموش نادر کے سامنے جا کھڑا ہُوا۔ اور رونے لگا + نادر شاہ کے دل میں بھی خدا نے رحم ڈالا۔ پوچھا۔ کہ چہ میخواہی ؟ اُس نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

نادر نے شرما کر سر جھکا لیا۔ تلوار میان میں کی۔ اور کہا۔ کہ بہ ریش سفیدت بخشیدم + اُسی وقت شہر میں ایرانی نقیب اور چاؤش امان کہتے ہوئے دوڑے۔ اور پَل کے پَل میں امن ہو گیا + سلطنت کے کار و بار کے ساتھ دونو بادشاہوں کی صحبتیں پھر بدستور جاری ہو گئیں + ایک دن بادشاہ نے نادر کی دعوت کی۔ ایک ایک خدمت ایک ایک امیر کے سپُردِ ہوئی۔ کھانے کے بعد جب چائے آئی۔ تو عمدۃ الملک نے پیالی چائے کی بھری۔ مگر جب دینے لگا۔ تو سوچا کہ اگر پہلے اپنے آقا کو دوں۔ تو اُدھر نادر ہے۔ ایسا نہ ہو۔ ابھی سر اُڑا

دے۔ اور اگر نادر کو پہلے دوں۔ تو آئندہ بھی اپنے دربار میں منہ دکھانا ہے + یہاں اس کی تیزئے طبع کا جوہر کام آیا۔ یعنی محمد شاہ کے سامنے پیالی کرکے کہا۔ کہ شاہاں بہ شاہاں مے دہند۔ یعنی فدوی کی لیاقت نہیں۔ کہ اس عالی جاہ بادشاہ کو چلے دے۔ آپ اپنے دست مبارک سے دیجئے۔ چنانچہ دونو بادشاہ خوش ہوئے۔ اور دونو کے اہل دربار نے اس انداز خوشنما پر تحسین و آفرین کی +

لطیفہ۔ ایک دن نادر شاہ کو پیٹ میں گرانی معلوم ہوئی۔ محمد شاہ سے حال بیان کیا۔ اسی وقت علوی خاں حکیم آیا۔ اور نبض دیکھ کر دوا خانے کے داروغہ کو اشارہ کیا۔ چنانچہ کشتئ مرصع پر زر نگار خوان پوش پڑا ہوا آیا + خوان پوش اٹھایا۔ تو ایک مرصع مرتبان میں گلقند۔ الماس کا چمچہ برابر دھرا۔ گنگا جمنی کانٹا رتی ماشے سمیت وزن کے اندازے کے لئے ساتھ موجود تھا۔ اور حکیم سوچتا تھا۔ کہ کس قدر گلقند اس میں سے نکالے اور وزن کرکے کھانے کو دے۔ نادر شاہ نے خود مرتبان کو اٹھا لیا۔ اور کھول کر دیکھا۔ بعد اس کے دو انگلیاں اندر ڈال کر چار نوالوں میں مرتباں خالی کر دیا + چونکہ اس میں خوشبودار دوائیں بھی ملی ہوئی تھیں۔ اچھا معلوم ہوا۔ اور کہا۔ کہ حلوائے خوب است۔ دیگر بیارید +

لطیفہ۔ ایک دن نادر شاہ ہوا کھانے کو سوار ہوا۔ محمد شاہ نے کہا۔ کہ ایران میں ہاتھی نہیں ہوتا۔ آج انہیں ہاتھی پر سوار کرو + جب ہودج میں جاکر بیٹھا۔ تو آگے فیلبان

کو دیکھا - پوچھا - ایں کیست ؟ لوگوں نے کہا - کہ فیلبان است
ایں رامے راند - فیلبان سے کہا - کہ عنانش بمن بدہ + اُس
نے عرض کی - کہ قبلۂ عالم! فیل عناں ندارد - بہ اشارۂ سرِ پایم
راہ مے رود + ناک چڑھا کر بولا! - بشنانید - کہ فرود[1] آئیم -
مرکبے کہ عنانش بدست غیر باشد - سواری را نشاید +

لطیفہ - محمد شاہ کے اہلِ نشاط میں ایک کنچنی تھی - نور بائی
اُس کا نام تھا - اور ناچ گانے کے علاوہ حاضر جوابی اور لطیفہ
گوئی کا یہ عالم تھا - کہ گویا مُنہ سے پھول جھڑتے تھے +
ایک دِن نادر شاہ نے بھی اُس کا گانا سُنا - چنانچہ بہت
محظوظ ہوئے - کچھ انعام دیا - اور کہا - کہ نور بائی - روے ہند
را سیاہ کن - بیا کہ بایرانت بریم + یہ سنتے ہی بائی جی کا دم
بند ہو گیا - اور ساری لطیفہ گوئیاں بھول گئیں - دل
میں ڈریں - کہ خوش ہو کر ساتھ لے چلا ہے - اگر ذرا خفا
ہؤا - تو خدا جانے - ناک کاٹ لے - آنکھ نکال لے -
پیٹ چاک کر ڈالے - غرض اُسی وقت یہ غزل گائی - ؎

من شمع جاں گدازم تو صبحِ دلکشائی
سوزم گرت نہ بینم - میرم چو رُخ نمائی
نزدیکت ایں چنینم دور آں چناں کہ گفتم
نے تاب وصل دارم - نے طاقتِ جدائی

نادر شاہ بہت خوش ہؤا - اُس کا مطلب سمجھ کر اپنے
ارادے سے در گزرا +

---

[1] فرود آئیم کا مخفف ہے - یعنی ہاتھی کو بٹھا دو - کہ ہم اتر آئیں +

اسی عرصے میں نصر اللہ میرزا اپنے بیٹے کی ایک شاہزادی سے شادی کی + دو مہینے وہاں رہ کر خاطر خواہ نقد و جنس اور جواہر جس قدر سمیٹ سکا۔ یہاں تک کہ تخت طاؤس تک بھی اُٹھا لیا۔ اور سونے چاندی کے چکّی کے پاٹ ڈھلوا کر اونٹوں پر لدوا دئے + غرض کل تیس کروڑ روپے کا اثاثہ لے کر روانہ ہوا۔ اور ڈیرہ جات کابل اور پنجاب کے اُن علاقوں کو جن کا روپیہ کابل کی فوج میں لگا ہوا تھا۔ ہندوستان سے نکال کر ایران کی سلطنت میں داخل کیا۔ محمد شاہ دولھا پھر یہاں رنگ رلیاں کرنے لگے۔ اور چند سال کے بعد اسی عیش و عشرت سے تیس برس سلطنت کر کے عالم بقا کو روانہ ہوئے +

بابا نانک صاحب

سکھوں کا فرقہ اگرچہ بابر بادشاہ کے عہد سے پیدا ہوا۔ مگر مدّت دراز تک یہ لوگ فقیرانہ وضع اور صلح کل کے لباس میں نشو و نما پاتے رہے + عالمگیر کے عہد میں وضع ان کی بدلنی شروع ہوئی + یہاں تک کہ فرخ سیر اور محمد شاہ کے عہد میں ملک گیری کے ہاتھ پاؤں نکال کر تلوار سنبھالی + چونکہ اصل بانی اس فرقے کے گرو نانک صاحب تھے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا۔ کہ ان کا حال بھی اس کتاب میں درج کیا جائے +

تلونڈی گاؤں میں کالو نام ایک کھتری تھا۔ کہ حساب کتاب گاؤں میں لکھا کرتا تھا۔ اُس کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا + کالو

بہت خوش ہُوا - اور لڑکے کا نام نانک رکھا + اُس کی دائی
کی زبانی بیان کرتے ہیں - کہ جس وقت وہ پیدا ہُوا - تو
ایسا غل اور شور معلوم ہُوا - جیسے کسی بڑے امیر وزیر کی
سواری کی آمد میں ہوتا ہے + غرض جب لڑکا بڑا ہُوا - تو اُسے
فارسی زبان اور رسمی حساب کتاب سکھانا شروع کیا - اُس نے
بہت جلد سیکھ لیا - لیکن باوجود اس کے دنیاوی کاروبار کی
طرف اُس کی طبیعت اصلاً راغب نہ تھی + کالو چاہتا تھا کہ
بیٹے کو بنج بیوپار کے کام میں لگائے - چنانچہ اس خیال سے
ایک دن اُسے بلایا - اور چالیس روپئے دے کر ایک جاٹ کے
ساتھ کسی گاؤں کی طرف روانہ کیا + رستے میں اُسے چند فقیر
ملے - نانک نے انہیں کھانے پینے سے محتاج دیکھ کر افسوس کیا -
اور کچھ روپے دینے چاہے - اُن لوگوں نے کہا - کہ بابا نقدی
ہمارے کس کام کی - ہم تو بھوکے ہیں - کچھ کھانے کو دے +
نانک خود شہر میں گیا + چالیس روپے کا آٹا لاکر روٹیاں پکوائیں
اور سب فقیروں کو کھلائیں + جب اس ضیافت سے فارغ ہُوا -
تو گھر کو پھرا - گھر کے پاس ایک درخت تھا - باپ کے ڈر سے
جاکر اُس کی ٹہنیوں میں چھپ رہا + باپ کو خبر ہوئی -
تو ڈھونڈ کر نکالا - اور پوچھا - کہ تو کیونکر واپس آیا - اور جو
روپے میں نے دئے تھے - وہ کیا کئے ؟ اُس نے سب حال
بیان کیا - اور کہا - کہ تم نے روپے نفع کمانے کو دئے تھے
سو میں نے آخرت کا نفع کما لیا + کالو کو کیا خبر تھی - کہ یہ
خدا پرست لڑکا ایک موحد کامل ہوکر دُنیا کے غافلوں کو آخرت
کے نفع کا رستہ بتائیگا - بیٹے کی تقریر سُن کر بہت خفا ہُوا -

اور نصیحت مارنے کو تیار ہوا + اتفاقاً ایک زمیندار مسلمان وہاں آ نکلا - اُس نے پہلے بھی کچھ کچھ حالات نانک کے سنے تھے - چنانچہ کالو کو روکا - اور اُسے چھڑا لیا + آخر باپ کو جب معلوم ہُوا - کہ اس کی طبیعت دنیا کے کاموں کے ڈھب کی بالکل نہیں - تو اُسے بڑا رنج ہوا - چنانچہ اکثر اس پر غصے ہوا کرتا - مگر ماں اس کی محبت مادری سے باپ کے غصے کو ٹھنڈا کیا کرتی تھی - ناچار ہو کر سلطان پور علاقہ کپور تھلہ میں اس کی بہن بیاہی ہوئی تھی - وہاں بھیج دیا - وہاں کا نواب دولت خاں ذات کا پٹھان ابراہیم لودھی بادشاہ دہلی کا رشتہ دار تھا - اور نانک کا بہنوئی اس کی سرکار میں نوکر تھا - اُس نے نانک کو وہاں پہنچایا - چنانچہ وہ بابا نانک صاحب جنہیں فقر کی گدی پر بیٹھ کر راج کرنا تھا - چند روز کے لئے مودھی بن کر بیٹھ گئے اب اُن کی سخاوت نے دل کی آرزو نکالنے کے لئے اس سے بہتر موقع نہ پایا - دان پن کا دروازہ کھول کر رات دن سدابرت جاری کر دیا - انجام اس کا یہ ہُوا - کہ چند روز میں ان پر غبن کا الزام لگا - اور محاسبہ طلب ہُوا - لیکن جو شخص خدا کی راہ میں صرف کرے - اُس کے حساب میں کمی کب آتی ہے جب حساب ہُوا - تو اُن کا کچھ روپیہ نواب کے ذمے فاضل نکلا +

انہی دنوں میں ان کی شادی علاقہ بٹالہ میں ایک کھتری کے گھر ہوگئی تھی + اگرچہ انہیں دنیاداروں کی طرح خانہ داری اور گھر بار بسانے کا شوق نہ تھا - مگر چونکہ خدا کو نسل بڑھانی تھی اسی حال میں سری چند اور لکھمی داس دو بیٹے بھی ہو گئے مگر بابا نانک صاحب کے دل پر نقش تھا - کہ دُنیا نقش

بر آب ہے - اور زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں - اس لئے ہمیشہ سیاحی میں رہتے - اور سفر کے پردے میں ترک دنیا کر کے یاد الہٰی کے لطف اُٹھاتے - اور چونکہ بنیاد عقیدے کی توحید کے ساتھ صلحِ کل پر تھی - اس لئے باتیں ایسی دل نشین اور خاطر پسند تھیں - کہ سب سُن سُن کر خوش ہوتے تھے - اور ہر مذہب کے لوگ نظرِ عظمت سے دیکھ کر صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے + اسی حال میں فقیرانہ ریاضتیں بھی کیں - چنانچہ ایک دفعہ سلطان پور کے پاس بیاس دریا میں تین دن رات برابر پانی میں رہے[1] اور ایک درخت[2] کے نیچے بیٹھ کر بھگوان کی تپسیا کرتے رہے - غرض اسی طرح رفتہ رفتہ بالکل دُنیا سے قطع تعلق ہوگیا اور گھر بار سب چھوٹ گیا - جب یہ حال اُن کے سُسرے نے دیکھا - تو بہت رنج ہُوا - چنانچہ وہ نوّاب دولت خاں کے پاس آیا - اور اس سے کہ سُن کر بابا نانک صاحب کو بلوایا - مگر وہ ایسے اپنی دُھن کے پکے ہو گئے تھے - کہ ہرچند نواب کے آدمی گئے وہ باتوں ہی میں ٹالتے رہے - نوّاب کے دربار تک بھی نہ آئے + کہتے ہیں کہ ایک دن بابا نانک صاحب کو نوّاب اپنے ساتھ مسجد میں لے گئے - نوّاب تو نماز میں مصروف ہوئے - بابا نانک صاحب الگ بیٹھے رہے + جب نوّاب نماز سے فارغ ہوا - تو پوچھا کہ نانک! تم خدا کی نماز میں ہمارے ساتھ شریک نہ ہوئے؟ بابا نانک صاحب نے کہا - کہ تمہارا دِل تو قندھار میں گھوڑے

[1] اب بھی سکھ لوگ اس مقام کو متبرک شمار کرتے ہیں - اور اس کا نام سنت گھاٹ رکھا ہے +

[2] سکھ اسے بابا کی بیری کہتے ہیں +

کی خبرداری کر رہا تھا - نماز کس کے ساتھ پڑھتا - نواب منصف آدمی تھا - اُس نے صاف کہ دیا - کہ فی الواقع میرا خیال ٹھکانے نہ تھا +

ایک دن قاضی جی نے انہیں بلا کر نماز کے لئے مجبور کیا - اور جب نماز سے فارغ ہوئے - تو دیکھا - کہ یہ الگ کھڑے رہے - نماز نہیں پڑھی - قاضی جی بہت خفا ہوئے - اور کہا کہ بابا نانک تو نے نماز کیوں نہیں پڑھی ؟ انہوں نے ہنس کر کہا - کہ قاضی جی ! آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہیں - اور دل میں کبھی یہ خیال ہے - کہ بیٹا بیمار ہے - کبھی یہ فکر ہے - کہ بچھڑا کھلا چھوڑ آیا ہوں - وہ کوئیں میں نہ گر پڑا ہو - یہ سُن کر قاضی جی خاموش ہو گئے +

غرض بابا نانک صاحب نے بالکل دُنیا سے کنارہ کر کے فقیری اختیار کی - جورو - بچے ان کے باپ کے گھر جا رہے - اور یہ ملک بہ ملک دیس بہ دیس پھرنے لگے - خدا کی یاد کیا کرتے اور آنکھیں بند کئے دل کے دروازے کھولے بیٹھے رہتے +

اس عالم میں دو آدمی اُن کے رفیق تھے - ایک تو بالا نام شخص تھا - کہ بچپن سے اُن کے ساتھ تھا - یہ ہندو دھرم تھا - اور دوسرا مردانہ نام ایک مسلمان تھا - کہ ذات کا ڈوم تھا - اور جب بابا نانک صاحب یاد الٰہی میں بیٹھتے تھے - تو مردانہ رباب بجا کر اور تصوّف اور معرفت کے بھجن گا کر دل روشن کیا کرتا + مردانہ بھی عجب ہوشیار و دانا تھا - اُن کی رفاقت میں بھوکا مرتا - جورو بچوں کو یاد کر کے تڑپتا - اور اکثر بلاؤں میں بھی مبتلا رہتا - ظاہر میں بہت گھبراتا - مگر ان کا ساتھ

نہ چھوڑتا - اور گرو نانک صاحب اور بھائی بالا کو اپنی باتوں سے خوش کر کے دِل بہلایا کرتا + بابا نانک صاحب اپنی سیاحی کے عالم میں ایمن[ؔ] آباد میں بھی چند روز آکر رہے + یہاں بھی اُن کی خدا پرستی اور صفائی دل نے بہت سے معتقد جمع کرلئے + اتفاقاً انہی دنوں میں بابر بادشاہ بھی ہندوستان میں آیا - جب اُس کے لشکر کا گذر ایمن آباد میں ہوا - تو شہر خوب لُٹا اور گرو نانک صاسب مع اپنے معتقدوں کے بیگار میں پکڑے گئے + اس عالم میں بھی اُن کے موحدانہ کلاموں نے اپنے نور کا جلوہ دکھایا - یعنی سپاہیوں کو جب حال معلوم ہوا - تو بادشاہ مذکور کے سامنے لے گئے + بابر اُن سے اچھی طرح پیش آیا - اور اُن کی باتیں سُن کر بہت محظوظ ہوا + کہتے ہیں - کہ اس وقت بابر بادشاہ اپنے مصاحبان خاص کے ساتھ بیٹھا تھا - اور شراب کا دَور چل رہا تھا + شاہ مذکور نے کہا - کہ بابا کو بھی شراب دو + بابا نانک صاحب نے کہا - کہ اس کا نشہ عارضی ہے - تھوڑی دیر کے بعد اُتر جاتا ہے - مجھے ایک ایسا نشہ ہاتھ آگیا ہے - کہ کبھی اُترتا نہیں - مجھے اس سے معاف رکھئے + بابر اس لطیفے کو سُن کر بہت خوش ہوا - کہتے ہیں - کہ اُسے بابا نانک صاحب نے دعا بھی دی تھی - اور کہا تھا - کہ سات پشت تک تیری اولاد کی بادشاہت اس ملک میں قائم رہیگی +

ؔ یہاں جس ویرانے میں گرو نانک صاحب ٹھیرے تھے - وہاں اِدھر اُدھر سے کر پتھر برابر چُن لئے - کہ زمین ہموار ہو جائے - چنانچہ اس جگہ کو سکھ روڑی کہتے ہیں +

جب اس طرح پھرتے پھرتے دنیا کے سفر کی مدّت تمام ہوئی اور سفر آخری کا وقت آیا - تو ضلع گرداسپور میں ایک مقام پر آگئے - وہاں ایک دھرم سالہ بنوایا - اور اُس کا نام کرتار پُور رکھا - یہاں بیٹھ کر اپنے بال بچّوں کو بھی بلوایا - اور جو چیلے جابجا تھے - اُنہیں بھی جمع کیا - چند روز اُن لوگوں کو اپنے پند و نصائح سے فیض بخشی کی تھی - کہ پیغام اجل کا آیا - اور ستر برس کی عمر میں دنیا سے انتقال کیا +

بابا نانک صاحب کی خدا شناسی اور وحدت پرستی کی باتیں جو خاص و عام میں زباں زد ہیں - نہایت دلچسپ اور پُر تاثیر ہیں - ایک دفعہ بابا نانک صاحب ہردوار کے میلے میں پھر رہے تھے - چند برہمنوں کو دیکھا - کہ اپنی رسم مذہبی کے بموجب مشرق کو مُنہ کیے درختوں کو پانی دے رہے ہیں - کہ پتروں کو اس کا ثواب پہنچے - بابا جی اُن کے سامنے جاکر کھڑے ہوئے اور مغرب کو مُنہ کرکے اسی طرح پانی اُچھالنے لگے - وہ لوگ انہیں پہچانتے نہ تھے - سمجھے کہ یہ کوئی گنوار فقیر پوجا پاٹ کے طریقے سے بالکلُ بے خبر ہے - چنانچہ ہنس کر کہا - کہ بابا یہ کیا کرتا ہے ؟ انہوں نے کہا - کہ کرتار پور میں میرے کھیت ہیں - اُنہیں پانی دیتا ہوں + اُنہوں نے کہا - بھلا یہ کیا عقل ہے - یہاں سے وہاں تک صدہا کوس کا فاصلہ ہے - یہ پانی اتنی دُور کیونکر پہنچ سکتا ہے ؟ بابا جی نے ہنس کر کہا - کہ اتنی دُور بھی پانی نہیں پہنچ سکتا - تو بھلا کیونکر تم کو امید ہے کہ یہ چار چُلّو پانی جو یہاں چھڑک رہے ہو - دوسری دنیا میں تمہارے پتروں کو پہنچ جائیگا ؟ بعد اس کے چند دوہے معرفت الٰہی

کے ایسے پڑھے۔ کہ تمام سننے والوں کے دل پانی پانی ہو گئے۔ اور سب نے آکر قدم لئے +

بابا صاحب کے معتقد ان کی سیّاحی اور صفائے باطنی کی باتیں اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ جو لوگ تاریخ اور علوم ظاہری کے پابند ہیں۔ اُنہیں سُن کر حیران رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کا بیان ہے۔ کہ وہ اکثر عالم ہوا میں پرواز کرتے تھے۔ اور جس مقام پر چاہتے تھے۔ دم کے دم میں جا پہنچتے تھے۔ بلکہ جس مقام کو چاہتے تھے۔ اپنے پاس بُلا لیتے تھے۔ یہاں تک کہ عربستان کی بھی سیر کی۔ اور مکّے میں بھی گئے + کہتے ہیں کہ گرو صاحب ایک دن حرم کعبہ کی طرف پاؤں کرکے سو رہے وہاں کے لوگوں نے جب یہ حال دیکھا۔ تو بہت غصّے ہوئے اور اُنہیں جگا کر سخت سُست کہنے لگے + انہوں نے کہا۔ کہ ایسا کیا گناہ مجھ سے ہُوا۔ جو تم اتنا خفا ہوتے ہو؟ انہوں نے کہا۔ کہ اے بے عقل! تو خدا کے گھر کی طرف پاؤں کرکے سوتا ہے۔ اور پھر پوچھتا ہے۔ کہ گناہ کیا ہُوا + انہوں نے کہا۔ کہ میں تو جدھر خیال کرتا ہوں۔ خدا ہی کا گھر معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے نزدیک جدھر خدا کا گھر نہ ہو اُدھر میرے پاؤں کر دو +

اس حق شناس نے اپنی اولاد میں سے کسی کو گدّی پر نہ بٹھایا۔ بلکہ اپنے چیلوں میں سے لہنا کھتری کو اپنا جانشین کیا۔ اور ان کا نام انگد گرو رکھا۔ یعنی ذات ایک اور جسم دو جان ایک۔ ان کی بی بی نے جب یہ حال دیکھا۔ تو اُنہیں بہت رنج ہُوا۔ اور آخر کو اصرار کرکے کہا۔ کہ اپنے فرزندوں

کے ہوتے غیر شخص کو جانشین کرنے سے کیا حاصل ہے۔ جو کچھ تم کہتے ہو۔ یہ تمہاری اطاعت کرینگے + اتفاقاً اُن ہی دنوں میں ایک دفعہ فرش پر چوہا نیم جاں پڑا تھا۔ انہوں نے بیٹوں سے کہا۔ اسے اُٹھا کر پھینک دو + بیٹوں میں سے کسی نے اُسے ہاتھ نہ لگایا۔ گرو صاحب نے لہنا کو اشارہ کیا۔ اُس نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ اور چوہے کو اٹھا کر پھینک دیا + گرو صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور اُسے دعائیں دیں۔ بلکہ یہ بھی فرمایا۔ کہ میرا اصلی بیٹا یہی ہے۔ جس نے میرے حکم کی تعمیل کی + اسی طرح ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ جنگل میں چلے جاتے تھے۔ دیکھا۔ کہ ایک مردار لاشہ پڑا ہے۔ بابا جی نے کہا۔ کہ جو میرا صدق دِل سے چیلہ ہے۔ وہ اس مردار کو کھالے۔ چنانچہ اَور سب کو نفرت آئی۔ مگر لہنا اُسی وقت جھک کر مُنہ مارنے لگے۔ پھر دیکھا۔ تو وہ فقط موہن بھوگ یعنی تر حلوا تھا۔ لاشہ مردار کُچھ نہ تھا +

چونکہ بابا نانک صاحب کے خیالات توحید مطلق کے نور سے نورانی اَور صُلحِ کُل کے عطر سے معطر تھے۔ اِس لئے ہندو مسلمان ہر مذہب کے لوگ اُن کے ساتھ محبّت اَور اعتقاد رکھتے تھے۔ چنانچہ اُن کی نعش پر آ کر جھگڑا ہوا۔ یعنی مسلمان کہتے تھے۔ کہ ہم بموجب مذہب اسلام کے تجہیز و تکفین کرینگے۔ اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرینگے۔ ہندو کہتے تھے۔ کہ ہم کریا کرم کرکے جلائینگے + اس تکرار نے ایسا طول کھینچا۔ کہ لڑائی تک نوبت پہنچی۔ لیکن جب نعش

پر سے چادر اٹھائی - تو وہاں کچھ بھی نہ تھا - آخر فیصلہ یہ ہوا - کہ آدھی چادر ہندوؤں نے لے کر جلائی - اور آدھی مسلمانوں نے لے کر قبر میں دفن کر دی - مگر زمانے کی گردش ان سب پر غالب ہے - چونکہ مقام مذکور دریائے راوی کے کنارے پر تھا - اس لئے پانی کی طغیانی قہر اور سادھ دونو کو بہا لے گئی +

گرو نانک صاحب کے بعد گرو انگد جی تیرہ برس اپنے چیلوں کو ہدایت کرکے فوت ہوئے - اُن کے دو بیٹے تھے - مگر وہ گرو امرداس جی اپنے چیلے کو گدی سپرد کر گئے + بائیس برس کے بعد وہ بھی انتقال کر گئے - انہوں نے باوجود اولاد کے گرو رام داس جی اپنے داماد کو گدی سپرد کی + وہ سات برس کے بعد دُنیا سے رخصت ہوئے - اور گرو ارجن جی ان کے بیٹے جانشین ہوئے + پچیس برس کے بعد وہ بھی انتقال کر گئے - اور گرو ہرگوبند جی ان کے بیٹے سجادہ نشین ہوئے + اڑتیس برس کے بعد اُنہوں نے بھی قضا کی + اور گرو ہر رائے جی ان کے پوتے گدی پر بیٹھے + سترہ برس اپنے مریدوں کو رہنمائی کرکے ان کا بھی انتقال ہوا + چیلوں نے ان کے بعد گرو ہرکشن جی کو خرد سال تھے - گدی پر بٹھایا - مگر انہوں نے تین برس کے بعد انتقال کیا + ان کے بعد گرو تیغ بہادر جی چھوٹے بیٹے گرو ہرگوبند جی کے گدی پر بیٹھے - مگر چونکہ اُنہوں نے جمعیت بہت سی بہم پہنچائی تھی - اور عالمگیر کا عہد تھا - بادشاہِ مذکور نے انہیں قید

کیا - اور مروا ڈالا - اُن کے بیٹے گرو گوبند سنگھ صاحب مسند نشین ہوئے - لیکن چونکہ گرو تیغ بہادر جی نے معتقد بہت پیدا کر لئے تھے - اس کے علاوہ گرو گوبند سنگھ جی کے دل میں خیالات ملک گیری کے سمائے ہوئے تھے - اور دلّی کی سلطنت نہایت ضعف پر تھی - اُنھوں نے بڑا اقتدار بہم پہنچایا - ہزاروں سکھوں کی فوج پیادہ اور سوار ان کی رکاب میں رہنے لگی - اور بادشاہی لشکر سے بھی مقابلے ہونے لگے + ان کے بعد بندا جی سکھوں کے سرگروہ بنے - چنانچہ انھوں نے گرو تیغ بہادر جی اور گرو گوبند سنگھ جی کے خیالات کو زیادہ تر تقویت دی - اور بادشاہی صوبوں کو بھی نہایت تنگ کیا + یہ محمد شاہ کا زمانہ تھا - دربار سے لاہور اور کشمیر کے صوبوں کو حکم پہنچا - اور اکثر مقاموں پر لڑائیاں ہوئیں - مگر انجام یہ ہوا - کہ بندا جی بہت سے ہمراہیوں کے ساتھ قید ہو کر دہلی گئے - اور وہاں سب کے سب مارے گئے - یہ تینوں صاحب اپنے معتقدوں کے دلوں میں ایسا جوش و خروش پیدا کر گئے - کہ وہ فرقہ جس کی بنیاد فقط فقر اور صُلحِ کُل پر رکھی گئی تھی - ایک بہادر ملک گیر گروہ ہو گیا - اور ایک دن وہ ہُوا - کہ کُل ملکِ پنجاب سالہا سال کے لئے اس فرقے کے قبض و تسلّط میں آ گیا +